دکنی مثنویوں کا انتخاب

ڈاکٹر اشرف رفیع

اشاعت مارچ ۱۹۸۹ء

کتابت : نعیم اللہ سرورق سید عبدالرحیم قادری

طباعت: دائرہ الکٹرک پریس چھتہ بازار

تعداد : ۵۰۰

قیمت: ۳۰ روپے

ملنے کا پتہ

- ڈاکٹر اشرف رفیع' مکان نمبر 156-7-17 یاقوت پورہ حیدرآباد
- الیاس ٹریڈرس شاہ علی بنڈہ حیدرآباد اے' پی
- حسامیہ بک ڈپو' مچھلی کمان حیدرآباد
- انجمن ترقی اردو بک ڈپو اردو ہال حمایت نگر حیدرآباد

- دائرہ الکٹرک پریس' حیدرآباد

دکنی کی مایۂ ناز محقق

پروفیسر سیّدہ جعفر

کے نام

بصد خلوص

فہرست

صفحات

	صفحات
۱۔ مقدمہ	۵
۱۔ انتخاب مثنوی کدم راؤ پدم راؤ	۱
۲۔ 〃 یوسف زلیخا	۱۲
۳۔ 〃 قطب مشتری	۳۱
۴۔ 〃 سیف الملوک و بدیع الجمال	۴۹
۵۔ 〃 ماہ پیکر	۶۳
۶۔ 〃 پھولبن	۸۷
۷۔ 〃 گلشن عشق	۱۱۰
۸۔ 〃 علی نامہ	۱۳۱
۹۔ فرہنگ	۱۴۵ تا ۱۷۶

مقدمہ

عربی میں "مثنوی" کا مادہ ثنیٰ ہے۔ جس کے معنیٰ "دو" کے ہیں۔ چونکہ مثنوی کے ہر شعر ہم قافیہ و ہم ردیف ہوتا ہے اس لئے شعر کے دونوں مصرعوں کا خیال کر کے اس صنف کا نام مثنوی رکھا گیا۔ مثنوی کے لئے کچھ بحریں مختص ہیں مثلاً

۱۔ فعولن فعولن فعولن فعل بحر متقارب مثمن محذوف الآخر

۲۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلن / فاعلان ۔ بحر رمل مسدس محذوف

۳۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلات / فعلاتن بحر رمل مسدس مخبون

۴۔ مفاعیلن مفاعیلن فعولن / مفاعیل ــ بحر ہزج مسدس محذوف الآخر

۵۔ مفعول مفاعلن فعولن / مفاعیل ــ بحر ہزج مسدس مقبوض

۶۔ فعولن فعولن فعولن فعل ــ بحر خفیف مسدس محذوف

۷۔ مفتعلن مفتعلن فاعلن / فاعلات ــ بحر سریع مسدس محذوف

اُردو کی اکثر و بیشتر مثنویاں بحر متقارب مثمن محذوف الآخر میں ہیں۔ دکنی کی اکثر مثنویاں بھی اسی بحر میں ہیں۔

الطاف حسین حالیؔ نے تمام اصناف سخن میں مثنوی کو "کارآمد صنف" بتلایا ہے یہ ایک ایسی صنف سخن ہے جس میں تقریباً تمام اصناف سخن کا لطف آجاتا ہے۔ اس میں غزل رباعی قطعات، قصائد بھی ملتے ہیں اور موضوعاتی شاعری کا ربط و تسلسل بھی ملتا ہے۔

مثنوی میں شاعر کو کئی باتوں کا لحاظ رکھنا پڑتا ہے۔ چونکہ مثنوی میں کسی واقعہ یا قصہ کو پیش کیا جاتا ہے اس لئے مثنوی نگار کے لئے ضروری ہے کہ وہ قصہ گوئی کے اصول و شرائط کو پیش نظر رکھے۔ قصہ گوئی کی اولین شرط واقعہ کا تسلسل ہے اس لئے مثنوی میں ارتباطِ خیال لازمی ہے۔ ربط اور تسلسل کے لئے پلاٹ کی ترتیب اہمیت رکھتی ہے پلاٹ اس طرح ترتیب دیا جائے جس سے قصہ فطری انداز میں آگے بڑھتا رہے اس کے لئے شاعر کو قصہ کے آغاز، عروج اور انجام میں ڈرامائی تاثر پیدا کرنا پڑتا ہے۔ یہ ڈرامائی تاثر حیرت، کش مکش اور انسانی تجربات اور خیالات اور جذبات کے اظہار سے پیدا ہوتا ہے۔ مثنوی کی زبان کا سادہ سلیس

اور پُر لطف ہونا ضروری ہے ورنہ قصہ میں دلچسپی باقی نہیں رہ سکتی۔

اردو میں باضابطہ مثنوی نگاری کا آغاز بہمنی دور سے ہوتا ہے اس سے پہلے شمالی ہند میں صوفیائے کرام کی لکھی ہوئی کچھ نظمیں مثنوی کے فارم میں ملتی ہیں۔ مثنوی کے ان ابتدائی نمونوں میں کوئی قصہ یا کہانی نہیں ہوتی تھی بلکہ مذہبی اور صوفیانہ خیالات یا پند و نصائح پیش کئے جاتے تھے۔ نویں صدی ہجری کے اواخر میں قطبن کے یہاں "مرگاوتی" کے نام سے ایک نظم ملتی ہے۔ جسے ہم شمالی ہند میں مثنوی کا پہلا نمونہ کہہ سکتے ہیں۔

دکنی کے شاعروں نے مثنوی کی صنف پر خصوصی توجہ کی۔ اپنے ابتدائی زمانے ہی سے اردو مثنویاں خیالات، موضوعات اور اسالیب کے لحاظ سے متنوع ملتی ہیں۔ ان میں مذہبی مثنویاں بھی پائی جاتی ہیں، رزمیہ اور بزمیہ بھی۔ علاءالدین خلجی اور پھر محمد تغلق کے زمانہ میں علماء اور صوفیا کی ایک بڑی تعداد شمالی ہند سے دکن آکر آباد ہو گئی تھی رُشد و ہدایت اور تعلیم و تربیت کی خاطر انہوں نے عربی اور فارسی کو ترک کر کے یہاں کی عوامی زبان میں تصنیف و تالیف کا سلسلہ شروع کیا

۷۴۸ھ م ۱۳۴۷ء میں بہمنی سلطنت کے قیام کے بعد بہمنی بادشاہوں نے سیاسی استحکام اور ملکی انتظامات کے ساتھ ساتھ علم و ادب کے فروغ میں بھی دلچسپی لی۔ محمد شاہ بہمنی (۱۳۷۸ تا ۱۳۹۷) نے حافظ شیرازی کو دکن آنے کی دعوت دی تھی۔ فیروز شاہ بہمنی (۱۳۹۷ تا ۱۴۲۲ء) کے عہد میں بہت سے علماء و صوفیا دکن آئے جن میں حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز بھی شامل ہیں۔ احمد شاہ بہمنی (۱۴۲۲ تا ۱۴۳۵) کے دورِ حکومت میں شیخ آذری نے بہمنی نامہ تصنیف کیا۔ بہمنی دور ہی میں شمالی ہند سے آئی ہوئی زبان دکن کے لسانی اور تہذیبی ماحول میں نشوونما پاکر اپنی ایک الگ شناخت بنا رہی تھی جسے آگے چل کر دکنی کا نام دیا گیا اس زبان میں سب سے پہلی جو مثنوی ہمیں ملتی ہے وہ فخر دین نظامی بیدری کی مثنوی "کدم راؤ پدم راؤ" ہے یہ مثنوی احمد شاہ ولی بہمنی کے عہد (۸۲۵ھ - ۸۳۸ھ م ۱۴۲۲ء - ۱۴۳۵) میں لکھی گئی۔ احمد شاہ ولی بہمنی سلطنت کا نواں بادشاہ تھا۔ مثنوی کدم راؤ پدم راؤ ایک عشقیہ داستان ہے۔ دوسری مثنوی اشرف کی نوسرہار (۹۰۹ھ) کی تصنیف ہے اور اس میں امام حسینؑ کی شہادت اور واقعہ کربلا کو نظم کیا گیا ہے۔ بہمنی سلطنت کے دورِ انتشار میں شاہ میراں جی شمس العشاق کی تین

خوش نغز، اور معز مرغوب ملتی ہیں۔ ان نظموں میں شاہ میراں جی خدا نمانے تمثیلی انداز میں تصوف اور معرفت کے مسائل سمجھائے ہیں۔ معز مرغوب میں تصوف کے اعلیٰ منازل اور نکات کی تشریح کی گئی ہے بہمنی دور کی ان مثنویوں کا اگر جائزہ لیں تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس دور میں مذہبی مثنویوں کا عام رواج رہا ہے

۱۵۲۷ء میں بہمنی سلطنت کے خاتمہ کے بعد بیجاپور میں عادل شاہی، گولکنڈہ میں قطب شاہی، احمد نگر میں نظام شاہی، بیدر میں برید شاہی اور برار میں عماد شاہی سلطنتیں قائم ہو گئیں مغلوں کے مسلسل حملوں کے باعث آخری تین سلطنتیں زیادہ عمر نہ پا سکیں۔

۸۹۵ھ م ۱۴۹۰ء میں یوسف عادل شاہ نے اپنی خود مختاری کا اعلان کر کے عادل شاہی سلطنت قائم کی اور بیجاپور کو اپنا پایہ تخت بنایا اس حکومت کے سب ہی بادشاہ علم و ادب کی سرپرستی کرتے تھے اور وہ خود بھی شاعر ادیب اور فن کار تھے۔ عادل شاہی دور میں بہت سے علماء اور فضلاء مورخ اور شعراء عرب و ایران سے بیجاپور آئے۔ ابراہیم عادل شاہ ثانی (۹۸۸ - ۱۰۳۷ ھ م ۱۵۸۰ - ۱۶۲۷) کے دور حکومت میں دکنی زبان کو بڑا فروغ حاصل ہوا۔ بادشاہ کے دربار میں عالم و فاضل مصاحبین ہمیشہ موجود رہتے تھے ابراہیم خود بھی شاعری خطاطی اور خصوصاً فنِ موسیقی میں بڑا کمال رکھتا تھا اس کے عہد میں مثنوی نگاری کو بڑا فروغ حاصل ہوا۔ دکنی کے بیجاپور اسکول میں عبدل، امین مقیمی، صنعتی ملک خوشنود حسن شوقی رستمی اور نصرتی جیسے شعراء نے اپنے بے نظیر شعری و ادبی کارنامے چھوڑے ہیں۔ عبدل کا ابراہیم نامہ، امین کی بہرام و حسن بانو مقیمی کی چندر بدن و مہیار، صنعتی کی قصہ بے نظیر، ملک خوشنود کی جنت سنگھار حسن شوقی کی مثنوی فتح نامہ نظام شاہ، رستمی کا خاور نامہ اور نصرتی کی گلشن عشق علی نامہ اور تاریخ اسکندری عادل شاہی دور کی مشہور و معروف مثنویاں ہیں عبدل نے "ابراہیم نامہ" بادشاہ کی فرمائش پر منظوم کیا جس میں ابراہیم عادل شاہ کو ایک جامع صفات شخصیت کے طور پر پیش کیا ہے۔ یہ مثنوی ایک لحاظ سے نیم تاریخی سوانح ہے جو اس دور کے تہذیبی سماجی اور ادبی موضوعات کا احاطہ کرتی ہے۔ اسی سے اس مثنوی کی اہمیت بہت بڑھ جاتی ہے۔ شاعر کو اس مثنوی میں کئی باتوں کا لحاظ رکھنا ضروری تھا سب سے پہلے تو بادشاہ کی خوشنودی، دوسرے بادشاہ خود اس مثنوی کا ہیرو ہے جس کی ذات و صفات کے

بیان میں زبان اور قلم کی جنبش بے مہار نہیں ہو سکتی۔ تیسرے اس دور کی تاریخ اور تہذیب طرز معاشرت، رقص و موسیقی فن تعمیر اور شاہی دربار اور مجلسی آداب لباس زر زیور سب کو اپنی گرفت میں لیتا تھا اور پھر فن شعر میں بھی اپنا کمال دکھاتا تھا۔ عبدل نے اس مثنوی میں "امولک رتن" سجا دیئے ہیں۔ اس مثنوی میں شاعر نے ہندی اسلوب کی جگہ فارسی کو دینے کی کوشش کی ہے اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ اسے جس شخصیت کا اظہار کرنا تھا اور جس دور کی تاریخ اور تہذیب پیش کرنا تھا اس کے لئے ہندی اسلوب سبک پڑتا تھا شاعر نے اس مثنوی میں جگہ جگہ قصیدہ آرائی بھی کی ہے جس کے لئے فارسی آہنگ اور اسلوب کا سہارا ضروری تھا۔

کمال خاں رستمی کا "خاور نامہ" چوبیس ہزار اشعار پر مشتمل ایک طویل مثنوی ہے یہ ایک فرضی داستان ہے جس میں ۲۲۲ ابواب آتے ہیں فارسی خاور نامہ ابن حسام نے (۸۷۵ھ م ۱۴۷۰) میں شاہنامہ فردوسی کے اتباع میں لکھا تھا اس کے تقریباً پونے دوسو سال بعد سنہ (۱۰۵۰ھ م ۱۶۴۰ء) میں رستمی نے فارسی خاور نامہ کو سامنے رکھ کر اس کا دکنی ترجمہ کیا ہے۔ یہ ادبی کام ملکہ خدیجہ سلطان کی فرمائش پر ہوا تھا رستمی نے دیڑھ سال کے عرصہ میں اس ترجمہ کو مکمل کیا جس کے صلہ میں ملکہ نے اسے انعام واکرام عطا کیا یہ ترجمہ آزاد نہیں ہے بلکہ پابند ہے۔ اس کا قصہ داستان امیر حمزہ سے ملتا جلتا ہے مگر اس مثنوی کا مرکزی کردار حضرت علیؓ ہیں۔

خاور نامہ داستانی انداز کا ایک رزمیہ مثنوی ہے جس میں مذہبی رنگ کے ساتھ ساتھ مختلف کیفیات جذبات و احساسات ایقان اور اعتماد کی عکاسی کی گئی ہے طویل مثنوی ہونے کے باوجود خاور نامہ (دکنی) کے زبان و بیان میں دلکشی اور دلفریبی ربط اور تسلسل ہے خاور نامہ دکنی ذخیرۂ الفاظ کا ایک خزانہ ہے۔

صنعتی محمد عادل شاہ کے دور (۱۰۳۷ھ - ۱۰۶۷ ام ۱۶۲۸ - ۱۶۵۶) کا شاعر ہے "قصۂ بے نظیر" میں اس نے محمد عادل شاہ کی مدح کی ہے۔ خاور نامہ کی مقبولیت کی وجہ سے اس دور کے شاعروں میں مثنوی بڑی مقبول صنف سخن تھی صنعتی کو جب اس بات کا شدید احساس ہوا کہ اسے عمر یوں ہی گنوادی اور کوئی قابل قدر کارنامہ انجام دیا اور نہ ہی اپنی کوئی یادگار چھوڑی سے تو اس نے مثنوی

لکھنے کی ٹھان لی۔ قصہ بے نظیر (۱۰۵۵م ۱۶۴۵ء) میں حضرت تمیم انصاری کے حالات و واقعات لکھے ہیں یہ عجیب وغریب بلکہ [illegible] فرضی واقعات ہیں۔
جو مثنوی کی داستانوی کی فضا کو تو سنوارتے ہیں لیکن حضرت تمیم انصاری کے سوانح سے کوئی تعلق نہیں رکھتے۔ صنعتی کا کمال یہ ہے کہ اس نے بہت کچھ خیالی اور فرضی واقعات کو اپنے حسن بیان، زور کلام اور اسلوب اور آہنگ سے صداقت کا رنگ دے دیا ہے۔

ملک خوشنود خدیجہ سلطان کے جہیز میں گولکنڈہ سے بیجاپور آیا تھا اپنی ذاتی قابلیت سے اس نے سلطان بیجاپور کا تقرب حاصل کیا اور گولکنڈہ میں بیجاپور کی سفارت بھی انجام دی۔ ساتھ ہی ساتھ ملک خوشنود اس دور کا ایک ممتاز شاعر تھا۔ سلطان محمد عادل شاہ کی فرمائش پر اس نے امیر خسرو کی یوسف زلیخا اور ہشت بہشت کو دکنی میں منتقل کیا ہے جنت سنگھار امیر خسرو کی فارسی کی مثنوی ہشت بہشت کا دکنی میں آزاد ترجمہ ہے۔ یہ مثنوی ۱۰۵۰ھ م ۱۶۴۰ میں مکمل ہوئی۔
ملک خوشنود نے اپنے ایک شعر میں اس کا نام خود جنت سنگھار لکھ دیا ہے ؎

امو لک نے بدل جیوں زرنگار ہے ؛ جم اس کا ناوں سو جنت سنگھار ہے

یہ مثنوی امیر خسرو کی ہشت بہشت کا شعر بہ شعر ترجمہ ہے جو آگے چل کر [illegible] آزاد ترجمہ ہوتا جاتا ہے جنت سنگار ایک معرکتہ الآرا فارسی کارنامہ کا ترجمہ ہے مگر ملک خوشنود اس کے ساتھ انصاف نہ کر سکا شاید اس کی شاعرانہ طبیعت ترجمہ کی پابندی نہیں کر سکتی تھی اس لیے مثنوی کے آغاز میں لکھی حمد نعت اور منقبت میں شاعر نے اپنا کمال دکھایا ہے اس مثنوی کا اہم کردار شاہ بہرام ہے۔ شاہ بہرام گور کے بارے میں دکنی میں دو مثنویاں لکھی گئی ہیں۔ دوسری مثنوی " بہرام وحسن بانو" کے عنوان سے امین نے نظم کی ہے جسے امین کی وفات کے بعد (۱۰۵۰م ۱۶۳۹ء) میں ایک دوسرے شاعر دولت نے مکمل کیا۔ امین نے مقیمی کی چندر بدن ومہیار سے متاثر ہو کر بہرام گور اور حسن بانو لکھنی شروع کی تھی ؎

یکایک میرے دل پر آیا خیال ؛ قصہ یک لکھوں میں مقیمی مثال

یہ ایک عشقیہ مثنوی ہے جس میں رزم و بزم کی مختلف کیفیات قلمبند کی گئی ہیں۔ اسکا

قصہ دلچسپ اور رنگین ہے۔ اس مثنوی کی زبان فارسی اسلوب سے قریب تر ہے
فتح نامہ نظام شاہ حسن شوقی کی ایک رزمیہ مثنوی ہے جو جنگ تالیکوٹ
کی فتح (۹۷۲ھ م ۱۵۶۵ء) کے موقع پر تصنیف ہوئی ہے اس مثنوی میں حسین نظام
شاہ کو ایک فاتح کی حیثیت سے پیش کیا گیا ہے۔ "فتح نامہ" میں فنِ جنگ کے بارے میں
بہت سی معلومات اکٹھا کر دی گئی ہیں۔ یہ مثنوی ایک تاریخی مثنوی ہے۔ جس میں اس زمانے
کے سیاسی تہذیبی اور معاشرتی حالات کی عکاسی کی گئی ہے۔ اس مثنوی کے مطالعہ
سے شوقی کی قادر الکلامی کا اندازہ ہوتا ہے۔ حسن شوقی کی دوسری مثنوی 'میزبانی
نامہ' ہے جو سلطان محمد عادل شاہ کی شادی کے موقع پر لکھی گئی ہے۔ اس مثنوی میں
اس دور کے سماجی اور تہذیبی نقش و نگار ابھرتے ہیں۔

اس مثنوی میں حسن شوقی نے زبان و بیان کا بڑا کمال دکھایا ہے۔ سنہ
۱۰۳۷ھ - ۱۰۵۰ھ کے درمیان مقیمی نے مثنوی چندر بدن و مہیار لکھی۔ اس کا قصہ
اس زمانے میں بہت مشہور تھا اس قصہ کے متعلق شاہ تجلی نے تزک محبوبیہ میں لکھا
ہے کہ سیسور کے راستہ میں انہوں نے ایک ایسی قبر دیکھی جس پر دو تعویذیں تھیں
دریافت کرنے پر لوگوں نے ایک ایسا قصہ سنایا جیسا کہ چندر بدن و مہیار کا ہے
قصہ کی ندرت نے مثنوی میں تجسس اور شوق کو آگے بڑھایا ہے قصہ
خالص عشقیہ ہے شاعر نے ساری توجہ قصہ پر صرف کی ہے اس کے باوجود
مثنوی میں جذبات، احساسات اور شاعرانہ تخیل کی فراوانی ہے۔

اس قصہ کی دکن میں مقبولیت کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے
کہ محمد باقر آگاہ کی مثنوی "غرقاب عشق" سید محمد والہ کی مثنوی "طالب وموہنی"
کا قصہ بھی چندر بدن و مہیار سے ملتا جلتا ہے۔ میر کی مثنوی "دریائے عشق" اور
مصحفی کی "بحر المحبت" بھی کچھ اس سے ملتی جلتی مثنویاں ہیں۔ چندر بدن و مہیار میں
دو تہذیبوں کی آمیزش ہے اسی لحاظ سے فارسی اور ہندوی دو اسالیب کا امتزاج بھی
ملتا ہے۔

عادل شاہی دور کے آخری زمانے میں نصرتی جیسا ماہر رزم و بزم شاعر پیدا
ہوا جس نے ایک رزمیہ مثنوی گلشن عشق نظم کی اور ایک رزمیہ مثنوی علی نامہ لکھی جس کے

بعد ایک تاریخی مثنوی بعنوان تاریخ اسکندری منظوم کی

شیخ احمد گجراتی کے بیٹے محمد بن عاجز نے یوسف زلیخا (۱۰۴۴ھ م ۱۶۳۴) اور لیلیٰ مجنوں (۱۰۴۶ ام ۱۶۳۶) دو اہم مثنویاں لکھیں۔ یوسف زلیخا سلطان محمد عادل شاہ کے ملاحظہ میں پیش کی گئی تھی۔ عاجز کی مثنوی یوسف زلیخا کی ترتیب وہی ہے جو شیخ احمد گجراتی کی مثنوی کی ہے۔ احمد گجراتی کی مثنوی قطب شاہی عہد کی پہلی مثنوی ہے عاجز کی مثنوی اس سے تقریباً نصف صدی بعد کی ہے اس لئے اس میں زبان اور اسلوب کی صفائی زیادہ ہے۔

عاجز کی دونوں مثنویاں مختصر، رواں اور فارسی اسلوب سے قریب تر ہیں۔ ان دونوں مثنویوں کے کردار عربی ہیں لیکن عاجز نے انہیں ہندوستانی تہذیب اور ماحول میں پیش کیا ہے۔ عاجز اور مقیمی کی مثنوی کے طرز نے بیجاپور کی مثنویوں کو اسلوب کے اعتبار سے قطب شاہی مثنویوں سے قریب کر دیا۔ دراصل یہ تبدیلی غواصی کی مثنوی سیف الملوک و بدیع الجمال کے بعد ہی سے بیجاپور میں محسوس ہونے لگی ہے جبکہ غواصی بہ حیثیت سفیر گولکنڈہ سے بیجاپور گیا تھا۔

شاہ امین الدین علی اعلیٰ برہان الدین جانم کے فرزند اور خلیفہ تھے آپ نے سلوک و معرفت کے موضوعات میں نثر اور نظم میں کئی رسائل لکھے۔ حضرت شاہ امین الدین اعلیٰ سے کئی مثنویاں منسوب ہیں۔ ان میں "رموز السالکین" "نظم وجودیہ" اور "نظم تہجیہ" شامل ہیں میراں ہاشمی بیجاپور کے آخری زمانے کا ایک مشہور شاعر ہے۔ یہ بڑا پرگو شاعر تھا اس کی ایک مثنوی "یوسف زلیخا" مشہور ہے۔ اسی زمانہ کا ایک اور شاعر ایاغی تھا جسنے زیادہ تر مذہبی نظمیں لکھی ہیں اس کی ایک مثنوی "نجات نامہ" ہے۔ سکندر عادل شاہ کے دور انتشار میں جو عادل شاہی عہد کا آخری حکمراں تھا دو اور مشہور شاعروں کے نام آتے ہیں ایک سیوا جس نے فارسی مثنوی روضۃ الشہدا کو اردو میں نظم کیا اور دوسرا مومن جس نے "عشق نامہ" میں حضرت سید محمد جونپوری کے حالات لکھے ہیں۔

قطب شاہی عہد حکومت ۹۲۴ھ م ۱۵۱۸ئ سے شروع ہوتا ہے قطب شاہی بادشاہوں نے دکنی زبان و ادب کی دل کھول کر خدمت کی۔ گولکنڈہ کے شاعروں

نے ہر صنف سخن میں طبع آزمائی کی ہے خاص طور پر مثنویوں میں قطب شاہی شاعروں
نے بڑے اہم کارنامے انجام دیئے ہیں۔ یہ مثنویاں زیادہ تر مذہبی عشقیہ اور رزمیہ
ہی ہیں۔ اس دور کے آغاز میں محمود، ملا خیالی اور فیروز کے نام ملتے ہیں۔ لیکن مثنوی
کے میدان میں ان کے کوئی کارنامے دستیاب نہیں ہیں فیروز کا "پرت نامہ" پروفیسر مسعود حسین
خاں نے ترتیب دے کر شائع کر دیا ہے پرت نامہ میں فیروز نے حضرت شیخ عبدالقادر
جیلانی کی منقبت اور اپنے مرشد شیخ ابراہیم مخدوم کی مدح کی ہے۔ پروفیسر مسعود حسین
خاں کی رائے میں پرت نامہ کوئی اہم کارنامہ نہیں ہے۔ قطب شاہی عہد کی سب
سے پہلی مثنوی جو اب تک دریافت ہوئی ہے وہ احمد گجراتی کی "یوسف زلیخا" ہے
اس مثنوی کو پروفیسر سیدہ جعفر نے مرتب کر کے سنہ ۱۹۸۳ء میں شائع کر دیا ہے۔ شیخ
احمد گجراتی کی دوسری مثنوی لیلیٰ مجنوں ہے۔

شیخ احمد گجراتی محمد قلی قطب شاہ کے زمانہ میں گجرات سے گولکنڈہ آیا تھا
اس کا ذکر تفصیل سے بعد میں آئے گا۔ لیلیٰ مجنوں اور یوسف زلیخا کے بعد محمد قلی قطب
شاہ کے عہد میں ہی بادشاہ کے انتقال سے دو سال قبل وجہی نے قطب مشتری لکھی
لکھی جو اپنے موضوع اور اسلوب کی وجہ سے دکنی کی اہم مثنوی سمجھی جاتی ہے
سنہ ۱۶۱۱ء میں محمد قلی قطب شاہ کے انتقال کے بعد اس کا بھتیجا اور داماد محمد قطب
شاہ تخت نشین ہوا۔ محمد قطب شاہ نے ہی محمد قلی قطب شاہ کے کلیات مرتب کیا۔ یہ
بڑا متقی بادشاہ گزرا ہے ۱۰۳۵ھ م ۱۶۲۵ء میں محمد قطب شاہ کے فرزند عبداللہ
قطب شاہ نے حکومت کی باگ ڈور سنبھالی۔ عبداللہ قطب شاہ بڑا علم دوست بادشاہ
تھا اور خود بھی شاعر تھا۔ دکنی نثر کا پہلا لازوال نثری کارنامہ "سب رس" اسی کے
عہد میں وجہی نے انجام دیا۔ ایران کے بڑے بڑے علماء عبداللہ قطب شاہ کے
دربار سے وابستہ تھے۔ اور دکنی کے نامور شاعر وجہی غواصی ابن نشاطی
جنیدی طبعی حضرت شاہ راجو حسینی اسی دور میں فکر سخن اور نظم نگاری میں مصروف
تھے۔ غواصی نے اسی عہد میں تین مثنویاں سیف الملوک و بدیع الجمال مینا ستونتی اور
طوطی نامہ لکھیں۔ وجہی کی مثنوی قطب مشتری نے گولکنڈہ میں اپنا مقام بنا لیا تھا تو
غواصی کی مثنوی سیف الملوک و بدیع الجمال (منظومہ ۱۶۲۵ء) نے شعرائے بیجاپور

(دوسری)
سے بھی اپنا لو ہا منوالیا یہ مثنوی قصہ الف لیلہ سے ماخوذ ہے۔غواصی کی مثنوی
مینا ستونتی ہے جو ایک فارسی داستان کا ترجمہ ہے اس مثنوی کی خصوصیت یہ
ہے کہ اس کے کردار ہندو ہیں لیکن اپنے اندازِ فکر اور طرزِ معاشرت میں مسلمان ہیں
اس میں خصوصیت سے عورتوں کی زبان ان کے محاورے اور ان کے مختلف کردار ملتے
ہیں۔ غواصی کی تیسری مثنوی طوطی نامہ ضیاء الدین نخشبی کی تصنیف فارسی طوطی نامہ
سے ماخوذ ہے یہ مثنوی بھی عبداللہ قطب شاہ کے عہد میں ۱۶۳۹ء میں لکھی گئی۔
اس مثنوی کی زبان غواصی کی پچھلی دونوں مثنویوں سے زیادہ منجھی ہوئی ہے۔ اسی
زمانے میں ابن نشاطی نے اپنی مثنوی پھول بن منظوم کی جو بساتین الانس سے ماخوذ ہے
یہ ایک عشقیہ مثنوی ہے اسی دور کے ایک اور شاعر احمد جنیدی نے ماہ پیکر (۱۶۵۳ء)
کے نام سے ایک مثنوی تصنیف کی یہ بھی ایک عشقیہ داستان ہے جس میں اسلامی ماحول
چھایا ہوا ہے۔ غواصی کی مینا ستونتی کو اپنے زمانے میں بڑی شہرت حاصل ہوگئی تھی
کئی شاعروں نے اس قصہ کو نظم کیا ہے مہدوی نے مینا ولورک کے نام سے ایک مثنوی
۱۶۶۹ء میں قلمبند کی اس مثنوی کی زبان غواصی کی زبان سے زیادہ نکھری ستھری ہے
قطب شاہی عہد کا آخری تاجدار ابوالحسن تانا شاہ ۱۶۷۲ء میں تخت نشین ہوا
اس دور کی دستیاب مثنویاں عبداللہ قطب شاہ محمد قلی قطب شاہ کے عہد کی مثنویوں
کے مقابل بہت کمزور ہیں۔ اس دور کا اہم شاعر طبعی ہے اس نے مثنوی
"بہرام و گل اندام" ۱۶۷۰ء میں رقم کی یہ شاہ بہرام گور کو موضوع سخن بنانے
والی تیسری دکنی مثنوی ہے۔ پہلی مثنوی امیر خسرو کی ہشت بہشت کا دکنی ترجمہ ملک خوشنود
کی جنت سنگھار اور دوسری امین کی "بہرام و حسن بانو" ہے۔ یہ دونوں مثنویاں
عادل شاہی دور کی یادگار ہیں طبعی نے نظامی کی ہفت پیکر کا سہارا لیا ہے۔
'بہرام و گل اندام' اس دور کی بہترین مثنوی کہی جا سکتی ہے جس کی فنی اور
ادبی سطح بہت بلند ہے
اس دور کے ایک شاعر محب نے "معجزہ فاطمہ" ایک مثنوی لکھی۔
محب کا ہمعصر ایک عالم شاعر شیخ داؤد ضعیفی بھی تھا اس نے زیادہ تر مذہبی
کتابیں لکھی ہیں اس کی مثنوی ہدایات الہندی ایک مذہبی مثنوی ہے جس میں قرآن

اور حدیث کی روشنی میں تصوف کے مسائل سمجھائے گئے ہیں قطب شاہی عہد کے آخری زمانے میں سیوکؔ نے جنگ نامہ محمد حنیف کے نام سے ایک طویل مثنوی لکھی۔ اسی کے آس پاس دو اور مذہبی مثنویاں لکھی گئیں ایک قادریؔ کی طویل مثنوی قصص الانبیاء اور اولیا کی قصہ ابو شحمہ ہے۔ ابوالحسن تانا شاہ کے زمانے میں جو مثنویاں لکھی ہیں ان میں مذہبی مثنویاں زیادہ ہیں آخر میں ایک عشقیہ مثنوی فائز کی رضوان شاہ و روح افزا (۱۶۸۲ء) میں ملتی ہے جس کا قصہ قدیم عشقیہ داستانوں سے ملتا جلتا ہے۔ یہ قطب شاہی عہد کی آخری مثنوی ہے اور دکنی اردو کو ریختہ سے ملانے والی پہلی مثنوی ہے۔ اس مثنوی سے قبل تمام مثنویوں کے عنوانات دکنی یا فارسی شعر میں لکھے گئے ہیں۔ لیکن رضوان شاہ اور روح افزا میں فائز نے عنوانات اردو نثر میں دیے ہیں یہ اس کی جدت ہے۔ اس دور میں مذہبی مثنویوں کی کثرت سے اس ذہنیت کا پتہ چلتا ہے کہ دورِ انتشار میں شاعر عام زندگی سے فرار چاہتا ہے اور اس میں مذہبی رجحانات بڑھ جاتے ہیں۔

دکن میں بہمنی سلطنت کے زوال کے بعد جو پانچ ریاستیں قائم ہوئیں ان میں عادل شاہی اور قطب شاہی دو دکنی سلطنتوں کو لسانی اور ادبی اعتبار سے زبردست اہمیت حاصل ہے۔ ان حکومتوں کے بادشاہ ذی علم، صاحب ذوق فنونِ لطیفہ کے شیدائی، علم موسیقی کے ماہر اور علم و فن اور شعر و ادب کے سرپرست تھے۔ کئی شاعر ان کے دربار سے وابستہ تھے۔ بیجاپور اور گولکنڈہ میں ہر صنفِ سخن میں ان شاعروں نے طبع آزمائی کی۔ بیجاپور میں نسبتاً زیادہ مثنویاں لکھی گئیں۔ مگر بیجاپور کی مثنویوں کو سمت و راہ دکھانے والی مثنویاں گولکنڈہ میں لکھی گئیں۔ مثلاً غواصی کی مثنوی سیف الملوک و بدیع الجمال نے مقیمی کو چندر بدن و مہیار لکھنے پر اکسایا۔ مقیمی اس کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتا ہے ؎

تتبع غواصی کا باندیا ہوں میں　　　　سخن مختصر لیا کے ساندیا ہوں میں

مقیمی کی اس مثنوی نے بیجاپور کی مثنویوں کے اسلوب و آہنگ کو بہت متاثر کیا یہاں سے فارسی کا اثر بیجاپور کی مثنویوں میں نمایاں نظر آتا ہے اس سے پہلے بیجاپور کا ادب ہندی بلکہ سنسکرت الفاظ اور ہندو ضمنیات سے قریب تھا اس کی ایک وجہ

لتی یہ تھی کہ بیجاپور کے شاعر شمالی ہند میں مروج فارسی لسان و ادب اور اس کے اثرات سے محفوظ رہنا چاہتے تھے ان میں سے زیادہ تر وہ لوگ تھے جو بہمنی عہد میں شمال سے آئے تھے مگر آفاقی کے بجائے دکنی کہلانا پسند کرتے تھے اس لئے بہمنی دور میں اور عادل شاہی دور میں وقتاً فوقتاً دکنی اردو سرکاری زبان رہی جس پر مقامی اثرات زیادہ رہے۔ دوسری وجہ یہ کہ عادل شاہی سلطنت کے بانی یوسف عادل شاہ نے بیجاپور کے ایک زمیندار مکند رائے کی لڑکی بوبوجی خاتون سے شادی کی تھی۔ اس طرح مشترکہ تہذیب اور زبان کو اس عہد میں اپنے آغاز ہی سے فروغ ہوا۔ ابراہیم عادل شاہ ثانی کے بارے میں تاریخوں میں لکھا ہے کہ وہ فارسی جانتا تھا مگر بولتا نہیں تھا اس کے برخلاف اسے ہندی زبان، ہندو دیومالا اور ہندوستانی موسیقی سے بڑا گہرا لگاؤ تھا۔ اس نے ہندوستانی اور ایرانی موسیقی کے امتزاج سے کئی راگ راگنیاں ترتیب دیں۔ اسے سرسوتی سے بڑی عقیدت تھی۔ ایک دنیا اسے جگت گرو کہتی تھی۔ اس کے بیشتر گیتوں میں سرسوتی، اندر، شیو، پاربتی، گنیش، رام کشن اور لکشمن کا بار بار ذکر آتا ہے۔ دوسری عظیم دکنی سلطنت گولکنڈہ کے بادشاہ قراقوینلو قبیلہ کے ترکی النسل تھے۔ ان کے دربار میں ایران سے آئے ہوئے مشہور و ممتاز عالم فاضل مثلاً پیشوائے سلطنت میر محمد مومن استرآبادی اور وزیراعظم علامہ ابن خاتون آملی۔ مرزا محمد سعید میر جملہ بھی تھے۔ ملا علی بن طیفور اور حسین آملی حکومت میں اہم عہدوں پر فائز تھے۔ یہاں کی تہذیب پر ایرانی اثرات نمایاں طور پر نظر آتے ہیں دبستان گولکنڈہ کے ادب اور خاص طور پر مثنویوں میں بیرالکری الفاظ کے ساتھ عربی اور فارسی الفاظ کثرت سے ملتے ہیں اسالیب آہنگ اور عروض بھی فارسی ہی ہے جبکہ عادل شاہی دور کے اوائل میں ہندی اسلوب اور عروض کی طرف زیادہ رجحان ملتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ گولکنڈہ کی مثنویاں آج بھی آسانی سے پڑھی جاتی اور سمجھ میں آتی ہیں۔

شیخ احمد گجراتی کی یوسف زلیخا نظامی گنجوی کی فارسی مثنوی یوسف زلیخا کا ترجمہ ہے۔ دکنی کی اکثر مثنویاں طبعزاد ہیں یا تاریخی اور قرآنی قصص پر مبنی ہیں

غواصی نے گولکنڈہ اسکول میں سب سے پہلے آزاد ترجموں کو رواج دیا اور فارسی عربی اور ہندی کے ادبی کارناموں سے مواد حاصل کیا۔ غواصی کی مثنوی میناستونتی کا پلاٹ داؤد کی اودھی نظم "چینداین" سے لیا گیا ہے۔ مثنوی "سیف الملوک و بدیع الجمال" تھوڑی سی کمی و بیشی کے ساتھ الف لیلیٰ سے ماخوذ ہے۔ اس کی تیسری مثنوی 'طوطی نامہ' نخشبی کے فارسی طوطی نامہ پر مبنی ہے۔ جس کی اصل سنسکرت کی سپتا شتکا ہے۔ عاجز کی لیلیٰ مجنوں کی اصل بھی فارسی مثنوی ہے ملک خوشنود کی جنت سنگار امیر خسرو کی ہشت بہشت کا ترجمہ ہے۔ فارسی کی مشہور مثنویوں کی بنیاد پر ہی امین نے بہرام و حسن بانو اور طبعی نے بہرام و گل اندام لکھی۔ رستمی نے اپنی مثنوی 'خاور نامہ' ملکہ خدیجہ سلطان کی فرمائش پر ابن حسام کے خاور نامہ کو سامنے رکھ کر نظم کیا۔ ہندی سے ماخوذ مثنویوں میں نصرتی کی مثنوی "گلشن عشق" کو اہم مقام حاصل ہے۔ دکنی مثنویوں میں رزمیہ اور بزمیہ دونوں مثنویاں شامل ہیں۔ رزمیہ مثنویاں زیادہ تر تاریخی ہیں۔ ان مثنویوں میں تہذیبی عناصر کی بھی عکاسی ملتی ہے مثلاً حسن شوقی کی فتح نامہ نظام شاہ میزبانی نامہ اور نصرتی کا علی نامہ وغیرہ

عادل شاہی عہد کے ابتدائی دور کی مثنویاں مذہبی زیادہ ہیں۔ اور گولکنڈہ کے آخری بادشاہ ابوالحسن تانا شاہ کے عہد میں مذہبی مثنویاں زیادہ ملتی ہیں۔ دکن میں عشقیہ مثنویوں کی روایت بہت مضبوط ہے یہاں کی شعری فضا پر جذبۂ عشق کی کارفرمائی زیادہ نظر آتی ہے۔

دکنی مثنویوں میں دکنی تہذیب اور مقامی عناصر کی عکاسی کی گئی ہے۔ بیجاپور کی مثنویوں میں خاور نامہ (رستمی) قصص الانبیا (قدرتی) جنت سنگھار (ملک خوشنود) گلشن عشق (نصرتی) علی نامہ (نصرتی) یوسف زلیخا (ہاشمی) اور دبستان گولکنڈہ کی مثنویوں میں وجہی کی قطب مشتری، غواصی کی سیف الملوک و بدیع الجمال ابن نشاطی کی پھولبن، طبعی کی بہرام و گل اندام ایسی مثنویاں ہیں جن میں دکن کی تہذیب اور طرز معاشرت کے ایک ایک پہلو کو اجاگر کیا گیا ہے۔

دکنی مثنویوں میں شاہانہ طمطراق کے ساتھ ساتھ عوامی زندگی کے دکھ سکھ

کی بھی جھلک نظر آتی ہے۔ یہاں کے فنونِ لطیفہ اور یہاں کا ادب اس امر کی گواہی دیتے ہیں کہ دکنی تہذیب ہمیشہ سے قومی یکجہتی اور انسان دوستی کی مظہر رہی ہے۔ دکنی مثنویوں میں قدیم اساطیر اور ہندو دیومالا کا ایرانی روایات اور اسلامی عناصر کے ساتھ تال میل نظر آتا ہے۔ مثال کے طور پر مینا ستونتی کو پیش کیا جا سکتا ہے۔

دبستان گولکنڈہ کے مقابلہ میں دبستان بیجاپور کی مثنویاں زیادہ طویل ہیں اور یہاں قصوں پر زور دیا گیا ہے۔ گولکنڈہ کی مثنویاں فنی اعتبار سے زیادہ سلجھی ہوئی اور صاف ہیں۔ یہاں جزئیات نگاری کو بھی اہمیت دی گئی ہے۔

دکن کی مثنویوں میں حقیقت نگاری کا میلان ہے۔ قدرتی مناظر کی عکاسی جذبات نگاری، مشاہدات اور تجربات کے اظہار میں تصنع اور تکلف نہیں جس کی وجہ سے یہ مثنویاں گراں اور بوجھل نہیں معلوم ہوتیں۔ ان میں صفائی سادگی اور دلکشی آگئی ہے زبان اور الفاظ کے انتخاب اور استعمال میں بھی دکنی شعراء آزاد ہیں فارسی عربی الفاظ عام زندگی میں جس طرح بولتے ہیں اسی طرح نظم بھی کرتے ہیں۔ یعنی عربی فارسی الفاظ کے صحیح تلفظ اور املا کی بجائے عام بول چال کا صوتی نظام اور اسی کے مطابق آسان املا دکنی شاعری میں رائج تھا۔ اس میں کچھ شاعرانہ مجبوریوں اور ردیف قافیہ کی پابندیوں کا بھی دخل تھا۔ دکنی مثنویوں میں ہندوستانی عورت کا تصور کھل کر سامنے آتا ہے یہ عورت اردو کی عام مثنویوں کی طرح محض شرم و حیا کی پیکر اور حسن و محبت کی دیوی ہی نہیں بلکہ موقع و محل کی مناسبت سے بڑے بڑے مردانہ کام بھی کر جاتی ہے جیسے گلشنِ عشق میں رانی' بادشاہ کے غیاب میں حکومت کا سارا کاروبار سنبھالتی ہے۔ ماہ پیکر میں ماہ سیاہ لباس زیب تن کر کے پیکر کو دیکھنے کے لیے تن تنہا مردانہ وار نکل پڑتی ہے۔ مشتری کو مصوری سے دلچسپی ہے اور فنونِ لطیفہ میں خواتین کی دلچسپی اور مہارت کی کئی اور مثالیں بھی مل جاتی ہیں۔ شاعروں نے دکنی مثنویوں میں اخلاق اور

پند و نصیحت کی بھی گنجائش نکال لی ہے۔ خدا کا خوف، موت کا ڈر اور اس دنیا کے فانی ہونے کا احساس دلاتے ہیں تاکہ انسانیت اور اخلاق کے حدود سے تجاوز نہ ہونے پائے۔ مافوق الفطرت کردار اور محیرالعقول حالات بھی پیدا کرتے ہیں تاکہ قاری کی حیرت اور دلچسپی برقرار رہے۔ جو ان کے تخیل کی کارفرمائی کا نتیجہ ہے۔

دکنی مثنویوں کے ابواب اور ان کے عنوانات فارسی یا دکنی اشعار میں باندھے گئے ہیں فائز نے غالباً سب سے پہلے "رضوان شاہ اور روح افزا" میں ابواب کی سرخیاں دکنی نثر میں لکھی ہیں۔

دکنی مثنویوں میں واقعات اور روایات کی تکرار ملتی ہے۔ جیسے ایک بادشاہ ہوتا ہے جسے دنیا میں کسی چیز کی کمی نہیں۔ کمی ہے تو اولاد کی۔ نجومیوں رمالوں اور جوتشیوں کی پیشین گوئی کے مطابق اولاد ہوتی ہے اور اس کو بارہ سال یا چودہ سال میں کسی مصیبت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ یا پھر شہزادہ کسی دوشیزہ کو خواب میں دیکھ کر اپنا فریفتہ ہوتا ہے کہ سدھ بدھ گنوا بیٹھتا ہے۔ دلربا کی تلاش میں نکلتا ہے تو اسے راستے میں دیو پری، طوفان سحر اور جادو کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے کسی بزرگ کی دعا یا دوا کی بدولت مصیبت سے نجات ملتی ہے یا پریوں کی مدد شامل حال ہوتی ہے اور وہ منزل مقصود تک پہنچ جاتا ہے۔ دکنی مثنویاں عام طور پر طربیہ ہیں۔ دو ایک ایسی ہیں جن کا انجام المیہ ہے جیسے چندر بدن و مہیار۔ سنسنی خیزی اور مافوق الفطرت عوامل قصہ کی دلچسپی کو برقرار رکھتے ہیں اور ساتھ ساتھ زندگی کی دشواریوں کے تمثیلی اظہار کا کام دیتے ہیں۔

ان مثنویوں کے بیچ بیچ میں دیگر اصناف سخن جیسے غزل قصیدہ، رباعی اور قطعات کا لطف بھی آتا ہے جس کی وجہ سے مثنوی میں یکسانیت کی اکتاہٹ پیدا نہیں ہونے پاتی۔ دکنی زبان کے لسانی مطالعہ کے لئے دکنی مثنویاں بڑی ممد و معاون ہیں۔ ان مثنویوں سے مشترکہ تہذیب کے اثرات، انسان دوستی، اعلیٰ اقدار

عام انسانوں بادشاہوں درویشوں وغیرہ کی وسیع النظری اور زندگی کے دیگر مختلف پہلوؤں کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔

اس انتخاب میں آٹھ دکنی مثنویوں سے ایسا انتخاب پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے جن سے دکنی مثنویوں کی خصوصیات کا صحیح اندازہ ہوسکے اور یہ انتخاب ان مثنویوں کے عمدہ حصوں پر مشتمل ہے

مثنوی کدم راؤ پدم راؤ : دکنی ادب کی پہلی مثنوی ہمیں بہمنی دور میں ملتی ہے۔ یہ مثنوی کدم راؤ پدم راؤ ہے جسے فخر دین نظامی بیدری نے بہمنی خاندان کے نویں بادشاہ سلطان احمد شاہ ولی بہمنی (۱۴۲۲ - ۱۴۳۵ء) کے عہدِ حکومت میں لکھا ہے جس کی طرف مثنوی میں خود شاعر نے اشارہ کیا ہے ؎

لقب شاہ علی آلِ بہمن ولی　　　ولی بھی بہت بدھ تد آگلی

اس مثنوی کا دنیا بھر میں صرف ایک ہی نسخہ انجمن ترقی اردو پاکستان کے کتب خانہ خاص میں محفوظ تھا ہے اس کو ڈاکٹر جمیل جالبی نے مرتب کر کے ۱۹۷۳ء میں کراچی سے شائع کیا۔ یہ نسخہ ناقص الاوسط اور ناقص الاخر ہے مثنوی کا نام بھی قلمی نسخہ میں کہیں نہیں ملتا۔ اس مثنوی کے دو اہم کرداروں کے نام پر اسکو کدم راؤ پدم راؤ نام دیا گیا۔ یہی نام نصیر الدین ہاشمی نے بھی اپنی کتاب "دکن میں اردو" میں لکھا ہے۔

مثنوی کے آغاز میں حمد اور نعت کے بعد مدح سلطان علاء الدین بہمنی ہے اس کے بعد مثنوی شروع ہوتی ہے شعراء عموماً وجہہ تالیف کتاب کے سلسلے میں بھی ایک باب قائم کرتے ہیں جس سے مصنف کے حالات اور مثنوی پر روشنی پڑتی ہے اس مثنوی میں چونکہ یہ حصہ نہیں اس لئے مصنف کے حالات اور وجہہ تالیف کے بارے میں معلومات حاصل نہیں ہوسکیں۔ مثنوی کے مطالعہ سے شاعر کے نام کا پتہ چلتا ہے عام طور پر ہر باب کے آخری شعر میں شاعر نے اپنا نام اور تخلص باندھا ہے مثلاً ؎

کہ جیسے فخر دین گیان ہے دیہہ سُد　　　پدم ہکھ بانچے کدم کوں بدھ

اس مثنوی کے قصہ پر ہندوستانی اساطیر کی گہری چھاپ ہے۔ کدم راؤ پدم راؤ انگر کا ایک راجہ ہے اور پدم راؤ اس کا وزیر ہے۔ کدم راؤ نے ایک دن ایک اتم ذات کی "ناگنی" کو دیکھا جو ایک کم ذات کے "کوڑیال" کے ساتھ ہے تو اسے بڑا غصہ آیا۔ اس نے کوڑیال کو مار دیا ناگنی کو بھی مارنا چاہتا تھا لیکن وار اوچھا پڑا ناگنی کی دم کٹ گئی اور وہ ایک جھاڑی میں چلی گئی۔ اس واقعہ سے کدم راؤ کا عورت ذات پر سے اعتبار اٹھ گیا وہ سوچنے لگا کہ عورت خواہ کتنی ہی اعلیٰ ذات کی کیوں نہ ہو قابل اعتبار نہیں۔ رانی اور وزیر پدم راؤ نے اسے بہت سمجھایا کہ دنیا میں سبھی یکساں نہیں ہوتے۔ لیکن کدم راؤ کا دل دنیا سے اچاٹ ہو گیا تھا۔ اس نے جوگی بننے کی ٹھان لی تھی۔ لوگوں نے ایک باکمال جوگی اگھورناتھ ہے بادشاہ کو ملایا۔ بادشاہ اس سے مل کر اتنا خوش ہوا کہ ایک پل بھی اس کے بغیر رہنا اسے گوارا نہ تھا۔ جوگی نے راجہ کو دھلوز بھید اور امر بھید سکھا دیئے جس کی مدد سے بادشاہ اپنا جسم چھوڑ کر دوسرے جسم میں اپنی روح داخل کر سکتا تھا۔ تجربہ کے طور پر جوگی ایک مرے ہوئے طوطے کے جسم میں اپنی روح داخل کر کے طوطا بن گیا اور پھر کچھ دیر بعد اپنے اصلی روپ میں آگیا کدم راؤ نے بھی آزمائش کی خاطر مرتے ہوئے طوطے میں اپنی روح داخل کی اور طوطا بن گیا۔ جوگی اگھورناتھ فوراً اپنا جسم چھوڑ کر کدم راؤ کے جسم میں داخل ہو گیا۔ ایک دن طوطا اڑتے اڑتے اپنے محل میں آیا اور اپنے وفادار وزیر پدم راؤ سے مل کر اپنا حال سنایا۔ پدم راؤ کو جب طوطے کی اصلیت کا پتہ چلا اس نے اگھورناتھ کو سوتے میں ڈس لیا وہ مرگیا۔ کدم راؤ منتر پڑھ کر پھر اپنے اصلی جسم میں آگیا اور مزے سے زندگی گزارنے لگا

دھلوز بید اور امر بید دراصل کالا جادو ہے۔ نقل روح کا عمل اس کا ایک حصہ ہے۔ ایسے قصے پرانے زمانے کے مشرقی اور مغربی ادب میں کثرت سے ملتے ہیں۔ ہندو عقیدے کے مطابق کائنات کے تین طبقے (یعنی ترلوک) ہیں۔

سورگ لوک، پرتھولوک اور پاتال۔ گناہگار پاتال میں ڈال دیئے جاتے ہیں اسی ترلوک کا ذکر مثنوی کدم راؤ پدم راؤ میں ملتا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ اس مثنوی میں اسلامی روایات کی چھاپ بھی نظر آتی ہے اسلامی اساطیر اور ادبی روایات کے تحت شاعر صبر کو ایوب کے اور سخاوت کو حاتم کے حوالے سے واضح کرتا ہے ایک باب کے عنوان میں "توبۂ نصوح" کا اشارہ ملتا ہے اس مثنوی کی ساری فضا اساطیری ہے لیکن مثنوی کا ڈھانچہ فارسی مثنویوں کا ہے فارسی مثنویوں کی طرح حمد نعت۔ اور نعت کے آخر میں منقبت خلفائے راشدین اور پھر مدح سلطان ہے اس مثنوی کے تمام عنوانات فارسی میں ہیں اور یہ مثنوی بحر متقارب مثمن محذوف (فعولن فعولن فعولن فعل) میں ہے۔

کدم راؤ پدم راؤ کی زبان نہایت قدیم ہے۔ اس میں شمالی ہند کی زبانوں مثلاً پنجابی، راجستھانی، کھڑی اور برج کے ساتھ علاقائی زبانوں میں سے مرہٹی اور گجراتی کے اثرات صاف طور پر نظر آتے ہیں۔ اسکی لفظیات پر پراکرت اور سنسکرت عناصر کا غلبہ ہے اسکے باوجود عربی و فارسی الفاظ کی بھی کمی نہیں جیسے نیت، فراش، سقا، فرشتے، جرم، گُہر، شرع، دنیا، سلام وغیرہ۔ اسی طرح فارسی تراکیب بھی بآسانی مل جاتے ہیں مثلاً نغز گفتار، کسریٰ و کئے، (اولو الامر)، سرکلاہ، سرگشتہ راہ رو، نقش بار وغیرہ لیکن مجموعی طور پر دیکھا جائے سنسکرت تت سم اور تدبھو الفاظ کی تعداد زیادہ ہے ان کا استعمال کہیں بڑا ثقیل معلوم ہوتا ہے۔ اور کہیں ہندی الفاظ کے استعمال سے لطافت پیدا ہو جاتی ہے اور اسلوب میں سادگی سلاست آجاتی ہے۔ مثلاً

دنیا جھوٹ ہے جیو نا جھوٹ جان ۔۔۔ نہ کر جیو گدلا نہ تیرا انکھ اس آن

گئی نھاس ناگن پیراں آپ لے ۔۔۔ پرانی آپ لے کر گئی پوچ دے

سبھی کھیل اس کے کرن ہار وہ ۔۔۔ کرنہار جوگی نہ کرتار وہ

ایک ایسے زمانے میں جبکہ ابھی زبان مائع حالت میں تھی اور بہ حیثیت دکنی اس کی شناخت بھی نہ ہونے پائی تھی، نظامی نے ضرب الامثال محاورہ اور روزمرہ کا بھی خوب استعمال کیا ہے۔

جلتر گھال چھاس کھینچے جو کوئے | نہ سیدھی لاڑھیں کو تری پونچ ہوئے
سنیا ہے کہ کرتار حسن دیہہ جس | کیتے دوار بندا ایک دے کھول دس
گھرا ابھی بہت جھونٹ نہ لوتی جوڑ | جنگل دھرت آکاس تارے نہ توڑ
جہاں سو ملیں پرکھ کل کل نہ ہوئے | تہاں ہوئے کل کل جہاں نار دوئے

مثنوی کدم راؤ پدم راؤ کے مطالعہ سے اردو اور پنجابی کے قدیم رشتے پر روشنی پڑتی ہے۔ خود نظامی کے نام فخر دین سے پنجابیت ٹپکتی ہے۔ اس مثنوی میں پنجابی لہجے اور الفاظ کا استعمال نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔ صرف ایک مصرع ملاحظہ ہو۔

ع ۔ سنوئے فخر دین تو بسر آنکھیا

صیغہ مستقبل کی پنجابی علامت "س" بھی استعمال ہوا ہے مثلاً

ع ۔ نہ رہسی جو دیسے کچھو نقش ناؤں ۔

ماضی مطلق بنانے کے لیے مصدر کا "نا" گرا کر "یا" لگانے کا طریقہ پنجابی میں بھی رائج ہے۔ اور یہ طریقہ بعد کے دکنی ادب پاروں کی طرح قدیم اردو کی اس ابتدائی مثنوی میں بھی ملتا ہے۔

نہ سنیا الولک کر اس ور تمان | سکھی آپنا جیو تو سب جہان
نہ اس بھاو آکھور کیتا بچار | نہ بیرا رکھیا ٹھار اپنا نہ ٹھار

اس مثنوی میں زبان و بیان کے اُلٹے بدلتے کئی روپ ملتے ہیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ ابھی زبان پختہ نہیں بلکہ خام ہے اور ایسی حالت میں لسانی مطالعہ سے کچھ نتائج تو نکالے جا سکتے ہیں لیکن ان پر قطعی حکم نہیں لگایا جا سکتا۔ پھر بھی مثنوی کدم راؤ پدم راؤ دکنی زبان ادب اور اسلوب و آہنگ کے مطالعہ میں اولین اہمیت رکھتی ہے

یوسف زلیخا

اب تک کی دریافت کے مطابق قطب شاہی دور کی سب سے پہلی مثنوی شیخ احمد گجراتی کی یوسف زلیخا ہے یہ وہی شیخ احمد ہے جس کی ایک اور مثنوی لیلیٰ مجنوں کا تعارف سب سے پہلے حافظ محمود شیرانی نے اورینٹل کالج میگزین لاہور نومبر ۱۹۲۵ء میں کروایا ہے۔ اس مثنوی کے انہیں صرف (۴۹) اوراق ملے تھے۔ اس کا مکمل

نسخہ اب تک دستیاب نہ ہوسکا۔ یوسف زلیخا کا بھی ایک ہی نسخہ ہے جسے پروفیسر سیدہ جعفر نے ایک بسیط مقدمے کے ساتھ مرتب کرکے ۱۹۸۳ء میں شائع کردیا ہے۔ اس مثنوی کے مطالعہ سے شیخ احمد گجراتی کے حالاتِ زندگی پر روشنی پڑتی ہے۔

شیخ احمد نے اپنا نام مثنوی یوسف زلیخا میں کئی جگہ استعمال کیا ہے۔

بندا احمد سو کیا ان کو سرا دے بھو دھا توں خدا ان کو سرا دے

جو ہے احمد کمینہ ایک بندا سونا ہے پاپ بن اس ھور دھندا

نہ کر اگلی فضولی بس کر احمد نہیں اس روپ کے ستگار کو حد

ایک جگہ اس نے "شیخ احمد" بھی استعمال کیا ہے۔

جو شیخ احمد شریف اپنی زباں رکھ بہرن آیا سرا دن تج نا سک

ابن نشاطی نے پھولبن میں اپنے جن پیشرو اساتذہ سخن کا ذکر کیا ہے اس میں مثنوی یوسف زلیخا کے شاعر کا نام بھی شامل ہے۔

نہیں اس وقت پر وہ شیخ احمد سخن کا دیکھنے باندھیا سو یں سد

اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس کے نام کے آگے شیخ بھی استعمال ہوتا تھا۔ نصیر خاں بن شیخ کمال قریشی خاں مصنف مجموعہ حالات شاہ وجیہ الدین علوی گجراتی کے حوالے سے پروفیسر سیدہ جعفر نے پورا نام "شیخ احمد فضل اللہ" بتلایا ہے۔ وہ لکھتی ہیں :

"راقمۃ الحروف کا خیال ہے کہ فضل اللہ احمد گجراتی کا خاندانی اور تاریخی نام ہے جس سے ۹۴۶ کے اعداد برآمد ہوتے ہیں۔ شاعر کے حالاتِ زندگی کو پیش نظر رکھیں تو یہ سنہ یعنی ۹۴۶ھ درست بھی معلوم ہوتا ہے اور اس حساب سے مثنوی "یوسف زلیخا" کی تصنیف (۹۸۸ھ م ۱۵۸۰ء اور ۹۹۳ھ م ۱۵۸۵ء) کے وقت شاعر کی عمر بیالیس (۴۲) تا سینتالیس (۴۷) سال قرار پاتی ہے۔" (مقدمہ یوسف زلیخا صفحہ ۱۰)

جمیل جالبی لکھتے ہیں کہ "شیخ احمد گجراتی کا رہنا والا تھا جس کا ذکر اس نے اپنی ایک غزل کے مقطع میں بھی کیا ہے" ؎

احمد دکھن کے خوباں ہوتیاں ہیں پُر ملاحت
توں تو دکھن کو اپنا گجرات کر کے سمجھیا

(تاریخ ادب اردو جلد اول صفحہ ۲۲۱م)

اس مثنوی کے ایک باب "شاہ و تعریف بخت جود کردند" میں لکھا ہے کہ بادشاہ نے اسے خاص طور پر "نوازش نامہ نامی" لکھ کر بلوایا تھا جس سے پتہ چلتا ہے کہ اس زمانے میں احمد گجراتیؔ کی شہرت گجرات سے گولکنڈہ تک پہنچ چکی تھی

کہ اس کا چاؤ شہہ خاطر کوں لیایا   نوازش نامہ نامی بھیجایا

اس نوازش نامے میں "فتح دولت" "عزوحرمت" "امان ہور امن" "کرم" اور "عنایت" کے مضامین رقم تھے "سودہ نامے کوں سرا پئے چڑاکر" شاعر "شاہ کی خدمت کو دھایا"۔ اسی باب میں شاعر نے گجرات میں اپنی فارغ البالی کا ذکر کیا ہے اور اپنے علم وفضل اور کمال فن کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ احمد گجراتی کو اہل علم کی صحبت حاصل تھی شاعری سے قدرتی لگاؤ تھا صرف ونحو معنی و بینطق علم کلام الہیات وحکمت اصول فقہ عروض وقافیہ نجوم وطب سے اچھی واقفیت تھی۔ تلنگی اور سنسکرت کے علاوہ فارسی اور عربی میں کمال حاصل تھا۔ وہ شاہ وجیہہ الدین علوی گجراتیؔ کا مرید تھا شیخ احمد نے دو مثنویوں کے علاوہ عید نامے، قصیدے، غزلیں اور رباعیاں بھی لکھی ہیں شیخ احمد کی تاریخ وفات کا پتہ نہیں چل سکا مگر ابراہیم زبیری مصنف روضۃ الاولیائے بیجاپور لکھتے ہیں کہ شیخ احمد گجراتیؔ کا مزار بیجاپور میں ہے۔

پروفیسر سیدہ جعفر کی تحقیق کے مطابق مثنوی یوسف زلیخا کا سنہ تصنیف ۹۸۸ھ م ۱۵۸۰ء اور ۹۹۳ھ م ۱۵۸۵ء کے درمیان ہے (مقدمہ یوسف زلیخا صفحہ ۶۱) اس مثنوی میں تین ہزار سات سو نو (۳۷۰۹) اشعار موجود ہیں۔

مثنوی سے اندازہ ہوتا ہے کہ احمد گجراتیؔ ایک پُرگو اور قادر الکلام شاعر تھا وہ لکھتا ہے

جتنے اصناد ہوں گے شعر کیرے   کٹھن مشکل نہیں نزدیک میرے
خیال وخاص طرزاں خاص لیاؤں   غرائب ہور بدائع لیا دکھاؤں
بچن موتی بڑے ہور ڈھال ڈھالو   جو اس میں دو جگت سمار دکھاؤں
اگر تمثیل کے عالم میں آؤں   بتا اس عالم نو اعالم دکھاؤں

شاعر نے اس مثنوی میں جزئیات نگاری پر بہت توجہ صرف کی ہے جس سے اس کے وسیع معلومات کا اور مشاہدات کا اندازہ ہوتا ہے اس کے بہترین نمونے زلیخا کی خانقاہ، عزیز مصر کے محل اور خانہ باغ کی تعمیر اور تزئین کے وقت نظر آتے ہیں۔ سراپا نگاری میں شاعر نے اپنا کمال دکھایا ہے محمد علی قطب شاہ کا سراپا بے مثال ہے "زلیخا کے سروپ اپروپ انگ سنگار" کی جیتی جاگتی تصویر پیش کی ہے چند شعر ملاحظہ ہوں

بسیا لے ناگ سر کے بال کالے — گھنگر والے کنڈل آسان کھالے
پیشانی چاند آدھا لوز ادک ہوئے — جو دیسیں اس تلیں چندر نوے دوئے
آدھر دو لال جوں مرجان جوتی — دیسیں بتیس ۳۲ انیکے ڈھال موتی
نیکے دو گال روشن آرسیاں دوئے — جو اُن کی چھاؤں پر چندر سورج ہوئے

احمد گجراتی نے قدرتی مناظر کی عکاسی سے زبان پر اپنی قدرت گہرے مشاہدے اور باریک بینی کا ثبوت دیا۔ محل اور باغات کی تعمیر، زلیخا اور یوسف کی سراپا نگاری اور مناظر قدرت کی عکاسی میں شاعر نے نادر تشبیہات و استعارات سے مدد لی ہے۔

دیسیں وہ جھاڑ مل کر ڈال میں ڈال — رہیں زنار جوں ہل بانہہ کل گھال
جو پھولے پھول سو رنگ روپ سنگات — کرے نرگس نظر بازی کا الزسات
قد اس کا عشق کے مندر میں تھانب — پڑے نقتے کوں اچاکر رکھے تھانب

احمد گجراتی نے غم، خوشی، مایوسی، غصہ، حسد، ہجر، یاس و حسرت کے جذبات کی بہترین تصویریں کھینچی ہیں۔ زلیخا کا برہ آگ میں جلنا اور حسرت سے ہاتھ ملنا قابل توجہ ہے

دیکھی پھر پھر جو اس کے پیرہن لے — کہ تھا وہ جیو پیارا آپ تن لے
نہ سر کنگی کری نا مانگ کا ڑی — نہ کہ چونڈا کسی سو رنگ ناری
رہے وہ بال بکھرے سو پریشاں — کہ راہے آپ بہو تیک ہو پریشاں
انجھو جس نین کی کا لک لجا دیں — سو کیوں وہ نین سرمے سوں سہاویں

سیدہ جعفر کے بقول احمد گجراتی نے اس مثنوی میں اپنے عہد کی تہذیبی ثقافتی معاشرتی

مظاہر کو محفوظ کر دیا ہے۔ زیورات، لباس، کپڑوں کے مختلف نام سنگار اور سامان آرائش نوکر چاکر اور خدمت گاروں کے ناموں کی ایک طویل فہرست پروفیسر سیدہ جعفر نے مقدمہ کے صفحہ (۷۷) پر دی ہے۔ پارچوں میں نین سکھ، ٹکٹ دیبا، تافتہ، ریشم اطلس ترریبہ، حریر زربفت اور مخمل، عطریات اور خوشبویات میں کدم اگر کستوری، مشک، چندن کافور برمل اور لوبان سنگار میں مہندی، سرمہ کاجل، غازا، کنگھی اور شنگرف (سیندور) زیورات میں گوشوارے، سربند، تاج کمر بند، کنگن، مشکتا، نورتن آرسی پنچن بچھوے، لرزک، طرہ، انگوٹھیاں ۔ اور خدمت گذاروں کے ناموں میں تسبیح خوان، حاجب، بھالدار، ساقی، سلوک، داسی، غلام دائی باورچی، شحنہ اور کتوال ۔ ان تمام تہذیبی مظاہر کو اس نے مثنوی میں بڑی سادگی سے نظم کر دیا ہے جس سے عہد محمد قلی قطب شاہ کے معیار معاشرت کا اندازہ ہوتا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ شاعر نے مقامی عناصر کو بھی یوسف زلیخا میں استعمال کر کے عرب کی اس داستان کو مقامی رنگ میں رنگ دیا ہے۔ ان میں پھل پھول چرند پرند اور درختوں کا بھی ذکر ملتا ہے۔

تقریباً تمام دکنی مثنویوں میں مذہبی رواداری اور یگانگت کے گہرے نقوش ملتے ہیں۔ عزیز مصر اور زلیخا کے جلوے کی رسم دکنی رسومات کی یاد دلاتی ہے۔

یوسف زلیخا میں شاعر نے دعوی کیا ہے کہ

تو اس بولاں کی ڈونگائی کی نسبت ۔۔۔ درے وہ تار سکلا گنہہ لاگت

مثنوی میں حکیمانہ اخلاقی اور بصیرت افروز نکات بھی بڑی خوش اسلوبی سے بیان کئے گئے ہیں۔ ضرب الامثال اور کہاوتوں کا استعمال زیادہ کیا گیا ہے

حسد کے جھاڑ دل کے بن منیں لائے ۔۔۔ ولے مسلوٹ کھٹے پن کی او پھل کھائے

ترت کام آپنا کر لیونا خوب ۔۔۔ ترت کا نتا مہرسٹ دیونا خوب

صبا کا کام بہتر سارنا آج ۔۔۔ نہ رکھنا آج کرنا سو صبا آج

جہاں پانی جو بیٹھے میل دو چار ۔۔۔ اَدک ہوئے سہس گن پاپ تس ٹھار

کہ خدمت تھے بندے آزاد ہوتے ۔۔۔ عنایت تھے شہاں کے شاد ہوتے

مثنوی یوسف زلیخا لکھتے وقت شاعر کے سامنے فارسی یوسف زلیخا کے کئی نسخے تھے مگر شاعر خسروؔ یا نظامیؔ کی کسی تصنیف کی تلاش میں تھا۔ ایک دوست نے اس کی یہ مشکل جامی کی یوسف زلیخا فراہم کر کے آسان کر دی۔ جامی نے یہ مثنوی نظامی گنجوی کی مثنوی "خسرو شیریں" کے جواب میں لکھی تھی۔ احمد گجراتیؔ نے جامی کی مثنوی سے استفادہ کیا ہے۔ اس تعلق سے وہ کہتا ہے۔

نا تابع ہوں جو جامی کا کدھیں ہیں	روایت بن کہیں تابع کہیں شیں
جسے یچ اس کا شعر ہوے سو لیا لیا	زیادت شاعری کی فن دکھاؤں
معانی ہور عبارت کی تو فنن	ادک لیاؤں جسے رکھ لیا یا اچھے ان

چنانچہ مثنوی میں احمد گجراتیؔ نے شعری محاسن کا برجستہ استعمال کیا ہے صنعت تضاد سے انھوں نے کثرت سے استفادہ کیا ہے۔

نہ جاگا اس نے اس بن کوئی جاگا	نہیں اس بارح لس دن کوئی جاگا
مراتب عاشقی سب بوجھتی سو	کدھیں عاشق کدھیں معشوق تھی سو
کھرا سودا لیتا دے دام کھوٹے	جگت میں دھن بھگت یوں کوئی نہ لوٹے

احمد گجراتیؔ نے تکرار لفظی سے بھی کام لے کر مثنوی کا لطف دوبالا کر دیا ہے

کہن لاگیا لگے بھار آج یہ ڈول	نہ ہوئے اس ڈول کوں پانی تھے یہ تولا
خوشی تھے پھنگ پھیلیا جوں پھول کھلیا	کہ اس جنگل میں کھیلیا پھول سیلیا

احمد گجراتیؔ اس مثنوی کے اسلوب کے بارے میں لکھتا ہے کہ

سو کیتا ابتدا ہندوی زباں سوں	بہو چھند بھند اُیم ہور حقیقتاں سوں
عرب الفاظ اس قصے میں کم لیاؤں	نہ عربی فارسی بہو تیک سیلاؤں

مثنوی کا اسلوب ہندی سنسکرت اور مقامی زبانوں کے الفاظ سے بنا ہے کم ہی الفاظ عربی اور فارسی کے استعمال کئے ہیں یہ بھی وہ الفاظ ہیں جو عام طور پر بولے اور سمجھے جاتے ہیں اور انہیں اسی طرح لکھا ہے جیسے کہ وہ بولے جاتے ہیں یہ بھی دکنی زبان کی ایک خصوصیت ہے عربی و فارسی الفاظ کو سنسکرت اور ہندی الفاظ کے ساتھ بول چال رسم الخط میں اس طرح گھلا ملا دیا ہے کہ ان کی طرف آسانی سے نظر نہیں جاتی جیسے

وہی اسحاق ابراہیم نندن — جو مرسل تھے خدا تھے خلق کوں دن
گنت تھے نیک چھلیاں باپ اس کوں — پتا یوسف یکا دھا پتر اس کوں
تیرے کارن بہ رسم خواستگاری — سو بھیجے ہیں پرت سوں رائے بھاری

قصۂ یوسف زلیخا ہر زمانے اور ہر زبان میں مقبول رہا ہے۔ کئی زبانوں میں اسکا ترجمہ ہوچکا ہے فارسی میں جامی، خسرو، نظامی، فردوسی جیسے مشہور شاعروں نے اسے نظم کیا ہے دکنی میں بھی کئی شاعروں نے اس قصہ کو مثنوی کا روپ دیا ہے مگر احمد گجراتی وہ شاعر ہے جسنے دکنی میں پہلی بار اس قصہ کو نظم کیا ہے۔ یہ دکنی کی پہلی مکمل عشقیہ مثنوی ہے جسے احمد گجراتی نے تمام شاعرانہ محاسن سے سجایا ہے۔

قطب مشتری : وجہی محمد قلی قطب شاہ کے عہد کا ایک بلند پایہ شاعر اور مایہ ناز نثر نگار تھا۔ اس کا خاندان ایران سے آکر یہاں بس گیا تھا۔ اپنے فارسی دیوان میں اس نے ایک جگہ اس طرف اشارہ کیا ہے کہ کہتا ہے ع

طبع پاک من از خراسان است

وجہی کی تاریخ پیدائش کا ابھی تک صحیح علم نہ ہوسکا۔ وجہی کی پہلی تصنیف قطب مشتری ہے جو ۱۰۱۸ھ میں لکھی گئی۔ قطب مشتری کی فنی خوبیوں کے پیش نظر یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس کا شاعر کوئی جہاں دیدہ اور تجربہ کار شاعر تھا۔ اگر اس وقت وجہی کی عمر ۴۰ اور ۴۵ سال کے لگ بھگ فرض کر لی جائے تو ۹۷۳ھ اور ۹۷۸ھ (م ۱۵۶۲ء تا ۱۵۶۷ء) کے درمیانی زمانہ میں وجہی کی پیدائش قرار دی جاسکتی ہے یہ ابراہیم قطب شاہ ۹۵۷ھ - ۹۸۸ھ (م ۱۵۵۰ء - ۱۵۸۰ء) کا عہد حکومت تھا۔

بقول وجہی اس کے اجداد خراسان سے آئے تھے۔ لیکن قطب مشتری میں دکن سے جس محبت کا اس نے اظہار کیا ہے اس سے خیال ہوتا ہے کہ وہ دکن ہی میں پیدا ہوا ہوگا۔ تب ہی تو وہ دکن سے وطن کی طرح محبت کرتا ہے ؎

دکن ملک کوں دھن عجب تاج ہے — کہ سب ملک سر ہور دکن تاج ہے
دکن سا نہیں ٹھار سنسار میں — پنچ فاضلاں کا ہے اس ٹھار میں

دکن ہے نگینہ انگوٹھی ہے جگ　　انگوٹھی کوں حرمت نگینہ سوں لگ
دکن ملک بھو تیچ خاصا اہے　　تلنگانہ اس کا خلاصہ اہے

وجہی کا نام اسد اللہ تھا ایک فارسی شعر میں اس نے اپنا نام اور تخلص اس طرح لکھا ہے۔

اسمیم اسداللہ، وجہی است تخلص ۔ آرائش دکانچہ بازار کارم است

اس نے اپنے تخلص کو کئی طرح لکھا ہے جیسے وجہی، وجیہی، وجہ، وجیہہ اور وجیہا اسے عربی اور فارسی زبان اور کئی علوم پر دسترس حاصل تھی۔ ساتھ ہی اسے علاقائی زبانوں مرہٹی تلنگی اور کنڑی میں بھی دسترس حاصل تھی۔ اس کے علم و فضل اور کمال سخن سے متاثر ہو کر محمد قلی قطب شاہ نے اسے ملک الشعراء بنایا تھا۔ وہ صرف شاعر ہی نہیں تھا بلکہ فن شعر سے بھی اچھی واقفیت رکھتا تھا۔ قطب مشتری کے آغاز میں اپنے معاصر شعراء کے مقابل اپنی بڑائی جتلائی ہے۔

جتے شاعراں شاعر ہو آ نیچے　　سو منج تے طرز شعر کا پائیں گے
یو سب کہتے یو سب شعر شیخ　　کر بولاں کدھر ہور سخن تھیں

وجہی کو اپنی بڑائی کا بڑا احساس تھا۔ اپنے ہمعصروں میں سے کسی کو وہ اپنے برابر نہیں سمجھتا تھا۔ غواصی پر اس طرح چوٹ کرتا ہے۔

اگر غوطے لک برس غواص کھائے　　تو یک گوہر اس دھات امولک نہ پائے
غواصاں کتے غوطے کھا کھا کر　　موئے ہیں اس سمد میں آکے غر

محمد قلی قطب شاہ کے زمانے میں وجہی قطب شاہی دربار کا ملک الشعراء تھا۔ ۱۶۱۲ء میں محمد قلی قطب شاہ کے انتقال کے بعد اس کا بھتیجا اور داماد محمد قطب شاہ تخت نشین ہوا تو وجہی کی شہرت کا چراغ گل ہو گیا اور وہ گوشۂ گمنامی میں چلا گیا۔ غواصی کو اس دور میں عروج حاصل ہوا اور وہ ملک الشعراء بنا دیا گیا تھا۔

۱۶۲۵ء میں جب عبداللہ قطب شاہ تخت نشین ہوا تو پھر وجہی کے دن پھرے اور وہ ہاتھوں ہاتھ لیا گیا وجہی نے طویل عمر پائی اس کی تاریخ وفات کا پتہ نہ چل سکا۔ عبدالجبار ملکاپوری لکھتے ہیں کہ وہ درگاہ برہنہ شاہ صاحب حیدرآباد میں دفن ہے۔

قطب مشتری وجہی نے محمد قلی قطب شاہ کی فرمائش پر صرف بارہ ۱۲ دن میں لکھی تھی۔ وہ لکھتا ہے ؎

تمام اس کیا دیس بارا منے — سنہ یک ہزار ہور اٹھارا منے

یہ وجہی کی طبعزاد مثنوی ہے۔ اس کے آغاز میں حمد، مناجات، نعت، ذکر معراج اور منقبت ہے۔ "درشرح شعر گوید" کے عنوان سے ایک باب ہے جس میں فنِ شعر پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس کے بعد "تعریف شعر خود گوید" اور پھر مدح محمد قلی قطب شاہ ہے۔ پھر مثنوی شروع ہوتی ہے۔ قطب مشتری کا قصہ قدیم قصوں سے ملتا جلتا ہے۔ ڈاکٹر زور کا خیال ہے کہ مثنوی قطب مشتری کا قصہ بھاگ متی اور محمد قلی قطب شاہ کے عشق کی داستان ہے لیکن مولوی عبدالحق اور ہارون خاں شیروانی اس خیال کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ بھاگ متی کا قصہ ایک خیالی داستان ہے۔ پروفیسر سیدہ جعفر نے بھی اپنے ایک مضمون "بھاگ متی اور اس کا لوذر روایات مقررہ" مطبوعہ "آج کل" جولائی ۶۸۲ میں مستند حوالوں کی روشنی میں بھاگ متی کے وجود کو خیالی کردار قرار دیا ہے۔ اس کے چھ سال بعد کلیات محمد قلی قطب شاہ کے مقدمہ میں بھی انہوں نے یہ ثابت کیا ہے کہ یہ مثنوی محمد قلی کی زندگی سے مطابقت نہیں رکھتی۔ اور وجہی نے قطب مشتری میں ایک خالص تخیلی اور رومانی قصہ پیش کیا ہے جس کا محمد قلی کی حقیقی زندگی سے کوئی تعلق نہیں (صفحہ ۸۲)

مثنوی قطب مشتری کا قصہ ایک ضمنی قصہ کے ساتھ مربوط ہے۔ اصل قصہ محمد قلی اور مشتری کے عشق کی داستان ہے ضمنی قصہ میں مشتری کی بہن زہرہ اور مریخ خاں کی داستان عشق ہے۔ مریخ خاں کو مصیبتوں سے نجات دلا کر محمد قلی اسے زہرہ سے ملا دیتا ہے۔ زہرہ کا قصہ دیر سے شروع ہوتا ہے اور اصل قصے کا ایک لازمی جزو ہو جاتا ہے اگر یہ قصہ شامل نہ کیا جاتا تو محمد قلی کے کردار کے بہت سے پہلو سامنے نہیں آنے پاتے۔ مثنوی کے تمام کردار ولد کے نام ستاروں کے نام پر ہیں جیسے قطب، مشتری، عطارد، زہرہ، مہتاب اور مریخ۔

مرکزی کردار قطب (محمد قلی قطب شاہ) کا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سارے کردار اس کے اطراف گھوم رہے ہیں وجہی نے قطب کے کردار پر سب سے زیادہ توجہ صرف کی ہے۔ ملا وجہی نے قطب کی پیدائش سے لے کر اس کی شادی تک کے حالات تلمبند کئے ہیں۔ عام

داستانوں کی طرح قطب بڑی منتوں مرادوں کے بعد پیدا ہوتا ہے اس کی پرورش اور تعلیم وتربیت پر خاص توجہ کی جاتی ہے علوم وفنون کے علاوہ فن سپہ گری خوش نویسی میں کمال حاصل کرتا ہے۔ ایک رات خواب میں مشتری کو دیکھ کر اس پر عاشق ہوجاتا اور اس کی تلاش میں نکلتا ہے راہ میں خطرناک اژدھے، خوفناک طوفان طلسمی جنگل کے بھوتوں سے لڑ کر اپنی منزل مقصود پر پہنچتا ہے۔ عام طور پر داستانوں اور مثنویوں میں شہزادوں کا کردار غیر فعال اور مجہول ہوتا ہے لیکن قطب کے کردار کو وجہی نے غیر معمولی طور پر فعال پیش کیا ہے وہ سحرالبیان کے بے نظیر کی طرح اپنے آپ کو حالات کے حوالے نہیں کر دیتا بلکہ اپنے لئے آپ راہیں بناتا جاتا ہے۔

مشتری اس مثنوی کی ہیروئن ہے جو بنگالہ کی شہزادی ہے وہ بڑی حسین وجمیل دوشیزہ ہے اسے شعر شاعری مصوری کا شوق ہے وہ عطارد کی مصوری اور نقاشی کو بہت پسند کرتی ہے اور محمد قلی کی تصویر پر فریفتہ ہو جاتی ہے۔ وجہی نے مشتری کو ایک ہنر پسند اور نیک سیرت عورت کے روپ میں پیش کیا ہے۔

آنچل اس مصلے ہے جبریل کا سبہہ تل سو تسبیح سرافیل کا

مشتری میں قربانی خلوص و ایثار کی نسوانی خصوصیات بدرجہ اتم موجود ہیں وہ شریف اور نیک نفس ہے اور اتنی ادب شناس کہ ایک ہندوستانی عورت کی طرح اپنے ساس سسر کے پاؤں چھوتی ہے۔ مشتری تقریباً نصف مثنوی کے بعد سامنے آتی ہے لیکن اپنے دلکش کردار کی وجہ سے قاری کو بہت متاثر کرتی ہے۔

عطارد قطب مشتری کا سب سے زیادہ پر اثر کردار ہے وہ جہاں گرد ہے علمی ادبی ذوق کا مالک ہے اس کی فہم وفراست مسلمہ ہے اس کا حافظہ غضب کا ہے وہ دنیا کی دوشیزاؤں کی تصویریں بھی اپنے پاس رکھتا ہے شہزادہ قطب کے ساتھ سفر پر جانے سے پہلے اسے سفر کی نزاکتوں اور مشقتوں کو سمجھاتا ہے جب شہزادہ نہیں مانتا تو اسے سوداگر کے بھیس میں سفر پر چلنے کے لئے راضی کر لیتا ہے یہاں وہ اپنے تجربات کا اظہار کرتا ہے اور اپنے تجربات کی روشنی میں قطب کو عشق ومحبت کی نزاکتوں اور نشیب وفراز سے آگاہ کرتا ہے بڑوں کی عظمت اور فضیلت بیان کرتا ہے عطارد حالات کی نزاکت کو

خوب سمجھتا ہے شہزادہ کو کار آمد صحیح مشورے بھی دیتا ہے اسکی خوش بیانی اور فکر انگیزی سے قطب مشتری کی فضا دوسری مثنویوں سے مختلف ہو جاتی ہے وہ شہزادہ کی مہم میں سپہ سالار کا کام کرتا ہے ہمیشہ شہزادے کی نازک مزاجی اس کے وقار اور مقاصد کو پیش نظر رکھتا ہے عطارد شہزادے کا ایک اچھا رفیق اور اتالیق ثابت ہوتا ہے۔ عطارد کا کردار اسکی سوجھ بوجھ تیزی اور موقع شناسی تمام مثنوی پر چھائی ہوئی نظر آتی ہے۔

ملا وجہی نے قطب مشتری میں ہر ممکن جذبۂ انسانی کو سمیٹنے کی کوشش کی ہے عشق میں گرفتار بے حالی پیشہزادہ کی موثر عکاسی کی ہے اسی طرح عطارد جب شہزادے کو مشتری کی تصویر دکھاتا ہے تو وہ بے اختیار ہوکر اس تصویر کو چومنے لگتا ہے اور کہتا ہے

میرے خواب میں آئی سو یو چ ہے — منجے یوں ملید ائی سو یو چ ہے
اسی نار کوں دیک میں ہند سٹیا — اسی نار کے عشق میں یو گھٹیا

بنگالہ کی مہم پر جانے کیلئے شہزادے کے اٹل ارادے پر عطارد روکتا ہے شہزادہ اس نصیحت پر جھنجھلا جاتا ہے شدت جذبات سے عطارد کو ڈانٹتا ہے عطارد کے ساتھ ساتھ بڈھوں کو بھی آڑے ہاتھوں لیتا ہے کہتا ہے

تو سست ہو رہا تاں بی تیر بال ہے سست — درست میں تو کہتا ہے سو نا درست
نیت میں کیا ہوں ادھر جانے کا — نہیں حاجت اب تیرے سکلانے کا
بڈھیاں کوں تہ کچ عقل نا نام ہے — بڈھیاں کا چھنے نانو بدنام ہے

مشتری کی تلاش میں نکلنے سے پہلے شہزادہ قطب ماں باپ کی دعائیں لینے جاتا ہے اس وقت ابراہیم قلی قطب شاہ بیٹے کی جدائی کے تصور سے پریشان ہے پھر بھی پند و نصیحت کرتا اور سمجھاتا ہے۔ جذبات کے اس نازک مرحلہ کو شاعر نے بڑی خوبی سے اپنی گرفت میں لیا ہے

توں سور ہے نکو دور آسمان تے — توں ہیرا ہے نا بچھڑ کھان تے
توں شاہی کیرے بزم کا شمع ہے — توں جم جیو تج تھے میرا جمع ہے

اس مثنوی میں جذبات نگاری کے مواقع زیادہ تر حسن و عشق کے درمیان پیش کئے گئے ہیں مشتری شہزادے کی تصویر دیکھ حیران ہو جاتی ہے اس کی حیرانی دیکھ کر مہرو ان اسے سمجھاتی ہے کہ "عشق بازی دھن کچھ ہنسنا کام نیں" لیکن مشتری کو مہرو ان دانی کی

یہ نصیحت کڑوی لگتی ہے۔ شاعر شہزادے کی جدائی میں مشتری کی بے تابی اور اضطراب کا خود اس کی زبانی اظہار کرتا ہے۔

رتن تھے سو تن پر انگارے ہوئے   کہ سکھ چاند انجھو سو تارے ہوئے
ہر یک رول میرے تن پہ جیوں ناگ ہے   ستا تھا اول سو اتال آگ ہے

وجہی نے جس قدر چابکدستی سے عشق و محبت کے جذبات کی ترجمانی کی ہے اسی مہارت سے نفرت، خوف اور غم والم کی بھی عکاسی کی ہے۔ بنگال کی مہم میں شہزادے کو ایک اژدھے سے سابقہ پڑتا ہے۔ سارے ساتھی اسے دیکھ کر ڈر جاتے ہیں ایک بار شہزادے کو دیو سے لڑنا پڑتا ہے دیو کے غیض و غضب اور شہزادے کی بے خوفی کی واضح تصویر کھینچی ہے۔

جدائی کی تصویر کشی کے ساتھ ساتھ وجہی نے دو بچھڑے دلوں کی ملاقاتوں کے منظر میں بھی جذبات کا رنگ خوب بھرا ہے مشتری سے محمد قلی کی ملاقات، ماں باپ کا اپنے بیٹے سے دوبارہ ملنا اور ایسے وقت جذبات کا جو سمندر دلوں میں اٹھتا ہے اور جو اضطراری کیفیتیں سرزد ہوتی ہیں انہیں خوبی سے قلمبند کیا ہے۔

وجہی کی جذبات نگاری اعلیٰ درجہ کی ہے اسے انسانی نفسیات کا گہرا علم ہے اسکو زبان و بیان پر اتنا قابو ہے کہ وہ ہر کیفیت کو صفحۂ قرطاس پر لفظوں میں پیش کر سکتا ہے۔

مثنوی میں منظر نگاری کی بڑی اہمیت ہے۔ وجہی کے مناظر طویل ہیں لیکن پُر اثر ہیں پہلا منظر جو ہمیں ملتا ہے وہ شہزادے کا اپنے دوستوں کے ساتھ محفل طرب سجاتا ہے جس میں مطربوں اور ندیموں کی بدمستی اور بے خبری کی عکاسی کی گئی ہے۔

بسر گئے ندیماں طرز بات کا   گنوائے خبر مطرباں ذات کا
جو عاقل اتھے وہ سو سب بیچ ہوئے   دو پیالے چڑا کو چ کا کچ ہوئے
لگے مست ہو ٹھٹے مستی سنگات   یکس تے سو یا دن اپر ایک بات
سو یوں کچ دیوار ہوئے بے خبر   کہ پانی پیتے تھے شراب ہے کر
یکسوں بلا ایک اڑ ناؤں سوں   گلے لگنے تھے مست ہو چھاؤں سوں

اس منظر کو پندرہ سولہ شعروں میں وجہی نے بڑی خوبی سے پیش کیا ہے اسکے بعد شہزادے

کے خواب کا متقاضی ہے اس میں تصنع ہے شاید اسی لئے کہ وہ خواب ہے۔ سپنے کی شہزادی کے فراق میں محمد قلی کے "اَنسا سان بھرنے" کا منظر بھی حقیقت سے قریب ہے اس منظر میں جذبات کی عکاسی ہے شاعر نے مناظر قدرت کے بھی مرقعے کھینچے ہیں کہیں صحرا کہیں سمندر کہیں اژدھا قطعہ گلستان کی تصویر کشی میں اس نے مقامی پھل پھول چرند اور پرند کے بیاں سے حقیقت کا رنگ بھر دیا ہے۔ اس تصویر کے کچھ خطوط پیش ہیں۔

سو قطعہ گلستان کا وو نہ تھا — چمن بہشت کا بھیں پر اتریا اتھا
کہ پاتاں کے پردیاں کوں سب پھاڑ کر — پھلاں جھانکتے تھے سراں تاڑ کر
سو فارس بنگیں طوطی کیک ہنس — پکڑ ایپٹ لڑنے لگے ہنس ہنس
بھنور ڈھونڈ ہو بن میں گھمتے اتھے — سو پھولاں کرے سو کھ چھتے اتھے

مثنویوں میں سراپا نگاری کی بڑی گنجائش ہوتی ہے۔ وجہی نے قطب مشتری میں سراپا نگاری کے اچھے نمونے پیش کئے ہیں خاص طور پر مشتری کی جب قطب سے ملاقات ہوتی ہے تو اسکے حسن اور سج دھج کی تعریف میں کمال کر دکھایا ہے یہ حصہ بہت طویل ہے۔ صرف چند شعر نمونتاً پیش ہیں۔

قطب شہ سو دھن یوں وو زیبا اچھے — کہ یوسف سوں مل جیوں زلیخا اچھے
دسیں یوں ادھر بیچ دسن جھمکنے — کہ گوہر ہے مُنگے کے ڈبے منے
دسیں مانگ موتیاں کی بیچ سیر میں — کہ دستے ہیں تارے مگر تیر میں
دھڑی سوں دسیں یوں دسن بات میں — کہ بجلیاں پڑیں جا کے ظلمات میں

خود کلامی کردار کو سمجھنے اور جذبات کو پیش کرنے میں جہاں مددگار ثابت ہوتی ہے وہیں قصہ میں بھی جان ڈال دیتی ہے وجہی نے قطب مشتری میں قطب کی خود کلامی پیش کر کے قطب کی دور اندیشی اور زمانے کی دورنگی پر روشنی ڈالی ہے وہ اپنے آپ سے کہتا ہے

کہ دھرتا ہوں دل میں جکچھ بات میں — کروں جا کے وو بات کس سات میں
نکوئی یارِ دلسوز محرم ہے منج — نکوئی ہم نفس ہور ہمدم ہے منج
اپس سوں اپچ آج محرم ہوں میں — اپس سوں اپچ آج ہمدم ہوں میں
جتے اس زمانے منے یار ہیں — دغا باز عیاں جیتیں ہار ہیں

اُنکوں پتیاں بات بولیا نہ جائے | انو کے کنے دل کوں لکولیا نہ جائے
پتیا تا انوکوں کہو کیوں | کہ دل میں بُرے خیال ہیں سوں اُپر
بیوپاری ہیں کس دھات کا تھر اچھے | جو بوسیں شکر دل منے زہر اچھے

وجہی کی سب رس کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ وجہی کو ظاہری اور باطنی علوم میں یدطولیٰ حاصل تھا اس نے زمانے کے نشیب وفراز دیکھے تھے۔ قطب مشتری میں جگہ جگہ حکمت کے مضامین قلمبند کئے ہیں مثلاً لڑکھوں کی سوریج اور فکر عشق کے بھید بھاؤ جوانی کی دیوانگی، علم و ہنر کی قدرو منزلت، جھوٹ کی پستی اور کم ذات کی بے وفائی اور خدا پر بھروسہ کرنے کے بارے میں پند ونصیحت کی ہے

عشق کیا ہے کرکے پچھانی ہے توں | گرٹاں کا مگر کھیل جانی ہے توں
جوانی دیوانی اخل وند نہیں | جوانی ہوبے بند اسے پند نہیں
چکے باج رنگ خوب پاناں میں نہیں | بڈھیاں میں کچھ ہے سو خاماں میں نہیں
ہنر ہور بخت جب ملے ایک ٹھار | تو دولت غلام ہو خدا ہوئے یار
بلند مرتبہ جھوٹ تے ہوئے پست | دنیا میں نہیں سچ تے کچ خوب بست

وجہی نے دکنی تہذیب اور مقامی عناصر کی خوب عکاسی کی ہے۔ چرندوں اور پرندوں پھل پھول کے بیشمار نام گنوائے ہیں جن میں سے چند یہ ہیں۔

گدڑ، بیل، کتا، سگ گھوڑے، ترنگ شبرنگ، کاگ، ناگ شیر شرزہ، سرخکال بھونر مرغ سیمرغ۔ طاوس مور، باز بحری کلنگ طوطی کبک جوڑیاں بنفشہ گلاب، مشک انار، انجیر سیب

صفت میزبانی اور بخشش کردن ابراہیم قطب شاہ کے علاوہ، دیگر ابواب میں دکنی تہذیب اور شائستگی کے کثیر نمونے ملتے ہیں

حسن وجمال کی رنگینیاں تزئین و آرائش محفل عماراتوں کی تعمیر، کھانوں کی قسمیں لباس اور زیور جانوروں اور پرندوں کے نام موسموں کی منظر نگاری، شاہی آداب اور عوامی تہذیب میں روزمرہ کی جھلکیاں ملازموں کی زبان رسم ورواج، ادب قاعدے جیسے مان پان، بڑوں کے پاؤں چھونا، سلام کے طور طریقے، جنسی آزادی، فنونِ لطیفہ سے

دلچسپیاں بہادری اور شجاعت اور فن سپہ گری کے نمونے خوب پیش کئے گئے ہیں قطب مشتری میں دیومالائی اور اسلامی عناصر ایک دوسرے کے ساتھ ملے جلے نظر آتے ہیں تشبیہ اور استعارے زیادہ تر دیومالا سے لئے گئے ہیں جیسے راون، کرشن راکشس دیو وغیرہ عام مثنویوں کی طرح قطب مشتری میں بھی مافوق الفطرت عناصر کی کمی نہیں ہے اژدھا ایسا ہے جیسے کوئی بڑی چٹان، راکشس ہے تو ایسا جو کم از کم لنو ہاتھیوں کا ناشتہ کرتا ہو۔

اس زمانے میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دکن میں کرناٹک اور گجرات کا حسن معیاری اور مشہور تھا چینی اور ماچینی کے علاوہ ایرانی حسن بھی بہت پسندیدہ تھا۔ بنگال کا جادو بھرا حسن پوری مثنوی کی جان ہے۔ پاکبازی اور شرم و حیا عصمت و عفت عورت کے زیور سمجھے جاتے تھے۔

قطب مشتری میں وطن پرستی کا جذبہ اس مثنوی کی وقعت کو اور بڑھا دیتا ہے دکن کی تعریف میں وجہی نے جو شعر کہے ہیں ان کا ذکر آچکا ہے۔ ان اشعار سے نہ صرف وجہی کی دکن سے محبت کا ثبوت ملتا ہے بلکہ اس زمانے میں دکن کی تاریخی اور سماجی اہمیت کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

یو کیا ہے ملک جو تجھے بھاوتا — یو کیا ہے جو خاطر تیری آوتا
تجے میں وہاں دیوں گا ہاں اے نار — سو اس دھات کے شہر ہزاراں ہزار
دکھن ملک وہ کچھ عجب ٹھانوں ہے — دکن میں سو ایسا ہر یک گانوں ہے

وجہی نے جاندار مکالموں اور زبان کے برموقع استعمال سے مثنوی کی ادبی حیثیت میں بھی اضافہ کیا۔ عورتوں کی زبان اور لب و لہجہ کی کاٹ دیکھئے۔

ترا سا برہ بیچ ستاتا اہے — سو تیتی کوں پھر پھر تپاتا اہے
خدا اس برہ کا کرے گھر خراب — کہ تا حق بنج آج دیتا عذاب
جو سنپڑے برہ میرے داواں تلیں — رگڑ کر سٹوں دے دے پاواں تلیں

قطب مشتری وجہی نے صرف بارہ دن میں مکمل کی ہے جس سے وجہی کی قادر الکلامی کا اندازہ ہوتا ہے اس مختصر سے عرصہ میں بھی اس نے اس مثنوی کو زبان بیان

محاورے روزمرہ تراکیب اور نادر تشبیہ و استعاروں سے سجا دیا ہے۔

تشبیہ اور استعارے کی چند مثالیں

کمل پھول طالب جو ہے سور کا — وہ محتاج نئیں چاند کے نور کا

ہر یک خوب محبوب بُتِ فارسی — بدن جیوں جلتے اچھے آرسی

سو بچھوے میں ناشہ دائی کی یوں اچھے — کچا موتی سیپنی منے جیوں اچھے

تلمیح میں وجہی نے نہ صرف عربی فارسی ادبیات سے استفادہ کیا ہے بلکہ ہندوستانی ادبیات اور اساطیر سے بھی مدد لی ہے مثلاً

ہر یک گوپی شہ کی جیوں ماہ ھے — کہ اس دور میں کشن بادشاہ ھے

ہوا پرگٹ اس کا حسن یاں تلگ — کہ یوسف کی خوبی کوں لبریا ہے جگ

جہاں پالؤ دھرتا چلتا رہے — وہاں آب زم زم ابلتا رھے

انگوٹھی سلیماں کی تجھ ہات میں — کہ تاثیر عیسٰی کی تجھ بات میں

وجہی کلام میں سلاست کا قائل ہے کہتا ہے ؎

سلاست نہیں جس کیرے بات میں — پڑیا جائے کیوں جز لے کر ہات میں

چنانچہ قطب مشتری میں سادگی اور سلاست کی وجہ سے کئی شعر اور مصرعے ضرب المثل بن گئے ہیں

وجہی نے تکرار لفظی سے بعض جگہ بات کا لطف دوبالا کر دیا ہے۔

وہی نقش تن تھا وہی نقش من — وہی نقش پانی وہی نقش اگن

ہوا رام میں، دل میں رام نئیں — یو دل کیا کرے گا سنجے نام نہیں

رعایت لفظی اور الفاظ کے حسن انتخاب نے اس مثنوی کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔

وجہی کی اس مثنوی میں جہاں ان گنت خوبیاں ہیں وہیں کچھ عیوب بھی نظر آتے ہیں۔ وجہی سب رس اور تاج الحقائق کا مصنف ہے جس سے اس کی عربی دانی کا پتہ چلتا ہے لیکن اس مثنوی میں اسنے عربی الفاظ کا تلفظ اسی طرح کیا ہے جس طرح عام دکنی زبان میں کیا جاتا ہے۔ اور ان کا املا بھی بول چال کے مطابق لکھا ہے مثلاً اخلق خام، وفا نزیک، منا، واقع معزز المستید، صفے، ملما، نخش، وخت زیاست۔ قافیہ کی بندش میں بھی واضح خلل ملتا ہے۔ کئی مثالوں میں سے تین پیش ہیں:

دکھیا شاہزادے کوں عابد اہیں — نوازش سوں پوچھیا وہ نادل اہیں
اگر ہور رضا تو یو دل شاد اچھے — نہیں تو مرے دل یہ سو داغ اچھے
تماشا دیکھن آئے جو پھیر سب — خفی ہو دکھیا آج کوں شہر سب

وجہی کی یہ مثنوی مقبول وزن فعولن فعولن فعولن فعول میں لکھی گئی ہے دکنی کی اکثر مثنویاں یا تو فارسی سے ترجمہ کی گئی ہیں یا سنسکرت یا عربی سے۔ قطب مشتری کو سبھی محققوں نے ایک طبعزاد مثنوی لکھا ہے لیکن پروفیسر سیدہ جعفر پروفیسر دیوستھالی کے حوالے سے لکھتی ہیں۔

"مثنوی قطب مشتری کے قصے سے مشابہت رکھنے والا ایک قصہ سنسکرت شاعری میں بھی موجود ہے۔ یہ تقریباً ۱۰۰۰ء کی تخلیق ہے۔ جس کا نام "نواساہاسانا چرتر" ہے اس سنسکرت نظم میں پدما گپتا موسوم بہ پری مالانے جو سری گنگا گپتا کا بیٹا تھا شہزادے سسی پربھا کی داستانِ عشق بیان کی ہے یہ کہانی مالوہ کے سدھو راجا نواساہاسنکا کا قصہ محبت سمجھی جاتی ہے۔

پروفیسر دیوستھالی لکھتے ہیں کہ اس قصے میں بہت سے تاریخی حوالے تبدیل شدہ صورت میں موجود ہیں" (کلیات محمد قلی قطب شاہ صفحہ ۲۸)

قطب مشتری اس منظوم قصے کے اٹھارہ سال بعد لکھی گئی اگر وجہی نے اس قصے سے استفادہ کیا ہے تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس نے نقل کو اصل بنا دیا ہے قطب مشتری پر ذرا گمان نہیں ہوتا کہ یہ قصہ کہیں سے مستعار ہے۔

وجہی قطب شاہی عہد کا ایک نامور شاعر اور عظیم نثر نگار تھا اس کی سب رس دکنی انشاپردازی کا ایک انمول اور پہلا نمونہ ہے۔ سب رس وجہی نے عبداللہ قطب شاہ کی فرمائش پر ۱۰۴۵ھ م ۱۶۳۵ء میں تصنیف کی ہے۔ اس زمانے میں محمد یحییٰ بن سیبک فتاحی نیشاپوری کی تصنیف دستور عشاق کے خلاصے "حسن و دل" کو بڑی مقبولیت حاصل تھی وجہی نے "حسن و دل" کو سامنے رکھ کر سب رس تصنیف کی ہے اس قصے کے سارے کردار تمثیلی ہیں سب رس کے قصے کی دو تہیں ہیں ایک ظاہری جس میں ایک عشقیہ داستان پیش کی گئی ہے اور دوسری باطنی جس میں علم باطن کی تہیں کھلتی

جاتی ہیں اس طرح سب رس میں وجہی نے عشق حقیقی اور عشق مجازی دونوں کو ساتھ ساتھ پیش کیا ہے اس کی زبان مسجع اور مقفیٰ ہے اس زمانے میں فارسی میں یہ طرز تحریر عام تھا وجہی نے ایک نوعمر زبان دکنی میں نثر کا یہ اسلوب پیش کرکے نہ صرف زبان و بیان پر اپنی قدرت ظاہر کی ہے بلکہ نوخیز دکنی زبان میں موجود بے پناہ لسانی اور ادبی صلاحیت اور زرخیزی کا اظہار بھی کیا ہے

سب رس کی زبان داستانوی اور رنگین ہے عبارت آرائی کے باوجود سلیس اور سادہ تحریر کے بھی نمونے ملتے ہیں۔ سب رس میں وجہی نے انشاء پردازی کے جوہر دکھائے ہیں قصہ بیان کرتے کرتے گریز کرجاتا ہے کبھی 'دل' کی حقیقت بیان کرتا ہے کبھی 'عشق' کے بھید کھولتا جاتا ہے تو صفحے کے صفحے بھر دیتا ہے۔ اس داستان میں اخلاقی معاشی اور معاشرتی مسائل انسان کے عیب اور حسن پر رائے زنی کی ہے۔ داستان کا ماخذ پرایا ہے لیکن اس کا ماحول اپنا ہے اپنے وطن کا ہے وجہی نے اپنے عصر کے تہذیبی عناصر کی اس میں بڑی اچھی عکاسی کی ہے سب رس کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ وجہی عربی اور فارسی ادبیات کے علاوہ مقامی اور ہندوستانی زبانوں کے ادب سے بھی واقفیت رکھتا تھا اس نے جگہ جگہ آیات اور احادیث عربی فارسی اور دکنی اشعار سے سنوارا ہے عربی مقولے بھی کثرت سے ملتے ہیں مثلاً دانایاں میں یوں چلی ہے بات العقل نصف الکرامات، صبوری تے دنیا صبوری تے دین مصحف کی آیت ہے کہ

اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصَّابِرِین

سب رس میں وجہی نے ہندی دوہرہ بھی درج کیا ہے۔

پنکھا ہو کر میں ڈولے ساتی تیرے چاؤ
مجھ جلتے جنم گیا تیرے لیکھن باؤ

سب رس میں بہیں محاورے ضرب الامثال اور روزمرہ کے قیمتی نمونے ملتے ہیں جیسے شکر کی چھری، گھر گھالو، خونا خون، اصل سے کچھ خطا نئیں کم ذات تے وفا نئیں ادھر بات ادھر کرا ہے اس کے علاوہ دکنی کے مخصوص ضرب الامثال بھی کثرت سے ملتے ہیں سب رس کے سارے کردار تمثیلی ہیں مثلاً نظر' دل' ناموس' عشق' ناز' غمزہ

عشوہ، ادا، رقیب، عقل، قامت حسن اور لٹ وغیرہ

سب رس اردو میں ادبی نثر کا پہلا نمونہ ہے اس سے پہلے جو نثری تصانیف ملتی ہیں وہ مذہبی نوعیت کی ہیں

وجہی کی ایک اور تصنیف کلمۃ الحقائق ہے۔ اس میں صوفیانہ خیالات پیش کئے گئے ہیں۔

سیف الملوک و بدیع الجمال : غواصی کی پہلی مثنوی ہے اس نے تین مثنویاں لکھیں۔ دو اور مثنویاں مینا ستونتی اور طوطی نامہ ہے مثنوی سیف الملوک غواصی نے محمد قطب شاہ کے آخر زمانے میں لکھی تھی اسکے انتقال کے بعد تھوڑے سے رد و بدل کے بعد اسے عبداللہ قطب شاہ کی خدمت میں پیش کیا غواصی گولکنڈہ کا ایک بڑا ہی باکمال شاعر تھا۔ اس کے حالاتِ زندگی کا خود اس کے کلام سے بھی کم ہی اندازہ ہوتا ہے سیف الملوک و بدیع الجمال کے مطالعہ سے اتنا پتہ چلتا ہے کہ وہ محمد قلی قطب شاہ کے زمانے میں ایک نومشق شاعر تھا۔ اس کی مشق سخن ابھی جاری تھی لیکن وجہی کے سامنے اس کا چراغ جل نہ سکا۔ محمد قطب شاہ کے زمانے میں شاعروں پر بڑی بڑی گزری۔ عبداللہ قطب شاہ کے عہد میں شاعری کے چمن میں پھر سے بہار آ گئی۔ غواصی سپاہی تھا اور پہرہ پر مامور تھا۔ عبداللہ قطب شاہ نے اس کی شاعرانہ صلاحیتوں کو دیکھ کر اس کی درخواست پر پہرہ سے ہٹا دیا اور دربار میں جگہ دی۔ غواصی نے اپنی شاعرانہ اور ماہرانہ صلاحیتوں سے بادشاہ کے دل میں گھر کر لیا۔ ملک الشعراء کا خطاب دے کر ملک خوشنود کے ساتھ ۱۶۳۵ء میں گولکنڈہ کا سفیر بنا کر بھیجا۔ وہاں غواصی کی بڑی آؤ بھگت ہوئی اس کی مثنوی سیف الملوک نے بیجاپور کے شاعروں کو متاثر کیا۔

یہ مثنوی ۱۰۳۵ھ م ۱۶۲۵ء میں مکمل ہوئی غواصی لکھتا ہے ؎

برس یک ہزار ہور پنج تیس میں   کیا ختم یو نظم دن تیس میں

غواصی کی تینوں مثنویاں ترجمہ ہیں۔ یہ مثنوی الف لیلہ سے ماخوذ ہے۔ اس میں مصر کے شہزادہ سیف الملوک اور چین کی شہزادی بدیع الجمال کے حسن و عشق کی داستان

ہے۔ میر سعادت علی رضوی لکھتے ہیں کہ عہد اورنگ زیب میں مرزا بدیع اصفہانی نے شمشیر خاں کی فرمائش پر اس قصہ کو فارسی میں نظم کیا تھا۔ "گلدستۂ عشق" نام رکھا تھا سیف الملوک کا ایک نثری ترجمہ نجم الدین احمد نجم نے دلی سے ۱۸۹۲ء میں شائع کیا غواصی کا ترجمہ آزاد ترجمہ ہے جسے شاعر نے اپنی قادرالکلامی سے طبعزاد بنا دیا ہے۔ اس مثنوی کا قصہ بھی عام داستانوں سے ملتا جلتا ہے۔

شہر مصر کا ایک بادشاہ تھا ایک عرصہ بعد اسکے یہاں ایک لڑکا پیدا ہوا۔ جس کا نام سیف الملوک رکھا گیا۔ جب شہزادہ بڑا ہوا تو بادشاہ عاصم نزل نے شہزادہ کو ایک انگشتری ایک زرین کپڑا اور گھوڑا تحفہ دیا اس زرین کپڑے پر ایک خوبصورت دوشیزہ کی تصویر تھی جسے دیکھ کر شہزادہ عشق میں مبتلا ہو گیا وہ تصویر شہپال ابن شاہ رخ بادشاہِ اجنہ کی بیٹی بدیع الجمال کی تصویر تھی جو گلستان ارم میں رہتی تھی شہزادہ اپنے دوست ساعد کے ساتھ گلستان ارم کی تلاش میں روانہ ہوا۔ راستہ میں بڑی مشکلوں کا سامنا کرنا پڑا طوفان سے لڑتے، زنگیوں سے مقابلہ کرتے اور راکشس کی قید سے نجات پاکر ایک جزیرہ میں پہنچا۔ جہاں کے مکوڑے ہاتھی کے برابر تھے ان سے بچنا چاہا تو شتر مرغ کا نشانہ بنا وہاں ایک اژدھے کے منہ سے بچ کر نکلا ایک دریا کے کنارے پہنچا وہاں اسے ایک انار ملا۔ بھوکا تھا کھالیا۔ وہ انار ایک دیو کا تھا شہزادہ حضرت سلیمان کی انگوٹھی کی مدد سے ایک اور جزیرہ پر پہنچا۔ وہاں ایک شہزادی شہر بانو سے ملاقات ہوئی۔ جسے بدیع الجمال کا پتہ معلوم تھا۔ اس نے شہزادہ کی مدد کی۔ شہر بانو سے ان دونوں نے درخواست کی کہ وہ شہپال سے سفارش کر کے ان دونوں کی شادی کروا دے وہ راضی ہوکر چلی گئی اس کے غیاب میں شہزادہ سیف الملوک ایک دیو کے پنجے میں گرفتار ہو گیا۔ جب شہپال کو معلوم ہوا تو اسنے فوج لے کر دریائے قلزم پر حملہ کر دیا۔ جہاں کا وہ دیو حکمران تھا۔ گھمسان کی لڑائی کے بعد بدیع الجمال اور سیف الملوک کی شادی ہو گئی۔ اور وہ مصر لوٹ آئے۔ غواصی نے کہیں یہ نہیں لکھا کہ اسنے الف لیلیٰ سے استفادہ کیا ہے

کو اڑاں کھلے سب میرے نام کے ۔۔۔ کھلے پھول مقصود کے کام کے
مرا جیب بلبل ہو بولن لگیا ۔۔۔ چھپے غیب کے نغمے کھولن لگیا

میرے طبع کا جھاڑ جم لیا وے بار — کھلے پھول تسکوں ہزاراں ہزار

غواصی نے اس مثنوی کے تلازم اور اسلوب میں وجہی کی قطب مشتری کی پیروی کی ہے منظر نگاری کے سیف الملوک میں زیادہ مواقع تھے اس لئے وہ وجہی سے آگے نکل گیا ہے سراپا اور جذبات نگاری میں بھی اس نے کمال دکھایا ہے۔ وجہی نے جذبات نگاری میں حقیقت کی عکاسی کی ہے غواصی نے مبالغہ سے کام لے کر اس میں رنگ بھر دیا ہے سراپا نگاری میں وجہی نے تفصیل سے کام لیا ہے جبکہ غواصی نے اختصار کو مدنظر رکھا ہے۔ غواصی نے جن راکشس اور دیو کی تصویریں اس انداز سے کھینچی ہیں کہ جسم میں ایک سنسنی سی دوڑ جاتی ہے۔

ابنا قد لبنی ناک چوڑے بلاخ — دلیسے غار کے نا دلیداں فراخ

بڑے ڈانگرے سار کے کان دو — اجڑ نگھر کرے گھوڑ جو راں دو

انگوٹھیاں بدل آپ نے ساز کے — خوش انگلیاں میں پہناڈ لے ساز کے

غواصی کی مثنوی میں تخیل کی کارفرمائی نے بڑی جان ڈال دی ہے۔ دکنی اور اردو کی دیگر داستانوں کی طرح مافوق الفطرت عناصر اس مثنوی میں کچھ زیادہ ہی پائے جاتے ہیں۔ مثلاً مکوڑوں کا ہاتھی کے برابر ہونا۔ بڑے بھوت اور داتن کی خطرناک حرکتیں

غواصی نے حیرت انگیز اور سنسنی خیز واقعات سے داستان کو دلچسپ بنا دیا ہے خاص طور پر شہزادہ کا طوفان سے مقابلہ کرنا دیو سے لڑنا اژدھا سے دوچار ہونا کشمکش اور سنسناہٹ سے دوچار کر دیتا ہے۔

غواصی نے اس مثنوی میں رزم اور بزم دونوں موقعوں کی اچھی عکاسی کی ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ اسکو رزمیہ اور بزمیہ شاعری میں مہارت اور کمال حاصل ہے نصرتی نے اپنے اس کمال فن کے اظہار کے لئے گلشن عشق اور علی نامہ سے کام لیا تھا۔ تو غواصی نے اس ایک مثنوی میں ہی اپنے یہ جوہر دکھا دیئے ہیں۔

غواصی کے یہاں باغ اور بیابان دونوں مناظر کی تصویریں ملتی ہیں باغ کا منظر پڑھتے وقت سحر البیان کا شاہانہ باغ کا منظر یاد آجاتا ہے۔ غواصی کے باغ میں کاغذ کے پھول نہیں کھلے۔ بلکہ حیدرآباد دکن جو اس زمانے میں "باغ نگر" تھا اس کی عکاسی ملتی ہے۔

اس باغ کے پھول پتے اور پھل اور ان میں چہکنے والے پرندے سب مقامی ہیں
سیف الملوک و بدیع الجمال میں دکنی تہذیب کی بھی اسی طرح تصویر کشی کی گئی ہے جس طرح دکنی کی دیگر مثنویوں میں کی گئی ہے۔ اس مثنوی کے مطالعہ سے یہ انکشاف ہوتا ہے کہ فارسی قصوں کو اردو مثنوی میں دکنی تہذیب سے ہم آہنگ کر دیا گیا۔ دکنی کی مثنویاں اپنے عہد کی تہذیب اور معاشرت کی منظوم تاریخ ہیں۔
سیف الملوک میں شاعر نے نادر تشبیہوں اور اچھوتی ترکیبوں کا استعمال کر کے اپنی قادر الکلامی کا ثبوت دیا ہے۔ مہپال اور دریائے قلزم کے بادشاہ کی لڑائی کے منظر میں اس نے نئی اور اچھوتی تشبیہیں استعمال کی ہیں

جو دریا لہو ہو اُبلنے لگیا　　گگن اسپو کشتی ہو چلنے لگیا
سراں تیرتے لہو کے سمدر تے　　جو دستے اتھے بُڑبُڑے دور تے
دھڑاں سب نپٹ موج کے لوٹ مار　　تھے ڈُبتے نکلتے نہنگاں کے سار

غواصی نے گولکنڈہ کے دیگر شاعروں کی طرح فارسی اسلوب کو آگے بڑھایا ہے اسکی بحر بھی فعولن فعولن فعولن فعول (بحر متقارب) سے ملتا ہے جو فارسی مثنویوں کی مقبول بحر ہے ساتھ ہی دکنی زبان کی نمایاں خصوصیات بھی اس مثنوی میں بدرجہ اتم ملتی ہیں۔ مثلاً (اں) سے جمع بنانے کی مثالیں کثرت سے پائی جاتی ہیں جیسے مدجاں، تشبیہاں، جیاں، دلاں، وزیراں، شرطاں وغیرہ۔
غواصی نے تذکیر و تانیث کا بھی زیادہ خیال نہیں کیا ایک ہی اسم کو مذکر بھی باندھا ہے اور کبھی مونث مثلاً

میرا حبیب بلبل ہو بولن لگیا　　تِتے عیب کے نغمے کھولن لگیا

میری حبیب عجب کہرگ ہے آبدار　　سدا تیز پانی دہرے بے شمار

ایسا نہیں ہے کہ اسنے صرف فارسی اور عربی کے الفاظ سے اپنے اسلوب کو سنوارا ہے بلکہ سنسکرت کے بھی سہل اور عام فہم الفاظ کو سیف الملوک و بدیع الجمال میں جگہ دی ہے نمونے کے

طور پر یہ الفاظ ملاحظہ ہوں ۔ ہلبیں، آنند، سیس، اُتم، دیوانی، سکھ، بھوگنی، کارن وغیرہ ۔ غواصی کی تینوں مثنویوں میں سیف الملوک کو زبان و بیان اور فن کے اعتبار سے فوقیت حاصل ہے ۔

' میناستونتی ' کو غواصی کی پہلی مثنوی سمجھا جا سکتا ہے کیونکہ اس مثنوی میں شاعر کے لہجہ میں انکسار ہے اپنے آپ کو کم علم اور کم فہم سمجھتا ہے اور اپنے حق میں دعا کی درخواست کرتا ہے

غواصی کمینے پو کرنا نظر دعا خوش سوں کرنا مرے حق اوپر

میناستونتی کا قصہ اودھی میں منظوم چندائن سے ماخوذ ہے جو بہت مقبول قصہ رہا ہے میاں سادھن نے اسے ' میناست ' کے نام سے لکھا ہے بنگال میں دولت قاضی نے ستی مینا و لور چندرانی کے نام سے اور فارسی میں حمیدی نے ' عصمت نامہ ' کے نام سے لکھا ہے غواصی نے اپنی مثنوی کو فارسی سے ماخوذ بتایا ہے لیکن یہ مثنوی بھی اپنے اندر ایک انفرادی شان اور اپج رکھتی ہے ۔

رسالہ اتھا فارسی یو اول کیا نظم دکنی سیتے بے بدل

اس کا قصہ بہت دلچسپ ہے اس میں ہندوستانی عورت کی عظمت، وفاداری اور عفت مآبی کی عکاسی کی گئی ہے ۔ قصہ کا ربط و تسلسل مثنوی کی شان ہے حالانکہ درمیان میں کچھ اور قصے آتے ہیں جنہیں دوتی سناتی ہے یا مینا لیکن یہ قصے مثنوی میں جذب ہو گئے ہیں انہیں علحدہ تو کیا جا سکتا ہے مگر مثنوی کی دلچسپی کو برقرار نہیں رکھا جا سکتا ہے

اس مثنوی کے دو اہم کردار ہیں اور دونوں ہی عورت کے ہیں مینا عفت اور وفا کی نمائندہ ہے تو دوتی مکر، فریب اور حرص و ہوا کی مورت ہے مینا کی ثابت قدمی دوتی کے مکر کو چلنے نہیں دیتی ۔ آخر خیر کی فتح ہوتی ہے اور شر کو سزا ملتی ہے ۔ دوتی اور مینا کے جاندار مکالمے اس مثنوی کی جان ہیں ۔

مثنوی تشبیہہ، استعارے، ضرب الامثال کہاوتیں روزمرہ اور محاورے کا خزانہ ہے ۔ اس زمانے کی عورتوں کی زبان ان کے اندازِ فکر اور طرزِ زندگی کے مطالعہ میں میناستونتی سے بڑی مدد ملتی ہے اس قصہ میں سادگی اور واقعہ نگاری پر زور دیا گیا ہے ۔

طوطی نامہ سیف الملوک کے چودہ سال بعد یعنی ۹ ۴ ۰ ۱ھ م ۱۲۳۹ء میں لکھا گیا ہے

٤٥

برس یک ہزار ہور چالیس پر لنؔ ہوئے تھے پوموتیاں پرو یا ہوں میں
اس کا قصہ ضیاء الدین نخشبی کے طوطی نامہ (فارسی) سے ماخوذ ہے ۔

ہوئے حضرت نخشبی مج مدد ۔ دیا میں اسے لوّ رواج اس سنک

ضیاء الدین نخشبی کا طوطی نامہ خود بھی سنسکرت تصنیف شُک سپتا کا فارسی ترجمہ ہے
جس میں طوطے کی کہی ہوئی ستر کہانیاں ہیں نخشبی نے باون کہانیاں لی ہیں اور غواصی
نے پینتالیس کہانیاں رد و بدل کے ساتھ طوطی نامہ میں نظم کی ہیں ۔ فورٹ ولیم کالج کے
قیام کے بعد حیدر بخش حیدری نے گلکرسٹ کی فرمائش پر ۱۲۱۶ ھ میں طوطی نامہ طوطا کہانی
کے نام سے اردو میں لکھا ہے ۔

طوطی نامہ میں غواصی کی زبان سیف الملوک کے مقابلہ میں فارسی سے زیادہ متاثر
ہوگئی ہے جدید فارسی الفاظ' محاورے اور نے کا استعمال بھی اس مثنوی میں ملتا ہے
سیف الملوک میں غواصی نے جزئیات نگاری کے جوہر دکھائے تھے اس مثنوی میں اختصار
کو ملحوظ رکھا ہے ۔ لفظوں کی تراش خراش بیان کی تیزی اور زبان کی سادگی غواصی
کی اس مثنوی میں سابقہ دونوں مثنویوں سے کہیں زیادہ ہے ۔ زبان و بیان کی پختگی کے
اعتبار سے یہ مثنوی سب سے آگے ہے اس کا خود شاعر کو بھی احساس ہے کہتا ہے ۔

کھیا اے سخن سنج صاحب تمیز بچن کے سو ہے سر کا تاج عزیز
تری طبع پر صد ہزار مرحبا سچا تو ہے منظور اہل صفا

اس وقت تک غواصی کی شہرت دکن سے نکل کر شمال پہنچ چکی تھی
چنانچہ میر حسن اپنے تذکرے میں غواصی کا ذکر اس طرح کرتے ہیں
" غواصی تخلص' در وقتِ جہانگیر بادشاہ بود طوطی نامہ نخشبی را
نظم نمودہ است بہ زبان قدیم نصفے فارسی نصفے ہندی بطور ریخت
کہانی سرسری دیدہ بودم شعر آں نظم یاد نیست "

ماہ پیکر: ماہ پیکر عبد اللہ قطب شاہ کے دور حکومت کی ایک اہم مثنوی ہے اس کے

شاعر احمد جنیدی کے حالات زندگی نہیں ملتے۔ ایک عرصہ تک اسکے صحیح نام کا بھی پتہ نہیں چل سکا تھا۔ حکیم شمس اللہ قادری نے "اردوئے قدیم" میں اس کا نام "شیخ احمد" بتلایا ہے (صفحہ ۷۰) اور نصیر الدین ہاشمی نے "ماہ پیکر" کے شاعر کا نام صرف "احمد" لکھا ہے (دکن میں اردو صفحہ ۱۲۴) اردو شہ پارے میں ڈاکٹر زور نے علی اکبر جنیدی کو ماہ پیکر کا شاعر بتایا ہے۔ پروفیسر سیدہ جعفر نے مارچ ۱۹۸۶ء میں ماہ پیکر مرتب کر کے شائع کی ہے۔ اور داخلی شہادتوں سے ماہ پیکر کے مصنف کا نام احمد جنیدی ثابت کیا ہے۔ ان اشعار کے حوالے بھی دیئے ہیں جن میں شاعر نے اپنا نام بطور تخلص استعمال کیا ہے۔ ان اشعار کے علاوہ مثنوی کے آغاز میں حمد کے آخری شعر میں بھی شاعر نے اپنے نام کا اسطرح اظہار کیا ہے۔ ؎

کر احمد جنیدی پہ کر یوں کرم رھوے نا لوں زباں پر محمد حرم

اسی طرح تقریباً ہر باب کے آخری شعر میں اس نے اپنے نام کا اظہار کیا ہے۔
مثنوی ماہ پیکر کے آخر میں شاعر نے "مناجات احمد جنیدی د خاتم کتاب" میں شجرہ بیعت دیا ہے، جس کی روشنی میں سیدہ جعفر نے احمد جنیدی کو مہدوی فرقہ کا پیرو قرار دیا ہے۔
مثنوی کے آخر میں احمد جنیدی نے اپنی مثنوی کے سنہ تصنیف اور مہینے کی نشاندہی کی ہے۔

بنی کی سو ہجر کا یو تھا قرار چہار سال تین بیس پر یک ہزار
کر تاریخ دسویں محرم الحق ہوا ختم یو نظم جوں مہ سبق

اس لحاظ سے مثنوی ماہ پیکر دسویں محرم ۱۰۶۴ھ کو مکمل ہوئی ہے۔
مثنوی ماہ پیکر مقبول بحر فعولن فعولن فعولن فعل میں لکھی گئی ہے۔ یہ ایک عشقیہ مثنوی ہے جسے شاعر نے اپنے دوستوں کی فرمائش پر نظم کیا ہے۔
احمد جنیدی نے ایک عرصہ تک شاعری ترک کر دی تھی اور پھر جب مثنوی لکھنے آمادہ ہوا۔ تو اسے یہ اندیشہ بھی لاحق ہوا کہ کہیں کوئی چوک نہ رہ جائے اسے اس بارے میں بھی یقین نہیں ہے کہ یہ کلام "پختہ" ہے یا "خام" اس لئے اپنے قاری

سے درخواست کرتا ہے کہ

اگر چوک پاویں گے اس میں ذرا کر دراست تم خوب اسکوں پھرا
نپٹ عیب اُس کا سو مجھ پر دھرو اگر عیب اچھے گا عفو سب کرو
نہ جانے کہ پختہ کی یا خام ہے کرنا کام ہے یا بے کام ہے

اس مثنوی کا ہیرو' پیکر' ہے اور ہیروئن کا نام 'ماہ' ہے اسی مناسبت سے جنیدی نے اس مثنوی کا نام "ماہ پیکر" رکھا ہے۔

رکھیا ماہ پیکر سو اس ہیک نام الٰہی توں کر اس نظم کو تمام

دو ہزار سات سو بیتیں شعر کی اس مثنوی کا قصہ اکہرا ہے قصے سے پہلے مثنوی کی عام روایت کے مطابق حمد اور نعت بھی شامل ہیں نعت ہی کے سلسلے میں مناقب خلفائے راشدین بیان ہوئے ہیں پھر سبب تالیف اور دعا کے بعد قصہ شروع ہوتا ہے حسن جنیدی محمود غزنوی کا وزیر ہے۔ بادشاہ اسے بہت عزیز رکھتا ہے اسے دنیا جہاں کی نعمتیں حاصل ہیں۔ مگر اولاد سے محروم ہے۔ بڑی دعاؤں کے بعد اللہ تعالیٰ نے ایک لڑکی عطا کی جس کا نام 'ماہ' رکھا۔ اسی ملک میں ایک بڑا دولت مند تاجر رہتا تھا جس کی کوئی اولاد نہیں تھی بڑی آرزوں اور تمناؤں کے بعد ایک لڑکا "پیکر" پیدا ہوا۔ ماہ اور پیکر ایک مکتب میں تعلیم حاصل کرتے تھے۔ بڑے ہوئے تو انکے عشق کا چرچا ماں باپ تک پہنچا اور ماہ کا مکتب جانا موقوف ہوا۔ پیکر ایک مکرن کلیلالہ سے جو مالن تھی ماہ تک اپنے دل کا حال پہنچانے میں مدد لیتا ہے۔ دونوں کلیلالہ کی مدد سے ایک باغ میں ملتے ہیں۔ جہاں وہ نماز اور قرآن شریف پڑھتے ہیں ایک رات محمود غزنوی کوتوال کے بھیس میں گشت پر نکلا تو دیکھا کہ پیکر باغ کے کنگرے پر کمند ڈال کر چڑھ رہا ہے۔ اسے فوراً گرفتار کر لیا اور مار پیٹ کے بعد اس کے باپ عبداللہ کے گھر لے گیا۔ عبداللہ نے سمجھا کہ اس کا بیٹا چوری کے الزام میں گرفتار ہوا ہے تو بہت شرمندہ ہوا اور ضمانت دینے سے انکار کر دیا کوتوال پیکر کو لے کر آگے بڑھا راستہ میں پیکر کے دوست ملک زادہ کا گھر ملا۔ پیکر نے ملک زادہ سے تمام حال کہہ سنایا۔ ملک زادہ نے ضمانت دے کر اسے چھڑا لیا۔ اور اس کو اپنے گھر لے گیا۔ پیکر نے تمام قصہ ملک زادہ سے کہہ سنایا کوتوال ملک زادے کے ملازمول

کے بھیس میں چھپ کر بیٹھا یہ سارا ماجرا سن رہا تھا پیکر نے کہا ماہ باغ میں اس کا انتظار کر رہی ہوگی تاکہ آج کے پندرہ پارے پڑھے جاسکیں اور دونوں مل کر قرآن شریف ختم کر سکیں ملک زادہ نے اجازت دی تو کوتوال بھی آنکھ بچا کر ساتھ ہولیا تاکہ پیکر کی آزمائش کر سکے کوتوال ان دونوں کی محبت اور پارسائی دیکھ کر حیران رہ گیا۔ صبح کے قریب پیکر نے ماہ سے رخصت چاہی اور بتایا کہ اب اسے سولی پر چڑھایا جانے والا ہے تو ماہ غش کھا کر گر پڑی۔ صبح جب شہر میں ڈھنڈورا پیٹا گیا کہ ایک چور کو دار پر چڑھایا جانے والا ہے تو ماہ سیاہ لباس پہن کر سپاہی کے بھیس میں اس جگہ پہنچی۔ کوتوال کے بھیس میں غزنوی نے چوری چوری ساری باتیں سن لی تھیں اسے معلوم تھا کہ سیاہ لباس میں کون ہے اس نے پیکر کو سولی پر چڑھانے کے بجائے دونوں کی شادی کر دی۔

مثنوی ماہ پیکر ادبی سماجی اور تہذیبی اہمیت کی حامل ہے اس مثنوی کا قصہ بھی عام مثنویوں کی طرح شروع ہوتا ہے لیکن شاعر نے قصہ کی تشکیل میں تذبذب اور تجسس کی فضا پیدا کر کے قصہ کو دلچسپ بنا دیا ہے ایک عشقیہ مثنوی ہونے کے باوجود اس کا ماحول مذہبی ہے منظر کشی جذبات نگاری اور جزئیات کی پیش کشی میں شاعر کو کمال حاصل ہے۔ پیکر کے فراق میں ماہ کی بے قراری کے اظہار کے لئے احمد جنیدی نے پورا ایک باب قائم کیا ہے۔ شاعر کی منظر نگاری کا کمال باغ کی آرائش زیب و زینت کے بیان میں نظر آتا ہے منظر نگاری ہو کہ جذبات نگاری شاعر نے جزئیات پر پوری توجہ کی ہے جس کی وجہ سے مثنوی طویل معلوم ہوتی ہے لیکن جزئیات کی تفصیل اور تہذیبی عناصر قاری کی دلچسپی کو برقرار رکھتے ہیں احمد جنیدی نے بہت سارے پھل اور پھولوں کے ایسے نام گنوائے ہیں جن سے دکن کی بوباس آتی ہے جیسے سرو انار انجیر جامن آم انجر وٹ نارنگی بادام بنفشہ پھولوں میں لالہ سوسن سمن چنبلی چنپا بٹ موگرا سیوتی دونا کنول سنبل نرگس جوئی (جوہی) وغیرہ۔ احمد جنیدی نے دکنی تہذیب کے مختلف پہلوؤں کی عکاسی پر خاص توجہ صرف کی ہے ایسا معلوم ہوتا ہے شاعر کا مقصد اولین ہی تھا کہ وہ اپنے دور کے شادی بیاہ کے رسم و رواج زیورات لباس سجاوٹ و آرائش آؤ بھگت خاطر تواضع جشن اور رقص و موسیقی فرش و فرنیچر مختصر یہ کہ مکانوں اور محلوں کی سجاوٹ کو قلمبند کر لے ماہ اور پیکر

کے شادی کی رسومات کے آغاز سے لے کر بیز بانی تک تہذیب و معاشرت کے رنگا رنگ مرقعے نظر آتے ہیں پروفیسر سیدہ جعفر نے اپنی مرتبہ مثنوی کے مقدمہ میں اس پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ اس سلسلہ میں وہ رقمطراز ہیں

"احمد جنیدی کی مثنوی 'ماہ پیکر' عہد گزشتہ کے تہذیبی مظاہر کی ایک اہم دستاویز معلوم ہوتی ہے شاعر کے وسیع مطالعہ اور اس کے ثقافتی شعور نے اس مثنوی میں ایک مٹی ہوئی تہذیب کے نقوش کو ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دیا ہے۔

اگر ہم قطب شاہی تمدن کی ایک جھلک دیکھنا چاہیں تو اس عہد گزشتہ کے تمدنی عناصر اور ثقافتی میلانات کا پرتو ہمیں احمد جنیدی کی ماہ پیکر میں نظر آسکتا ہے" (ص۲۶)

دکنی مثنویوں میں سراپا نگاری کے اچھے نمونے ملتے ہیں ماہ پیکر میں اس کی کمی کھٹکتی ہے ماہ کی خوب صورتی کی ہلکی سے تصویر کشی کی گئی ہے سراپے میں تشبیہات کے استعمال سے بہت کام لیا جاتا ہے گردن اور انگلیوں کی تعریف ملاحظہ ہو جس میں ایک اچھوتا انداز ہے

کہ گردن صراحی کیسے بلور ہے کہ صافی میں بلور یا حور ہے

کہ انگلیاں بیرٹیاں پان کی ترپلیاں کہ یا ہے تو پلیاں جو نازک پھلیاں

اسی طرح سیاہ لباس زیب تن کرنے اور سیہ گھوڑے پر ماہ کے سوار ہو کر جانے کی بھی تصویر کشی ہے زیادہ پُر اثر نہیں ہے۔

مثنوی کے آغاز میں جنیدی نے شاعری ترک کر دینے اور مشق سخن چھوڑ دینے کا اظہار کیا تھا لیکن مثنوی کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ مشق سخن ترک کرنے کے باوجود اسکو فن پر کمال حاصل تھا زبان کی صفائی اور بیان کی روانی بے مثال ہے تشبیہات سے زیادہ استعاروں سے کام لیا ہے جس سے معنی آفرینی اور اثر انگیزی بڑھ جاتی ہے چند مثالیں پیش ہیں۔

کہ نازک ہے اوبر بھنوئی مثال کری کیوں اپن تن کوں مانی کا حال

نرم ہے ختیاں ردی کے مانند وجود پڑی کیوں نے پیاری اپیں کھول سود

وہ امیں شمع ہو کر نس دن جلوں ہوا میں اگن نیہ میں ساری گلوں

بھتر کا ولے تھے سو چھپناں میں یوں نزاکت میں محبوب زلفاں کے جیوں

تشبیہات اور استعارات میں جہاں اسلامی عوامل سے کام لیا ہے وہیں ہندوستانی عناصر سے مدد لے کر ہندستانی تہذیب کا خوبصورت امتزاج پیش کیا ہے۔

کہ یا زلف ناگن کو نڈل گھال کر | کہ بیٹھے ہے جون جھاڑ گل لالہ پر
کہ پتلیاں کی ہے رادت اس کے سیاں | کہ سو کھے کناری لے بیٹھے ہے واں
کہ یا ماہ موسیٰ عصا ناگ تیوں | پٹیاں پھن پسار کر کریاں چھایاں جوں

احمد جنیدی نے محاوروں ضرب الامثال اور روزمرہ کا بھی بھرپور استعمال کیا ہے جس سے روانیٔ بیان میں تیزی آگئی ہے۔

مان دینا۔ غم کھاتا آس پکڑنا۔ انسوں سٹنا۔ تشریف دینا۔ صبوری پکڑنا باٹ دیکھنا۔ عقل کھونا۔ سینا کوٹ لینا، جیو نثار کرنا۔ ھنڈی لینا۔ کلیجہ کاڑنا چرن دھرنا۔ ضامن لینا، ڈھو سازنا

جیسا کہ پہلے بھی ذکر آیا ہے اس مثنوی کی فضا پر اسلامی رنگ چھایا ہوا ہے غالباً یہ پہلی عشقیہ مثنوی ہے جس میں تقدس اور تقویٰ کی فضا ملتی ہے۔ حالانکہ اس کا قصہ مذہبی نہیں بلکہ ایک طبع زاد قصہ ہے۔ دوسرے عشقیہ قصوں میں ہوا و ہوس کا عنصر بھی ہوتا ہے لیکن مذہبی فضا کو برقرار رکھنے کے لئے شاعر نے موقع موقع سے احادیث آیات اور تلمیحات سے استفادہ کیا ہے ماہ اور پیکر فراق کے بعد ملتے ہیں تو فراق کی گھڑیوں کا اس طرح ذکر کرتا ہے

تیرے موں کی قبلہ سوں منجہ کام تھا | ترا یاد منجکو لد سوں احرام تھا
ورد ہور اوراد تسبیح مدام | تیری ناؤں کی منجہ اتھی صبح و شام

شاعر نے آیات و احادیث کا جس طرح برمحل استعمال کیا ہے اس سے شاعر کے علمی مرتبہ کا اندازہ ہوتا ہے ملاحظہ ہوں دو شعر

قراں میں سو آیت ہوا اس کوں حل | اطیعوا اللہ آیت سو آئی نکل
اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول | و اولی الامر منکم، بعد رسول
توں ہو ہر یاں منجہ اوپر اے سو حیا ں | ھل جزاء الاحسان الا الاحسان
خدا کی سو فرقان میں آ سیا | الشارتی کی آیات دکھلائیا

یہ مثنوی لسانی اعتبار سے بھی بڑی اہمیت رکھتی ہے اس میں سنسکرت تتسم اور تدبھو الفاظ کا استعمال ملتا ہے برج پنجابی اور مرہٹی کے اثرات بھی دیگر دکنی مثنویوں کی طرح اس مثنوی میں بھی ملتے ہیں پروفیسر سیدہ جعفر نے اس مثنوی کے مقدمے میں اس کا صوتی تجزیہ بھی کیا ہے

دکنی بلکہ اردو کی اکثر مثنویوں میں ما فوق الفطرت عناصر سے دلچسپی اور حیرت کی فضا قائم کی جاتی ہے۔ ماہ پیکر میں نہ تو جن ملتے ہیں نہ پریاں نہ دیو نہ سحر نہ جادو اور نہ ہی ہیرو کی غیر معمولی طاقت اور غیر معمولی حرکتیں اس کے باوجود مثنوی کی دلکشی میں فرق نہیں آنے پاتا یہ مثنوی اس اعتبار سے ایک خاصے کی چیز ہے

بقول سیدہ جعفر " احمد جنیدی کے اس شعری کارنامے کی ادبی، لسانی تاریخی اور ثقافتی اہمیت مسلمہ ہے "

پھولبن: شیخ محمد مظہر الدین شیخ فخر الدین ابن نشاطی دراصل ایک اچھا انشا پرداز تھا۔ پھولبن میں شاعر نے خود اس بات کا اظہار کیا ہے کہ اس نے شاعری میں بھی جان بوجھ کر اپنا کمال دکھایا ہے۔

اہے انشا پو میرا میل دایم ۔۔۔ طبیعت کوں میری ہے حظ ملایم
سمجھ پر کس کوں میسر الطبع ہونا ۔۔۔ لکریں ایک دکھایا ہوں نمونہ

پھولبن فارسی کی ایک حکایت بساتین الانس کا ترجمہ ہے۔

بچپن کے باغ کی لے باغبانی ۔۔۔ بساتین کی کئی سو ترجمانی

یہ مثنوی بھی عبداللہ قطب شاہ کے عہد میں لکھی گئی۔ اس کا سنہ تصنیف ۱۰۶۶ھ م ۱۶۵۵ء ہے۔ اس میں بھی روح کی تبدیلی کی مثالیں ملتی ہیں اس میں ایک قصہ ختن کے سوداگر کے بیٹے کا بیان کیا گیا ہے جسے ایک زاہد کی بیٹی سے محبت ہو جاتی ہے زاہد کو یہ بات بہت ناگوار گذرتی ہے وہ رنجیدہ ہوکر بددعا دیتا ہے کہ دونوں کی صورت بدل جائے دعا قبول ہوئی تو عاشق بلبل اور محبوبہ گل بن جاتی ہے آخر میں کشمیر کے بادشاہ کو اس بات کا علم ہوتا ہے تو وہ اسم اعظم کی انگوٹھی کی مدد سے انہیں اصلی حالت پر لے آتا ہے۔

گل و بلبل کو شہ انگے منگایا — دونوں پر سول انگوٹھی کوں پھرایا
خدا کے فیض سوں جیوں تھے اول اد — ہوے پھر آدمیاں کی شکل سوں اد

پھولبن کی ایک اور حکایت میں بھی تبدیلیٔ جسم کا ذکر ملتا ہے ایک بادشاہ کو جوگیوں سے بہت عقیدت تھی ایک جوگی نے اسے نقلِ روح کا ایک منتر سکھا دیا۔ جس کے زور سے بادشاہ ہرن کا روپ دھار لیتا ہے وزیر نے بھی بادشاہ سے یہ منتر سیکھ لیا تھا اس نے موقع پاکر منتر پڑھا اور بادشاہ کے روح سے خالی جسم میں داخل ہوکر بادشاہ بن گیا۔ ادھر ہرن طوطی بن جاتا ہے اور اڑتے اڑتے محل میں آکر رانی کو بتلاتا ہے کہ وہی اصلی بادشاہ ہے۔ وزیر جو بادشاہ کے روپ میں راج کر رہا تھا اسے ملکہ نے اکسایا کہ وہ اپنے ہنر کا اظہار کرے اور اس قمری کا روپ اختیار کرلے جیسے ملکہ نے پیش کیا ہے۔ وزیر نے آؤ دیکھا نہ تاؤ جھٹ قمری کے روپ میں آگیا اور ادھر طوطا جو دراصل بادشاہ تھا اپنے جسم میں داخل ہوگیا۔
جسم بدلنے کے قصے دکنی مثنویوں میں دو چار جگہ اور آئے ہیں اس کا سلسلہ کدم راو پدم راو سے شروع ہوتا ہے نواصی کے طوطی نامے میں بھی روح کی منتقلی کا ذکر آتا ہے
پھولبن میں قصہ در قصہ مثنوی آگے بڑھتی جاتی ہے اس میں تین قصے اصلی ہیں اور باقی ذیلی کہانیاں ہیں یہ زیادہ طویل مثنوی نہیں ۱۷۴۴ اشعار پر مشتمل ہے اس کی بحر مفاعیلن مفاعیلن فعولن ہے (بحر ہزج مسدس محذوف الآخر) یہ ایک لاجواب مثنوی ہے جو درباری سرپرستی سے دور رہ کر لکھی گئی ہے۔ اس کا اسلوب نہایت رواں دواں ہے اور بحر پر ترنم۔ شاعر نے چونکہ اپنے کمالِ فن کے اظہار کے لئے مثنوی لکھی تھی اس لئے اس مثنوی میں تمام ادبی خوبیوں کو بھی سمونے کی کوشش کی ہے۔ اس مثنوی میں جہاں مناظر قدرت کا ذکر ہے وہاں اسنے بالالتزام ان کی جاندار تصویرکشی کی ہے۔
باغ کے منظر سے چند شعر پڑھیں تو اس کا اندازہ ہوسکتا ہے

اٹھیا تھا پھول کا سب ٹھار مہکار — بندے پھل ڈالی کے مرغاں ہنڈولے
کلیاں لالے کی سرے کیاں نشانیاں — دسے یاقوت کی ہو سرمہ دانیاں

کلی ہور پھول ہل دستے تھے اس دکھا پکر جوں چھپ کو کوئی کرتے رہے بات

اسی طرح جنگل چاندنی رات اور طلوع آفتاب وغیرہ کے مناظر بھی پیش کیے ہیں۔ خوشی اور غم حیرت اور حسرت کی بھی قلمی تصویریں کھینچ دی ہیں جس سے شاعر کی باریک بینی گہرے مشاہدے اور قدرت اظہار کا اندازہ ہوتا ہے۔ بلبل کی بیقراری کا حال دیکھیے:

اگر اچھتا تو بارے کا برا تن ... میں اڑ کریاں تے لے جاتا کر برتن

کہاں وہ پاؤں جو میں اس تلک جاؤں ... وہ انکھیاں کاں جو میں اس کا درس پاؤں

زاہد کی بیٹی کے حسن اور سراپے کو سوداگر کے بیٹے کی زبانی بیان کیا ہے سراپا ہے داستانوں کا ایک لازمی سا جز ہے اس سے اس عہد کے معیار حسن کا اندازہ بھی ہو سکتا

چتر، چنچل، سرگ، کمل، سہانی ... نہ اس کوں کوئی تھا صورت میں ثانی

کہوں کیوں میں الک کوں اسکے سر کاں ... سرک میں دل کشائی کے اتر کاں

بھواں کوں کیوں کہوں محراب تھے کو ... وو کالی ہے لوز محراباں کے اوپر

چندر آدھا کھل کر میں پشانی ... چندر آدھا نہیں ویسا لوزانی

سراپا نگاری میں ابن نشاطی نے پلک "نین" آنکھوں کے سرخ ڈورے، ناک رخسار ہونٹ دانت ٹھوڑی کمر، قد اور ہنس کی سی چال تک تعریف کی ہے۔ منظر نگاری جذبات نگاری اور سراپے میں شاعر نے نادر تشبیہات استعمال کی ہیں۔ مرقع نگاری میں پھول بن کو ایک امتیاز حاصل ہے۔ مثنویوں اور داستانوں کی مقبولیت کا اہم عنصر یہ بے ساختہ مرقعے بھی ہیں۔

ابن نشاطی دربار سے وابستہ نہیں تھا۔ اسے عوامی زندگی کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا ہے۔ تاہم وہ شاہی اور عوامی ماحول کی کامیاب ترجمانی کرتا نظر آتا ہے جہاں سمن کے جزیرے کے محل کا نقشہ کھینچا ہے تو قطب شاہی محلات کی تصویریں آنکھوں کے سامنے پھر جاتی ہیں۔ جزئیات پر اس کی نظر بڑی گہری ہے شکار گاہ کا ذکر کرتا ہے تو وہاں کی ایک ایک چیز پھل پھول پتے آسمان زمین دھوپ چھاؤں چرند پرند، درند کی تفصیل بتاتا چلا جاتا ہے۔ جانوروں میں سیہ گوش ہاتھی چیتے ہرن چیتل

کہتے پرندوں میں باز، بحری، شکریاں، شاہیں ذکر اشعار میں اس طرح آیا ہے کہ کہیں تکلف یا تصنع کا احساس نہیں ہوتا۔

ابن نشاطی نے اس عشقیہ مثنوی کو صرف تفنن طبع کا ذریعہ نہیں بنایا بلکہ اس میں اس نے پند و حکمت، جہانبانی اور جہانداری کی بھی تعلیم دی ہے دانہ کی لالچ میں جب بلبل جال میں پھنس جاتا ہے تو "طمع داری" کی مذمت میں مسلسل کئی شعر لکھ دیئے ہیں اس کے علاوہ بھی جگہ جگہ کئی شعر آگئے ہیں مثلاً

جو کچھ کرتا سو حق کرتا نہیں ہور   ہے بات اس کے ہماری تات کی ڈور
نمک خواری کے اپنی سب دھرم چھوڑ   نمک کھاکر نمکدان کوں سٹیا پھوڑ

پند و نصیحت کی تلخی کو دور کرنے کے لئے وہ ضرب الامثال کہاوتوں اور محاوروں کے برمحل استعمال سے شکر گھول دیتا ہے

کہے ہیں جیو تے پیارا ہے شرم   خدا سب کا رکھن ہارا ہے شرم
شکر بن کھائے نیں ہوتا میٹھا کام   نہیں پڑتا ہے پچ بے مشورت کام

تشبیہ اور استعاروں کی ابن نشاطی کے پاس کمی نہیں۔ بنیادی طور پر چونکہ وہ ایک انشاء پرداز تھا اس لیئے تشبیہہ کے انتخاب اور استعمال میں اس کا قلم دوسروں کے مقابلہ میں بہتر ہے۔

دسے یوں پھول میں لالے کے کالے   چوا جیوں لعل کے پیالے میں گھالے
دسے بادن کلی ماہو کو لالا   دسیا اس میں لگے تیئوں مشک کالا

پھولبن کی زبان سادہ اور سلیس ہے بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ عہد عبداللہ قطب شاہ میں لکھی جانے والی تمام مثنویوں میں پھولبن سب سے زیادہ سلیس انداز میں لکھی گئی ہے اس کی دو وجہ بات ہو سکتی ہیں ایک تو اس عہد تک دکنی زبان نکھر چکی تھی دوسرے ابن نشاطی خود بھی بڑا عالم فاضل تھا اسے اپنی قادری کا احساس تھا لکھتا ہے

زمانہ نا سمجھ کر قدر ہیرا   بچھایا ہے دلی سوں صدر ہیرا

تین مہینے کے عرصہ میں جب اس نے یہ مثنوی ختم کی تو اسے اندازہ ہوا کہ کوئی

اس کا قدرداں نہیں۔ تب وہ شعر و ادب کے جوہریوں یعنی قطب شاہی دور کے بلند پایہ شاعر شیخ احمد گجراتی، حسن شوقی، فیروز اور ملا خیالی کو یاد کرتا ہے کہ اگر وہ ہوتے تو میرے کلام کی داد دیتے۔

نہیں وہ کیا کروں فیروز استاد　　کر دیتا شاعری کا کچھ مری داد

اس مثنوی کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ اسے فارسی اور عربی ادبیات اور فن بلاغت و عروض میں کمال حاصل تھا اس نے اپنی فارسی دانی پر ناز حاصل کیا ہے ؎

تجھے ہے فارسی میں دستگاہ آج　　نہ کرسے ترجمہ بھی کوئی تجھ باج

یہی وجہ ہے کہ بھولبن میں فارسی کا اثر نمایاں ہے۔

گلشن عشق: نصرتی بیجاپور کا عظیم شاعر تھا۔ اس نے تین اہم مثنویاں گلشن عشق، علی نامہ اور تاریخ اسکندری لکھیں۔ نصرتی نے اپنے حالات زندگی پر اپنی تصانیف میں بڑی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ دکنی کے کسی اور شاعر نے اپنی سوانح کی طرف اس قدر توجہ نہیں کی ورنہ دکنی ادب کی تاریخ کے بہت سے گوشے اور شعرا کے سوانح تشنہ اور نامکمل نہ رہتے۔ وہ لکھتا ہے کہ اس کے والد "سلحدار جمع رکاب" تھے اور بادشاہ کے بہت وفادار ملازم تھے۔ انہوں نے نصرتی کی پرورش اور تعلیم و تربیت پر خاص توجہ کی ہمیشہ نصرتی کو اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ منتخب اساتذہ کی نگرانی میں اس کی تعلیم و تربیت ہوئی تھی۔ اللہ نے ذہن رسا دیا تھا بہت جلد علوم و فنون پر اس نے عبور حاصل کر لیا۔

کیچ یک میں سنبھالیا جب اپنا شعور　　کیا کر کتاباں پہ اکثر عبور

اپنے والد کے ساتھ دربار میں اکثر آتا جاتا رہتا تھا۔ علی عادل شاہ ثانی کی شہزادگی کے زمانے میں اس کا مصاحب تھا اس کی قدر افزائی نے نصرتی کی شہرت کو چار چاند لگا دیئے۔

مراشہ جو تھا یک اہے جوہری　　اد شہزادگی میں اتھا مشتری
مری طبع کے گھن کو قابل پچھان　　نہ کوئی گھن ہے کر اس مقابل پچھان

دھرن ہار اثر اثر مہرکی رکھیا مجھ طرف نت نظر مہرکی

روضۃ الاولیاء بیجاپور میں محمد ابراہیم بیجاپوری نے لکھا نصرتی کے بھائی شیخ منور صوفی منش انسان تھے اور علم تصوف میں کامل تھے۔ دوسرے بھائی شیخ عبدالرحمٰن فن سپاہ میں ماہر تھے اس طرح نصرتی ایک معزز گھرانے کا فرد تھا اسکی تاریخ پیدائش کا علم نہ ہوسکا۔ گلشن عشق کے مقدمہ میں پروفیسر سید محمد صاحب نے گلشن عشق کے ایک قدیم قلمی نسخے کے حوالے سے قطعہ تاریخ وفات لکھی ہے جس سے سنہ ۱۰۸۹ھ نکلتا ہے۔ (گلشن عشق سلسلۂ یوسفیہ صفحہ ۷)

ضرب شمشیر سوں یہ دنیا چھوڑ جا کے جنت کے گھر میں خوش ہو رہے

سال تاریخ آ ملایک نے یوں کہے "نصرتی شہیدا" ہے

نصرتی کی قبر تکیہ باغ بیجاپور میں ہے۔

نصرتی کو مثنوی کے علاوہ دیگر اصناف سخن میں بھی کمال حاصل تھا اس نے غزلیں قصائد اور رباعیاں بھی لکھی ہیں۔

'گلشن عشق' نصرتی کی پہلی مثنوی ہے یہ ۱۰۶۸ھ م ۱۶۵۷ء میں لکھی گئی ہے یہ طبعزاد مثنوی نہیں بلکہ اس سے پہلے ہی قصہ شیخ منجھن نے ہندی میں 'کنور ومد مالت' کے نام سے لکھا ہے اسی قصے کو گلشن عشق سے تین سال پہلے یعنی ۱۶۵۴ء میں عاقل خاں رازی عالمگیری نے مثنوی 'مہر و ماہ' کے نام قلمبند کیا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس مثنوی کا قصہ اس زمانے میں مقبول خاص و عام رہا ہے۔ نصرتی نے اس قصہ میں چندر سین اور چنپاوتی کے قصہ کا اضافہ کرکے اپنی مثنوی لکھی۔ کہانی بڑی دلچسپ ہے جس میں قدیم داستانوں کے تمام لوازم سے استفادہ کیا گیا ہے کنک گیر کے راجہ بکرم کے اولاد نہیں تھی۔ ایک بزرگ کا دیا ہوا پھل کھانے سے اس کے دل کی مراد پوری ہوئی۔ خوبصورت بیٹا منوہر پیدا ہوا۔ نجومیوں کی پیشن گوئی کے مطابق چودہ برس کی عمر میں اسے ایک مصیبت سے دوچار ہونا پڑا۔ وہ چاندنی رات میں چاندنی پر سو رہا تھا اتنے میں سات پریوں کا ادھر سے گزر ہوا۔ ہر ایک نے کہا ایسا حسن ہم نے کہیں نہیں دیکھا اور اسکا جوڑ ملنا مشکل ہے ایک پری نے بتلایا کہ مہارس نگر کی شہزادی مدمالتی ہی اس کا جوڑ ہوسکتی ہے

ساتھ تو پریاں شہزادے کا تخت اڑا کر مہارس نگر لے گئیں اور شہزادی کے پلنگ کے پاس رکھ دیا۔ جب دونوں کی آنکھ کھلی وہ ایک دوسرے پر فریفتہ ہوگئے اور انگوٹھیاں بدل لیں۔ جب وہ دونوں سوگئے تو پریوں نے شہزادے کا تخت پھر سے کنک گیر پہنچا دیا۔ شہزادہ بیدار ہوا تو مدمالتی کی فراق میں مضطرب ہوگیا آخر مصیبتیں اٹھاتا دکھ جھیلتا مدمالتی تک جا پہنچا۔ مدمالتی کی ماں کو پتہ چلا تو اس نے غصہ میں مدمالتی کو جادو کا پانی چھڑک کر طوطی بنا دیا۔ یہ طوطی راجہ چندرسین کے ہاتھ لگی۔ طوطی نے اسے سارا حال سنایا طوطی کو لے کر چندرسین مہارس نگر پہنچا طوطی کا جادو اتارا اور اس کی شادی کنک گر کے شہزادے منوہر سے ہوگئی۔ چندرسین کی شادی چلنپا وتی سے ہوگئی جو مدمالتی کی سہیلی تھی۔

اس مثنوی میں نصرتی ایک باکمال شاعر نظر آتا ہے۔ اس نے مناظر قدرت کی تصویر کشی اور جذبات کی عکاسی بڑی مہارت سے کی ہے۔ چاندنی رات کا منظر طوفان کی حالت، شام کی کیفیت، برف کے ٹھاٹ، شب ظلمات اور گرمی کا موسم وغیرہ ان کے علاوہ باغوں کے مناظر خوبی سے دکھاتے ہیں۔

نصرتی نے پہلی بار مثنوی میں برف باری اور کڑاکے کی سردی کا حال پیش کیا ہے

کنکر یخ سہل شکر ہوتا تے دسیں	نخیں جو نگ سیوں سونف دائے دسیں
ادک دے کی سردی کا آزار ہو	نہالاں اتھے ٹھنڈ سوں بیمار ہو
نہ سکتی تے ہو کونپلی سرفراز	نہ ٹک ہو سکے بیل کا ہت دراز
چھپیاں کلیاں اور لوڑیں لحاف	ہوا تھا سو اس پر بی یخ کا غلاف
اڑتے تو پنکھی تس کدھن پر جھلک	پڑے برف سوں پر ہو گولا اٹک

باغ کی سجاوٹ اور اس کی خوب صورتی کی بات تقریباً ہر ایک اردو مثنوی میں آئی ہے۔ نصرتی نے جو باغ کا منظر کھینچا ہے وہ سب سے زیادہ تفصیلی اور انوکھا ہے۔ انوکھا اس اعتبار سے ہے کہ اس میں شاعر نے کئی قسم کے پھولوں پھلوں اور پرندوں کے نام گنوائے ہیں جو سب کے سب مقامی ہیں اس کے بعد باغ کی تزئین و آرائش نہروں اور حوضوں کا شفاف پانی باغ محل کی خشت کاری گچ چونا مرجان جیسا سرخ و سبز زمرد کی طرح کے جگمگاتے دیئے، دروازوں پر لٹکے ہوئے زرد پردے ان کے

نقش ونگار در و دیوار اور منقش چھت کی تفصیل بڑے ربط و تسلسل اور رنگین پیرائے میں بیان کی گئی ہے۔ باغ محل کا حسن ملاحظہ ہو۔

سہا دیبا قصوراں ہیے عالی محل — کیا جن پہ خورشید کنچن کا حل
جسے خشت کاری کوں شمسی سونا — جسے گچ گلاوہ چندر کا چونا
جسے سرخ جو بلیہ مرجاں کیے ناد — جسے قطب نے خوش بلوریں عماد
دلیے زیب جن پر دل افروز کھن — لگائے سو کندن سوں خوش لوز تن

دکن کے بادشاہوں نے دکن کو ایک نئی تہذیب سے روشناس کروایا ایک نئی تہذیب کو جنم دیا جو خالص ہندو تھی نہ خالص مسلم۔ یہ ایک مشترکہ تہذیب تھی اس میں صرف ہندو مذہب، ہندو آرٹ، ہندو لٹریچر نے مسلم عناصر کو جذب کر لیا ہے اور اسی طرح مسلمانوں کے ہر شعبۂ زندگی میں بھی تبدیلی آ گئی۔ دکن کے شاعروں نے دکن کی اس ملی جلی تہذیب اور اس تہذیب کے مختلف عوامل کا اپنے فن پاروں میں بالاستیعاب ذکر کیا ہے نصرتی نے گلشن عشق اور علی نامہ میں خاص طور پر اسی طرف توجہ کی ہے۔ یہاں کے پھل پھول ترکاریاں جانور چرند پرند اور تعلیم و تربیت رسم و رواج مجلسی آداب نیز بانی کے طور طریق مختلف پکوان جیسے بزعفر، تنبولی، خشکا، پلاؤ، کھچڑی، قلیہ، کوفتے، لوز (دو پیازہ) کبتھلی، بورانیاں، شوروے، کھیر اور شکر پارے، سموسے، سوجی کا حلوہ، غلیفی، جلیبیاں، پالودہ، فرنی، چلپیاں، رلوڑیاں، بتاشے، لڈو، ملیدہ، سیویاں، پنیر اور کباب وغیرہ، شادی کی رسموں کے ساتھ زیور کی قسمیں کپڑے اور لباس کی بھی ایک طویل فہرست کو اشعار میں سمو دیا ہے۔ اسی طرح جذبات میں خوشی، غم حیرت، غصہ اور اضطراب کی عکاسی بعض نازک اور شدید جذباتی موقعوں پر بڑے ہی مہذب انداز میں بات کہہ جاتا ہے ۔ نصرتی نے گلشن عشق میں عورت کو ایک اچھی بیوی، ایک مدبر ملکہ، چاہنے والی ماں اور بہادر خاتون کے روپ میں پیش کیا ہے۔ بادشاہ جب جھک کر واپس آتا ہے تو خود رانی کھانے کا تھال لا کر کھانا کھلاتی پان دیتی اور پھر دربار عام کا لباس پہنا کر روانہ کرتی ہے۔ بادشاہ جب بیمار اور رنجیدہ ہو جاتا ہے تو رانی ہمت دلاتی اور اس کو درویش

کی تلاش میں بھیجتی ہے۔ نصرتی نے کردار نگاری میں بڑی چابکدستی دکھاتی ہے کنور منوہر ایک شہزادہ ہے لیکن بے عمل نہیں خردمند، بردبار بہادر اور موقع شناس ہے راجہ بکرم اللہ سے ڈرتا اور اللہ کے بندوں پر مہربانی اور کرم کرتا ہے عدل و انصاف اس کا شیوہ ہے۔ چندرسین دوراندیش ہمدرد اور بہادر ہے۔ سراپا نگاری میں بھی عوامی کمال دکھایا ہے

مثنوی میں سب سے اہم چیز قصہ کا ربط و تسلسل ہے۔ نصرتی نے گلشن عشق میں اس کا بڑا لحاظ رکھا ہے ایک ایک واقعہ موتی کی لڑی کی طرح جڑا ہوا ہے۔ اسی ربط و تسلسل کا جادو ہے کہ قصہ کے دوران جب غیر مرئی واقعات پیش آتے ہیں یا جن دیریوں کا ذکر آتا ہے تو قاری کو اچنبھا نہیں ہوتا۔ ایسے واقعات جزو مثنوی بن کر سما گئے ہیں۔ تمام مثنوی میں مناظر اور تہذیبی عناصر کی پیشکش میں طوالت کو ملحوظ رکھا ہے اور واقعات کی ترتیب میں اختصار سے کام لے کر قاری کو اکتاہٹ سے بچا لیا ہے۔ جگہ جگہ تخیل کی کارفرمائی نظر آتی ہے وہ لکھتا ہے

کہیں جب روایت کیا حسب حال کہیں طبع کے سلے چلیا خوش خیال

رجحی عوامی اور مذہبی کی وجہ سے دکنی مثنویوں میں نمایاں تبدیلیاں آئی ہیں خاص طور بیجاپور کے شعراء نے فارسی اسلوب و آہنگ سے اپنی مثنویوں کو سجایا ہے یہی کوشش نصرتی نے گلشن عشق میں بھی کی ہے۔ کہتا ہے:

دگر شعر ہندی کے بعضے ہنر نکلتے ہیں لیا فارسی مضموں سنور

فصاحت میں گر فارسی خوش کلام دھرے فخر ہندی پہ مدام

میں اس دو ہنر کے خلاصیاں کوں پا کہیا شعر ایسا دو لونمن ملا

دلویں داد سن فارسی شعر دل جو ہندی سنے بی کہیں دل سوں ہال

ہندی اور فارسی کے امتزاج کی وجہ سے قصہ کی دلکشی میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ ہندی کے نرم اور عام فہم الفاظ کے ساتھ عربی و فارسی کے سہل اور آسان الفاظ سے مثنوی کی لڑیوں کو گوندھا ہے اکثر اشعار تو ایسے سادہ اور سلیس ہیں کہ ان پر آج کا گماں ہوتا ہے نصرتی نے تشبیہ اور استعاروں کے استعمال اور انتخاب میں بھی اپنی فنکاری کا مظاہرہ کیا ہے خاص طور پر منظر نگاری جذبات نگاری اور سراپے میں اس نے

تشبیہوں اور استعاروں سے زندگی بھر دی ہے

صفائی سوں چندنی کی چادر دل سخن　　جھلکتی تھی بھیں صاف ایرک منن

بتسیی جو یاقوت سی یاد آئے　　اناراں کے دانے دکھیت رشک کھائے

شہزادی مہ مالتی کی تلاش کے سلسلہ میں کوئی ۵ ے ملکوں کے نام گنائے ہیں جس سے نصرتی کی باشعوری کا پتہ چلتا ہے اور یہ بھی قیاس کیا جاسکتا ہے کہ ان تمام ممالک سے یقیناً اس زمانے میں بیجاپور کے سیاسی سماجی اور تجارتی تعلقات رہے ہوں گے۔

نصرتی نے خوب صورت تراکیب تشبیہہ استعاروں ضرب الامثال اور کہاوتوں سے بھی کام لیا ہے۔ دکنی کے شاعروں میں ایک بات کا برابر احساس ہوتا ہے کہ وہ مثنوی کے درمیان جہاں بھی موقع ملتا ہے پند و نصیحت اور دانش و حکمت کے مضامین باندھ جاتے ہیں :

بڑے درد میں کام ہے درد اشتیاق　　ادک مرگ تے کیں تو سچ ہے فراق

کو کرتے رہو شکر پروردگار　　کر یک دکھ بھی دے خوشیاں کئی ہزار

نصرتی کی اس مثنوی کا وزن فعولن فعولن فعولن فعل ہے۔ ہر باب کا عنوان بھی ایک شعر ہے یہ نصرتی کی ایک جدت ہے جیسے علی نامہ میں بھی اس نے ملحوظ رکھا ہے۔ ہر باب کے پہلے شعر سے سارے باب کی کیفیت اور جڑ مل جاتی ہے یہاں بھی نصرتی نے جدت کی ہے۔ گلشن عشق میں شاعر نے رزم اور بزم دونوں کے رنگ ابھارے ہیں

علی نامہ :

نصرتی کی رزمیہ مثنوی علی نامہ ہے جسے اس نے دکن کا شاہ نامہ کہا ہے

کتا ہوں سخن مختصر بے گمان　　کہ یو شاہ نامہ دکھن کا ہے جان

یہ مثنوی بھی نصرتی نے علی عادل شاہ کے عہد میں ۱۶۶۵ھ میں لکھی اسی مناسبت سے "علی نامہ" اس کا نام رکھا۔ علی عادل شاہ کا عہد ۱۶۵۷ سے شروع ہوکر ۱۶۷۲ پر ختم ہوتا ہے۔ علی نامہ میں اس عہد کے ابتدائی دس سال کی تاریخ ہے۔ ان دنوں شیواجی کے پیہم حملوں نے بیجاپور کی سیاسی اور معاشی حالت کو تباہ کر دیا تھا۔ اس جنگ میں علی عادل شاہ اور اس کے سپہ سالار خواص خاں کی مرہٹوں کی فوج سے لڑائی اور جنگ و جدل کے مرقع پیش کیے ہیں گلشن عشق کی طرح اس مثنوی کا آغاز حمد، مناجات، نعت اور منقبت سے ہوتا۔

"سبب نظم کتاب" کو علی نامہ کا دیباچہ کہا جا سکتا ہے۔ اس باب میں علی نامہ کی تعریف اور تعارف دونوں شامل ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ یہ مثنوی صرف رزمیہ ہی نہیں بلکہ بزمیہ بھی ہے

تضمین ہے ہر بزمیہ دل نشیں   سرنگ صدر ہر رزمیہ ہے یقیں

علی عادل شاہ کی مدح کے بعد ملک دکن میں سیواجی کی "فتنہ انگیزی" کی تفصیل دی ہے سیواجی کی سرکوبی کے لیے صلابت خاں کو بھیجا گیا۔ صلابت خاں کے بعد خود بادشاہ میدان جنگ میں اترا اور پنالہ کی فتح ہوئی۔ جس کی ایک قطعہ میں تاریخ نکالی ہے۔ جنگ پنالہ کے بعد جنگ ملغار اس کے بعد کئی اور جنگوں کا حال ہے۔ ہر کامیابی کے بعد نصرتی نے ایک قصیدہ لکھا ہے اس طرح اس میں سات قصیدے شامل ہیں۔ اس مثنوی کو نصرتی نے دکن کا "شاہنامہ" کہا ہے اس کی دو وجہیں ہیں پہلی یہ کہ علی نامہ علی عادل شاہ کے دور کی مختصر تاریخ ہے جس میں اس کی جنگوں کا حال ہے۔ دوسری یہ کہ اس کا انداز بالکلیہ ایرانی ہے اس مثنوی میں نصرتی ایک عظیم اور باکمال شاعر نظر آتا ہے۔

اس مثنوی میں اس نے فصاحت و بلاغت کے جوہر دکھائے ہیں۔ اسمیں اسلوب کے اعتبار سے عربی اور فارسی کے الفاظ کثرت سے استعمال کئے ہیں اور ساتھ ہی سنسکرت کے بہت سارے تت سم لفظوں کا بھی استعمال کیا ہے زبان و بیان کے وسیع ذخیرے کے ساتھ جب وہ دکنی زبان کی مخصوص لفظیات بھی برتتا ہے تو عجیب معلوم ہوتا ہے۔ الفتحاً نصر من اللہ بیت الشرف شب نوبیں درج عقیدت جوہر جان شہر گشت شمشیر برداری زاغ مردار خوار صورت حرام شغال وگرگ واواہ فلک احد ایسی ہی کئی تراکیب دکنی کی مخصوص لسانیاتی خصوصیات کے ساتھ چند ایک دکنی الفاظ ملاحظہ ہوں۔ ترنکاں دابتاں اتنیاں صدراں مہندیاں ڈک بھنیارا تالاں لکھتے رھیا سکیا نیچ۔

نصرتی نے اس مثنوی میں منظر نگاری کا کمال دکھایا۔ میدان جنگ کے منظر میں جرات و شجاعت، غیض و غضب کے جذبات کی اچھی عکاسی کی ہے یہ مثنوی رزمیہ ہونے کے باوجود اس دور کی تہذیب اور معاشرت کی بھی ایک تاریخ اپنے اندر رکھتی ہے۔ مثنوی علی نامہ اپنی شعری آمد اور اپنے ربط و تسلسل کی وجہ سے شاعری کا ایک دریا امنڈتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ میمنہ میسرہ، قلب لشکر اور سامان حرب و ضرب، گھوڑے سپاہی اور ہاتھی

فوجوں کے دبدبہ کی جلتی جاگتی تصویریں ملتی ہیں۔ کردار نگاری کے بھی اس مثنوی میں اچھے نمونے ملتے ہیں۔ فتح و کامرانی کی خوشی میں بادشاہ کا سجدہ شکر بجالانا خوشی کے نقارے بجانے اور جشن منانے کے موقع پر دکن کی مخصوص تہذیب کا اظہار ہوتا ہے۔

علی نامہ میں تشبیہات اور استعاروں کے نئے نئے جوہر نظر آتے ہیں اور ان کی وجہ سے علی نامہ کا آہنگ اور اسلوب پر شکوہ ہوگیا ہے۔

لگے تیر ہر تن پہ جب بانلے بال ۔۔۔ دسیا ہوا چھلنے فوارے کا حال

سورج یوں شہ ضمیر انگے جھڑیا سو شمع کا جوں گل ۔۔۔ تو یک گلزار ہے ہور اد بچار اپھول بادل کا

دسیں اشتراں تیر بیٹھے پہ ہور ۔۔۔ کر جیوں ناچنے پر کو لایا ہے مور

نصرتی نے اپنی اس مثنوی میں صوتی تکرار سے ماحول اور کیفیت کا تاثر بڑھا دیا ہے،

پٹاپٹ جو گرتے چلے رُنڈ منڈ ۔۔۔ لئے ست ہاتیاں نے گرداں تنڈ

شپا شپ جو برچھیاں مو ٹھیاں تے کھلیاں ۔۔۔ دیا کئی سواریاں کوں انٹھیاں سولیاں

کھڑا کھڑ ا کھلی پر ہو یک حال کا ۔۔۔ دسیا کارخانہ ہو ٹکسال کا

تکرارِ لفظی سے بھی اس نے یہی کام لیا ہے۔ علی نامہ سے نصرتی کے قدرت بیاں اور مختلف اصنافِ سخن میں اس کے شاعرانہ کمال کا اندازہ ہوتا ہے۔ یہ مثنوی بھی اسی بحر میں ہے جس میں اس نے گلشنِ عشق لکھی ہے۔

نصرتی کی آخری تصنیف تاریخ اسکندری سکندر عادل شاہ کے عہد میں لکھی ہوئی ایک تاریخی مثنوی ہے۔ اس مثنوی میں سکندر عادل شاہ کی فوجی مہمات کا تذکرہ ہے۔ یہ مثنوی فنی اعتبار سے اس پایہ کی نہیں جس پایہ کی گلشن عشق یا علی نامہ ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت نصرتی میں سلطان علی عادل شاہ ثانی کے دور کا جوش و جذبہ باقی نہیں رہا تھا۔

مثنوی کدم راؤ پدم راؤ

۸۲۵ھ اور ۸۳۸ھ

م ۱۴۲۱ء اور ۱۴۳۴ء

کے درمیان لکھی گئی

از

فخر دین نظامی

گفتن کدم راؤ با ناگنی

ستیا رائے یا عتک پھانا ادھائے | کہ چک دیہہ کر رات منج دیک کھائے
پرن دیہہ چک آج نکھند رات | سلاون کدم راؤ تب ناگ جات
گلن سار کے منج کتنک اردگان | زنب راؤ رچنتار بے سمان
کتنک بھار تیتا دھروں راہ کیت | کر رند بندھ باندھوں سر اسر سبیت
نہ سنیا کہ کیوں دل ملیا راہ کیت | کھلے چند سورج کتک راہ کیت
بہت بول نہ بول سوں بد ہوا | نہ کو یک کروں دیس بن راتوا
گئی دو پہر رات رام اور رام | رہیا سوت بر سوت اپ دیکھو کام
کدم راؤ ایسا ہوا کھتری | جو منجہ گال سوں لیہہ وہ اٹھری
کدم کے جیسے جو ہوں سا نہ کرور اندری | کدم رائے منج ہوئے تب کاوڑی
کہ جیسے منج نہ ہوئے گزار ڈر | کدم سوں کتک جگ بھگوں بکڑ
و لے مار بیری سیندوری کروں | نہ سمجھو کیہ ابیر جھنکر دھروں
تجلیس بیں کہیا آج راماں منجہ | کہیا دیکھ توں کال ہنماں منجہ
دنیا جھوٹ ہے جیونا جھونٹ جات | نہ کر جیو گدلا نہ نیر انکھ ابس آن
کدم راؤ تیرا جب لگتا ادھارا | ادھا آج کہردن گلنتہ ادھار

رفتن پدم راؤ تلف کردن کدم راؤ را

کراکھیپ چلیا پدم رائے ناگ | چلیا ناگ دھرلے کدم رائے ماگ
چلیا ساندرے ساندرے ناگ دوات | سلاون کدم راؤ تب ناگ جات
ہراکر نگر جائے بیٹھا نکھند | کرن رائے کا سیس بن راج دند
سرہانیں دھرے دیکھ کر پان پھول | کہ کیا نول میں ہیس کر لج کول
بچارن کیا جیو سوں ناگ راؤ | کہ جب پھول لے راؤ تب دیں گھاؤ

یہی چنت ہمیں راؤ بانسک پدم — کہ رانی گئی پاس راجے کدم
الگ پاسے چانپی اٹھا جاگ رائے — کری جو ڈری راؤ کے چانپ پائے
کہی بات رانیں کہ تجہ چھانو بل — ہمیں جیونا جرم تجہ چاؤ تل
کہ جے راؤ مجہ کوں کہے کھول کر — کہوں بول کا بول دیوں اتر ۱۱

گفتن کدم راؤ از قضیہ کوڑیاں و ناگن بارانی خود

کدم راؤ آکھے زن دِرن آدھر — کہ دھن بات سنا بات یک چت دھر
سنیا تھا کہ ناری دھرے بہت چھند — سو ہیں آج دیکھا بری چھند بند
وہی چھند جس میں دیکھا جگ منیں — اسی دیل تھیں ہوں پڑیا دکھ منیں
سنیا تھا جو کن پر دیکھا آج انک — نہ راہا تنہیں دیکھتیں نین تنک
سجات ایک ناگن سجات ایک سانپ — اسنگت دیکھے تھیتیں لاپن چھانپ
جو کرتار مجکوں کیا ہوے راؤ — اسنگت کے کیوں دیکھ سکوں انیاؤ
کھڑگ کاڑ دو کھانہا یا نکھار — اسی ہٹار کھورس کیا شب تہار
گئی ہتھاس ناگن پران آپ لے — پران آپ لے کر گئی پیو نج دے
نہ مارت گیا سانپ یک کون دکھ — تجھس کو تنا سانپ بن دون دکھ
نہ مرتا جو کھورس نہ کرتا پتال — بلی دود دیکھا نہ بر کا کپال
مکوڑا ہتی مکھ دریا نجائے — جو ہاتی کرے مکھ گانڈا نہ کھائے
نہ اب تھیں کسی نار پتیاؤ ناں — نہ پتیاؤ ناں نہ تیسے راؤ ناں
نہ مرتی مری نام اچھار کوں — مری مادہی دھی مری جار کوں
سہاتی گئی آج ناگن کنار — پڑی جھاڑ تل چھوڑ کر مکھ بھتار
یہی دیکھ منجہ من بھگیا تری نانو — کہ جے اچھریاں ہوے بھی نا پتیاؤ
نری نانو کا آن جے ان ہوے — کروں نہ اور کن مروں جیو کھوے
چھری ات کتدن سی کہ جے ہوے — اسنگت نہ تس گھال لے پیٹ کوئے

دو دھا سانپ کا ہوئے جے کاوڑی ڈرے کیوں نہ وہ دیکھ پھاندا پڑی
بڑے ساچ کہہ کر گئے بول اچوک دو دھا دو د کا چھاچھ ہا ہوئے پھوک
جنھیری سری ہت کارن سنور یٹی دیکھ تس ہت تجو گے بھنور
پرا پیت نہ ہوئے اوٹ کوں چند کھائے مکوڑا کوں کچھ چڑ گھنڈ جائے
تہیں فخر دیں دیکھ انیاؤ راؤ کہ ہٹ دوس دھن پیر ہری دکھلاؤ
نظامی دھرم دکھ کیوں راؤ دے کہ ہیت ورت گن پات دھن سو کئے

عرضداشت رانی با راؤ

کر جوڑ دھن پات بنوی سنار کہوں نہ جے سنے راؤ ان کا بچار
کہ جتنا کہیا راؤ سب ساچ بھاؤ ولے ہوں کہوں دیکھ اس کا نیاؤ
چلو پیار سیتی جو پر کوڑ دشٹ نہ اُتم نہ مدھم سپورن کنشٹ
کسی آشتی دے کسی لوچ دے کسی اونچ دکھلاؤ تل کھنیچ لے
کہ جسے دوس ہے جیو اپال لے نہ پرونس کا دوس منجہ دوس دے
کون پرس جونا گرے پاؤ تھیں کون رکھ جو ناڈلے پاؤ تھیں
ردی گھانس تھیں آگ جھانپی جے جائے تب او گھڑ کیا کچھ سکے چھپائے
سروپ آگلا چند لس بھی کلنک نہ اس بھاؤ سنکا دھروں ہوں نہ سنک
رتن پر کھیا جائے مانس نہ جائے کہ جب لگ پڑے ایک سرکار دھائے
تری اور تو ہوئے جو گھٹ دیہہ منجہ انچھول پایا نیں جو سر پیٹ لیہہ
کہ جیوں روکھ سر کھنڈ پر مل دھرے سو بھی رکھ جو بھی سو کندم کرے
تریں جات بیس (اور) میری سجات نجانوں کپٹ بھاؤ بسواس گھات
نہ مانوں پرکھ اس جسے بھاسنا نہ مانوں تری اس جسے کاسنا
نہ سس بھاؤ نیہ پاس بیسی جیجے نہ ہت پاؤ کالک بھرا لیجئے

نہ سنیا ہونگ کہ اس ورتمان — سکھی آئینا جیو تو سب جہاں

براہیم ادہم کہ جیوں چھوڑ راج — گیا اج تھل دے سنور آپ کاج

نہ تجہ لوٹ بدونت نہ بیربل — سنور کون بھنے ترا راج دل

جو دیٹھا کچھو تھا سو رہیا نہ تھانو — نہ رہسی جو دسے کچھو نقش ناتو

بھلا کر جو توں بھی بھلائی لہے — کہ جم جم بھلائی تھا تجہ لہے

کہ جے فخر دیں گیان ہے دیہہ سدھ — پدم مکھ بانچے کدم کون بدھ

کہوں سد ساچی نظامی دھرم — پدم سب سنے بات بانچے کدم

بازگفتن راؤ بارانی

کدم راؤ کہیا کہ دھن بات سن — کہیا ساچ تیں بھید بت ورت گن

ولے من کسی کا جے بھاگے کہیں — اسنگت کے وہ من لگے بھی نہیں

بھگے بت کوں کانٹے سوں باندجے — بھگے من کوں بدھ کوں ساندجے

نہ جیوں تار سالے تنی گانٹھ دے — تکن گانٹھ من ہو رہے جیو کے

کہ جب لگ بھگے جیو لتس گانٹھ دکھ — اتیسری کرے جیونا دیوے سکھ

اچنبا نہ ہوئے گھنٹ جے ہوئے مدھ — اچنبا رہے لوگ سبے ہوئے کھتر

مکھی کھائیں نہ مرے کوئی تھانو؟ — مرے ململے جیو سنمکھ ناتو

گھرے کوئی ایچار ناچار پاپ — نہ بھاوے مجھے وہ جو بیراج پاپ

کیٹ بھاؤ تیں مجہ اٹھے سیس اگ — بلندی چلے پائے تھیں سیس لگ

مجھے سکھ تب ہوئے دن تیں بھر — سجوئی چلے کوئی جے ست پر

بنکھیر و لوڑ سے دیکھ کر آپ وس — چڑی مل چڑی (اور) ہنس (مل) ہنسی

مہر پا .... کون سنگت پڑے؟ — نہ خر فاختا جفت میں کر کرے

سیاناں کرے سدھ سوں بدھ کن. — گنوارہ کرے گن میں جیوں پون

کہ جیے گا دھرا دلک پر دال کھائے
دھتی دا کھ بن کون تس دیہہ گھائے

ولے دھوک ماریں گھٹا ٹوپ لوگ
نہ یہ گا دھرے جوگ نہ رائے جوگ

اسنگت کہ جے کوئی برا کچھ کرے
مرے سولی چڑھ کر کھڑگ تل مرے

نوالا آدھک مکھ لیناں) نچائے
نہ جوگت ایس کام کرناں نچائے

بھلی جات تمھ جات ناگن سنجات
کلنک آپ لایا کچا فی سنگھات

تری ایک میں جے لکھا کھون ہوئی
بھلی ایک پت ورت نکلے گی دوئی

تری مت ہوئی مت پر کب لگ
جو دوجا نہ دیکھے پرکھ تب لگ

نہ جانے پرکھ نار کے چھند بند
کرے دشٹ تل ہت من ماز دند

جہاں سو ملیں پرکھ کل کل نہ ہوئے
تہاں ہوئے کل کل جہاں نار دوئے

لسن مشک کی کھاں چھاپی جے جائے
تب او گھڑ کیا کچھ سکے چھپائے

مرد استری وہ جو پر پرکھ تل
کدل دیس کر ہوئے تس تل اول

سنوں نہ ہوئی ناگنی جب لگ
مجھے آپ سو یار کھے تب لگ

اروگن کردں بول سن برلہ ایک
باولا ہوا جیو رکھے جو جہیک

کردں بھاوتا جیو کالا ہ چک
اجاون جے سر دیہہ سرواہ چک

گیا پور پٹن جو بھر پور ہوئے
پڑے ایک چنتا تین چور ہوئے

بھلیں کون تس ٹھار کیتی بجھائے
کہ جس ٹھار پاین گئی منجہ تیجھائے

کہیں جاؤں پاتال کی سدھ لیوں
کہ رین) کھو دماریا نہ مکھوان نیوں

کدم راؤ آنکھے سنی بات دھن
کرے کن پاسکھ تیہہ آکرن

جبتش میں مکر کے گیا چند روپ
جبشنی جنت آجبشنی سروپ

کدم راؤ گڑوا سمندر کہیر
رتن دیں مکھ سمند کھولے اہیر

کہیا آج رہ دیکھ منجہ مندرا
کروں آج ہوں تجہ مکھ جھانرا

کدم راؤ دوجا پدم راؤ بن
نہ تھا تیسرا دن حبرم راؤ بن

کدم راؤ قبول نکردماں پدم راؤ

کدم راؤ کہیا کہ کرتا رساک
کہوں ایک تجہ بول جے پت کرے
سنیا ہے کہ جے مت گل دیہہ بھان
کرہن مت کیجہ کام مت کا کرے
نہ لیکھو تسے مت جو دوئے من
تسے مت لیکھو کیا جو الجھا ان تنہار
سوالاکھ منج لاب ایک بول تجہ
جیسں آس دھن ہوئے ہت بن نہوئے
سیانا کہے ات بدھ ونت توں
گنوارین کرے کن میں بدھ (یوں)
کہ جے دھکسی رائے دھن منجہ پر
کہ جے درب منجہ دین ہے تجہ دھیان
کروں پت تجہ بول ہوں اور ایک
پدم راؤ سکھی ہوا اس ستبد
کدم راؤ کہیا پدم پت کیا
کہ جے تھا نبنے رائے منجہ پیار کر
دھرے سیس پر ست منجہ بول لیہہ
سکھی ہو پھروں گوت پردار منہ
کدم راؤ سے کھنڈ کستوری مل
تھا آد بھیں ناگ کے سر پدم
جیرالی کہیا کوئی کیا آج جول

کہ اب تجھیں تہیں مت منجہ لیہہ بھاگ
کہ جے پت کرے دکھ منجہ نہ دھرے
نہ تھینیں بھن مت نہ لیہہ پان
جے دھن لے کرے کام بس گھر بھرے
سرا ہے دھن ارماد من لوبے چھن
کھڑار ہوں ونہہ پاؤ دے ہت ادھار
سوائے کد تھیں تیں کہیا کھول منجہ
کہ ہت بن نہوئے اور ہت بن نہوئے
تجھے نہ کہوں اور کس کوں کہوں
یوں پنجرے ہانک میں نیر جیوں
دہوں کا کہوں بھاوتا جت دھر
اچھوتا اچھو منجہ تجہ آستان
کہ او گھڑ پڑیں سنور سوں سک لیک
کہ ہنکارسی راؤ منجہ جد کد
کیا ہت پر ایک سنگت کمیا
سو سہر کھنڈ کستوری لے دت
کرن اکرن تھا نو جے بول دیہہ
سو کندم کروں تا نو سنا رمنہ
پدم سیس پر ہت دھر یا ادھل
تدھاں تھیں ہوا جد دھریا ہت کدم
تل او پر سبد کے سد دیک پھول

تعریض کردن پدم راؤ کہ کدم راؤ کدنہ است

ددی رائے کرتے تبو دآپ منجہ — تلاوار لے سوار دے سات منجہ
پدم راؤ اٹھیا کہ سیوا دھروں — کرے گن جے رائے بنتی کروں
دنیا میں جے تجہ کال کما ہے کیا پاس — نہ کھن اس نہ پانی نہ تنبول پاس
تجو کالا رہے کوئی نہ بھوک آج — سکے راؤ توں کیوں لہے ان باج
کوئی جے رہے بھوک گر آن روس — لبھا ہے ایسی آپ کرتار دوس
رہیا بھوک دن دیس توں گھنٹ پر — تل اوپر ہوا لوک ہیرا انگر
کہ جے رائے بھوجن کرے بھوگ سکھ — سکھی تجہ ہوا دیکہ منجہ ہوئے سکھ
اپاس آج رہنا بھلا تجہ نہوئے — بھلا جو کہے گھاتکی ہوئے توئے
نہ دے ان جے مکھ توں جیو بھاؤ — نہ ہوں جاؤں گھر آپنے کرنیاؤ
کدم راؤ کہیا پدم راؤ سن — کہ جے ساج مانے کہوں آپ گن
سیوا سا کہو پر دیسین نہ باج ہوں — ارو گن نجا نوں بتر راج ہوں
کہ اد آد واد و تہیں ریت ہم — سنتر چلے ریت ساسان جم
دسا اور پر کہو ایک دوت آن پاس — ارو گن کروں دان تس دے اداس
نہ بولوں کدھیں جھوٹ کرتار ساگ — ارو گن کروں دوت لے سلیح بھاگ

گفتن پدم راؤ حضرت صحبت مسافران و جوگی و جنگم و غیراں

پدم راؤ کہیا کہ بنتی دھروں — کہ جے چک سنے راؤ سیوا کروں
جگتر بھوندا نہ ہنکار پاس — کہ ترت آس دے بھوند کر جائے نراس
بھوندا ادھرے من بہت دشٹ بھاؤ — لپسا رہے اگر پیٹ میں بیس پاؤ
بھوندا جو پاوے سلک چک رائے — نگے سانپ کوں جان دو بیکہ دھائے

دسا اور پرکھ من دھرے بہت سہل ‏ کہ مکہ پھول دے جیو لے باہ ہول
جو کچھ بہت پن تھا سو میں تجہ کہیا ‏ سیوا اسا کہ اس بول جو منج کہیا
سہی بدھ گر توں جو کرتار دے ‏ وہی دے سکے بدھ کے سدھ لے

تفت شد کدم راؤ بر پدم راؤ

کدم راؤ سن بر جنا ناگ مکہ ‏ بسری پڑیا بول سن ایک چک ؟
پھر پوچھیا راؤ انجاؤ کوں ‏ بھوندا برا کیوں ہوا راؤ کوں
بھوندا پرکھ تو کھرا جان ہوئے ‏ لتے راکھنیں کیوں ایس ہان ہوئے
سو کیسا ادت راؤ اس ور تماں ‏ جو پردیس تھی ڈرپے وہ ندان
بھوندا مری دشٹ تل یوں دسے ‏ کہ کسیت پڑیا بھوئیں اپر جیوں دے
گگن بھر کی جے ملیں لگ ایک ‏ پرا اپت سکیں لگ مکہ یانگ ٹیک
دھری جے ہوئی مرچ تیکھت جات ‏ سکے توڑ کر چک پانی سنگھات
نہ چنتا کریں ناگ اس بھاؤ توں ‏ بھوندا بلد ورت اروگن کروں

بازگفتن پدم راؤ کہ صحبت جوگی و مسافر نگردد

پدم راؤ ادبھا ہوا چھات لگ ‏ بناتی گئی تق پہر رات لگ
کہیا راؤ دھر ناگ راوہ ڈردں ‏ کہ جے راؤ انکھیں بناتی کریں
نکر راؤ توں گرب منج بول سن ‏ کہ یہ کوڑ بانی دھرے بہت گن
نہ پتیاؤ توں جم سہدیس منجہ ‏ وہی لوگ سہدیس دے بھیس منجہ
بہت بھید کا لوگ ہے راج کاج ‏ بہت کاترا کی دھرے کاج راج
کرے انکھ ادجھل بہت چھند بند ‏ کہ دشٹ انت تجہ کوں کہے سو جند
کرے گھات کا کام دھنورت بنی ‏ ملاوے سبھا لوگ سنگت بنی
نجانیں کہ بیری تہاں تن دھرے ‏ نہا کا نکرا دانت تل کیا کرے

نہ رجنگی تہیں جانتے ہیں کر   اٹھے جھونپڑی تھی لگے دولہر
نحمرناں کسی کستی سات ہت   کہ کست سکے جاگ گیتھا رگت
نہ جھاڑی نہ بونٹی ڈرے باؤکوں   بڑا رکھو ڈرے مت پڑے بیرسوں
کہ جے دیدھے اِت بل ہت رو   ادے نہ کدھیں توئے بن گھوگھرو
جو کچھ میں کہیا بھید سہدیس نا   کہوں اب کچھ بھید پردیس نا
نہ نیڑے ایسی آن جگ کا پڑی   نہ پتیا وجوگی تڑی تا پڑی
نہ جوگی رہے جرم مدماس باج   نہ رکھے تسے کوئے کنک آس باج
جو جوگی رکھے پاس ایس آس دھن   سو تلتل کرے کر جوگی لچھن
نجانوں کہ تجھ بھی کدھیں باہ بھول   پلاوے تجھے آن مت مد پھول
گھڑی کھاند کا سکھ مد بیو ناں   خماری کیرا دکھ لے جیو ناں
سرب نول میتر پنا جد گھرے   دھنی راج کوں بیو ناں تد گھرے
نہ دنہ گھوڑن اچھر کوئی بانچسی   نہ مد بیو کر کوئی دھن ساچسی
کہ اس لبت تھیں ہات دھوتے جکوئے   نہ گوگاندھا میں ہووے دسرا نہوئے
جو تس نکھن کرا ہووے تن   سوئی تن اسے لوڑتے دھن لین
بہت جیتنی من دھرے جوگ انگ   نہ جوگی تجھے بھنگ جم کے ابھنگ
کہاں ملگ کھوون ہاں جوگی ہتھال   کہ جیتا کہوں لاتجہ نہ باج ہاں
ولے ایک گردوت جد بار دیہہ   بچن کھنڈ سنبھال پردار ایہہ
نہ مانوں کنک وہ جسے سبز ہوئے   کہ جب سبز ہوئے وہ کدھیں تھر نہوئے
کہ جے بار نہ دیہہ یک دیس رائے   چلی وار تا پنک لو کھنڈ جائے
کہ جس جیو آدھار لگ جیو ہوئے   گرے گھنٹ وہ جیو لگ جیو کھوئے

نہ تیسا کردں کام جس تھی ڈردوں
ستم لے بھرے کوئی سی کچھ کول
ڈرون نہ کدھیں دُکہ جو بن بجائے
جلو جوبن اپنچیا اچھا راج لیں
اسی جگ میں جوبن (وین) امت مت
بُرا جو کرے سو برائی لہے
جو نیکا اچھے ترن بِن رکھہ کوئے
(جتر)، گھال چھاس پھلچے جو کوئے
شکر دو دنت گھال پالے جے گوئے
نہ تھک تھک پنا چھوڑسی جگ تھک
جس ادا آدھیں ہوئے سندیہ کن
ادو ہوئے بجنم کہ روپ بھان؛
مدھر نہ کھتر ہوئے کھتر نہ مدھر
سدا کال پاچھے رہے منجھ نیر
سبھیں (با) بھترن ہوئے جے ایک مول
نہ سرپار کر دو دکوں بین تاک
نہ برچھیاک کاچند کوں آوڈھانک
دھرم کوں دھرم باپ کوں (باپ) ساٹھ
کہ جے بان اگلا ہوا کاج کوں
نہیں آدمیں اور بھی آدمیں
نہ کر دشٹ سنگار پر روپ پر
لکھا کھوٹ کا جیو تجہ جیو کبل
کرے گھنٹ دنماں توں لیا پاس

نہ تیتا کدھیں کھاؤں نہ جل ہروں
نہ بیو۔ بے سہے کوٹ نابات کھول
ڈروں جب جو جیتا لہے پرت اپائے
جو جوبن اتھیں پرت بیوہ پرھیں
نہ برھے کیسے سوکس بن پرت مت
ابل کانٹھ یا نڈی جو آپیں لہے
سو سیدھا کدھیں رکھہ بڈھن نہ ہوئے
نہ سیدھی کدھیں کوتری پوپنج ہوئے
بکاین سہنڈ نیب میٹھا نہ ہوئے
نہوسی کدھیں یا نڈو پنک لگ
بھلے کت کن ہوئے وہ دیہہ کن
نہوسی کدھیں پانچ انگل سمان
مدھر سو مدھر ہوئے کھتر سو کھتر
نہ بیٹھے کدھیں کھان بانچے سر پر
رتی کوئی نہ مول لے گا نٹ کھول
سبھی استریاں ایک لکڑی نہ ہاک
نہ گھن کیت کے مک سنو رجھانک؛
ہوا نہ کتسلی پرن دیہہ گانٹھ
نہ سرباز کرنا تیسے پاج کوں
گلگت کے کیا او پنج تل پر تھمیں
کریں دشٹ تس کام پر انگ پر
رہے آس کر جرم تج بائے تن
مرے بھوک پر دار اور رانڈ اس

یوسف زلیخا

۹۸۸ھ اور ۹۹۳ھ
م ۱۵۸۰ء اور ۱۵۸۸ء
کے درمیان لکھی گئی

از

احمد گجراتی

داستان یوسف علیہ السلام تولد شد و پرورش یافتند

پچھلے لوگ جے تھے یہ بوجن ہار
پچھلے کیاں کھیں خبراں سم اچار

کہ جوں یوسف بڑھے نت جیوں دواں چاند
رہے ان سوں نپٹ یعقوب دل باند

نین بیں نین بتلی کر دینا ٹھار
سبھہ پنگھڑیاں تھے موندھیا نین کی دار

ایسے ملتل یوں پرتوں سوں دیکھے
جو ہلتل ہوئیں سب پنگڑے آ دیکھے

کہیں یعقوب تھے آنگن میں تھا روکھ
جو اس پر رشک کہ طوبی کرے دوکھ

لگیاں ڈالیاں جو ناڑیاں تھاپے انبر
فرشتے جوں پنکھے ہو ڈال اوپر

کرن تسبیح جیساں سر و بتر
جو اس ہر جیب پر کیتی لاکھو دفتر

کھڑے جم جوں قرات میں نمازی
جو اس کی چھاؤں تھے سو فرازی

ڈلے جوں ورد سوں مست ہوئے عابد
نہ بولے جوں کہ عارف پائے وارد

جو ھاں فرزند ہوئے یعقوب کے گھر
اسی ساعت پھٹی یک ڈال اس پر

بڑھی وہ ڈال اس فرزند سنگات
برابر ہوئے اس فرزند قد سات

تو بالغ ہوتے لک فرزند کوں پال
عصا کر ہات میں دیوے وہی ڈال

ولے یوسف ہوتے جب جگ اجال
نہ ان سات اونچی اس جھاڑ کوں ڈال

کہ تھا یوسف اَت اچھا جیو سو رنگ
کہاں لکڑی کوں ہوتے جیوں سوں سنگ

جو بھایاں تھے چھپا یک رات یوسف
کہیا یعقوب کے سنگات یوسف

کہ اے میرے جنیا باپ اَت مہربان
خدا تیرا کھیا مانے سب مان

دعا کر اس خدا کے دار منج تئیں
جو پاؤں سرگ بن تھے یک عصا میں

جو میں سب عمر میں اس تھے مد پاؤں
سرافرازی منجے اس تھے ہوئے ہر ٹھاوں

جو غالب ہوؤں سب بھایاں پر اس تھے
ہر اک جھگڑے میں دشمن پر ہور اس تھے

دعا کرنے کو جب یعقوب بیٹھا
لگیا مانگن جے کچھ مانگیا سو بیٹا

فرشتا یک اتر صدرے تھے آیا
زبر جد کا عصا سنگات لیایا

نہ کچھ اس تئیں پڑائی کوں لگے کام
نہ تیشے ہور آرے سوں لگے کام

توی سٹکا و لیکن مول کوں بھار
سبھہ جگ مل کر اس تئیں سچکار

کہیا بھیجا یہ ہے تحفا خداوند
جو اس تئیں تج کہیا تھا تج فرزند

دکھے ہر ٹھاوں اس فرزند کوں تھا تب
منڈپ تئیں بھاگ دولت کی ہوئی کھانب

جو یوسف اس عصا تھے تقویت پائے
ادیکھے دل اپر دکھ ٹھونے کھائے

حسد کے جھاڑ دل کے بن منیں لائے
ولے سیوٹ کھٹے بن کی او بیل کھائے

یوسف در خواب خندند و پدر او پرسید یوسف را خندہ چہ

نہیں جگ میں عجب کچ سوتے سنسار
نین موند اس میں دیکھیں سرو سنسار

نین کھولے نہ دیکھیں یاج یک رخ
نین موندے دیکھیں یک حال لکھ رخ

ستائل میں انبر دھرتی بھولیں ہار
جو اتنے میں نہ سکھے کوئی پلک مار

جسے کوئی جگ جاگتے کرتے گدائی
کرین سپنے میں بھو تیک بادشاہی

ستا سپنے میں راجا جاگتا ہوئے
سدا سپنے میں بھوگی ایک تل سوئے

سبھہ جگ جاگتے جے کچ کرن ہار
ادل آخر سبھہ سوتے دسین ہار

زلیخا مصر میں سپنے تھے آئی
جے کچ ان کھیکٹی سپنے تھے کھائی

سو یوسف بھی سپن تھے کھیکٹی کھائے
نگر کنعان سٹ کر مصر کوں آئے

جو سکھ سوں یک دین یوسف ستے تھے
سو بیٹھے باپ وہ مکھ دیکھتے تھے

ادھر بیٹھی ہنسی میٹھا ہنسا یوں
جنک کے من منیں پرتوں شور اٹھے یوں

اٹھیا جو جاگ کر جوں بھاگری آپ
ہلنی کیرا سبب پوچھیں لگیا باپ

کھیا سوتے دیکھیا تارے اگیارا
سورج ہور چاند ستیں ایک بارا

جو وہ سجدہ کیتے سب میل کر منج
کیتے تعظیم اپیں سر دھرت دھر منج

جنک کھیا نہ کر یو بات توں پھیر
چپ اچھ کٹ سوں نہ کر تو گرٹ باہر

بھو کدے بھائی جسے یہ گٹ بجھیں گے
تج آزاراں کیتے جیلے سجیں گے

جسن اے سونا حیلے تھے ہوئیں گے بے تاب || کہ بہہ اتم دھرے تعبیر یہ خواب

نہ فارغ چھوڑسیں تج یہ قضا سن || سدا ہے سو عصا ہوئے گا سہس کن

اول تاکید سوں یہ پند بولیا || بچھیں تعبیر جے کچ ہے سو کھولیا

کہ دیگا فضل سوں تج رب عزت || سچا تعبیر خواب ہور بھاگ دولت

ایکبارا بھائی ہور ما باپ تج کوں || کریں سجدہ خدا کیرے رضا سوں

وصیت یوں کتیا اس کوں جتنک تو || ہوا لیکن جو کچ لوڑیا خدا سو

جو یوسف جا کہیا یک بھائی سنگات || سو وہ کہیا سبہہ بھایاں سوں یہ بات

بڑے بولے کہ جن گرگٹ دو منیں تم نے || سوتل میں ہوئے پرگٹ جگ سن جائے

دلے اس دوتی کوں دو ہونٹ کر جان || کہ یوں بولے حکیماجان سبحان

جے کچ گرگٹ دعتے ہونٹاں تھے بھر ہوئے || نہ لاگے بار کچ سنتیں سبہہ کوتئے

پنکھرو پنجرے میں تھے چھوٹے جیب || پکڑ سکیں جو اس کوشش کریں سب

دلے منہ تھے پڑے جے گرگٹ باہیر || نہ سکیں کوئی چھپا یوں اسے پھیر

جو یک منہ تھے پڑے جگ منہ میں جے بات || کوا کھل ایک جوں سمدر جو ہے سات

سکیں ڈھابین کوئی کا منہ سبہہ کو نکھ || نہ سمدر مکھ بند صن کس کوں سکت ہوئے

کہے یوں سب بڑے انتر بچار کہ || جو سر لوٹے سلامت گرگٹ چھپا رکھ

جو یوسف تھے خبر یوں بھائی سب پائے || لگیا سینا بھیں غصے تھے تنگ آئے

کہے یوں کیا ہوا ہے اس بڈھے کوں || جو لیوں بھولیا رہیا ہے یک نھنے سوں

کچ اپنا اب ہور نشٹ اس نہ سوجھے || نہ کچ ہمنا بیتیاں کی قدر بوجھے

کیتے نت بیتیا ہے جھوٹ قصے || جو اس کسوت سوں آپی خوب دیسے

بھو تیک جھوٹ نت اپجاوتا ہے || بچارے اس بڈھے کوں بھوبندتا ہے

بھلاتا اس حیلے مکراں ستیں نت || ترٹا تا نت ہمن بچے باپ کا حت

برا مانے [illegible] ہمنا بچے باپ جو تس || سوا تنے اس برائی آچھوں نین بس

منگے جے سب ہمیں اپنے سر پہ آئے || پڑیا سجدے سوں بھوتیں پر سیس بچھائے

نہ یہ لوڑے ایکیلے ہمنا تھے   منگے سجدے الیس تیں باپ ماتھے
نہ جگ میں کوئی منگے ایسی بڑائی   نہ کس سر جھوئیں دھریں ماں باپ بھائی
جنک کوں جم ہمیں سیوا کرن ہار   جتنک تھے ان سو آپ سیوا منگن ہار
کریں جنگل میں دن سارے شبانی   کریں نس جاگ گھر کی پاسبانی
بھرم اس کا ہمن تھے دشمناں میں   شرم رہا ہے ہمن تھے دوستاں میں
مگر چیلے بن اس تھے کیا دیکھیا ہے   جو اس ہمنا تھے اگلا کرم کھیلا ہے
ہمن کوں اب ضرور آکہ لگیا یوں   جو دیکھیں آپنی تدبیر ہو کیوں
ترت کام آپنا کرلیو نا خوب   ترت کانٹا کھرسٹ دیونا خوب
سلے سینے میں کانٹا ہو ہمن کوں   پکیا سینا سیلے کب لاک اچھوں
بڑا ہو مرے گا اگر یہ باپ کے پاس   کریگا باپ تھے سگلیاں کوں نراس
اپنا نیچ دیکھنا اس کان تدبیر   درنگ کرتیں نہ فرصت پاوسیں پھیر
صبا کا کام بہتر سارنا آج   نہ رکھنا آج کرنا سو صبا آج
جو مولکے کوں اپاڑن لوڑنا کوں   نہ چھوڑیں روکھ بلوند ہوتے لگ اس کوں
سکے بن زور جب مولکے کوں آپار   نہ ہو بلوند تھے ہلسے جو ہوئی جھاڑ
قرار یوں جب دیتے تدبیر کارن   سبھہ یک ٹھاوں مل بیٹھے بچارن

خبرِ خواب برادران شنیدند و حسد کردند از یوسف

جسے کچ مشکل جو عاقل کوں پڑی آئے   جو عقل اس میں نیٹ حیراں ہو جائے
برائی بدمیلا اب بدسنگات   جو آسان ہوئے مشکل اس ہو دسات
بڑے گھر میں جو یک دلوا نہ ہوئے بس   اجالا ہوئے جسے دیوے لگیں دس
دلے سچ ہوئے ستونتاں میں یہ بات   جوا تدبیں نہ وہ سچ بانچ ہر جات
جہاں پانی جو بیٹھے میل در چار   ادک ہوئے سہس گن پاپ نس ٹھار
ملیں جب کئیں جتنے یک خیال کے سب   جسے کچ ہے خیال انو کا ہوئے ادک تب

ملیں جب کیں جتنے یک خیال کے سب — جے کچھ ہے خیال انو کا ہوئے ادک تب

جو بیٹھے بھائی یوسف کے بچارن — کہ کیا حیلے کریں یوسف کے کارن

یکن کہیا اسے نا مارنا کت — جو حسرت سوں ہمیں اس تھے مرنت

جو ماریا جائے چھپا رہے نہ یہ گھٹ — کہ فریادی نہ ہو سکے موا اٹھ

نہ جیو تا چھوڑ بیری کوں جو سنیڑے — کہ تج چھوڑے نہ وہ جب بات انپڑے

یکن بولیا خدا کوں کچ تو ڈرنا — یکا یک بے گنہ کیوں خون کرنا

غرض اس کوں کنارے پاڑنا ہے — نہ کچ اس کوں دکھا نا مارنا ہے

ستیں اس دور ایسے یک جنگل ماں — جو اس میں پنچھی ہور باگ کچ ناں

نہ تجھراں باج پانی پائے اس ٹھار — نہ دیکھے رات ہوتے بن کھن کیری چھاوں

نہ روٹی روپ واں دیکھے اجت باج — نہ بن کانٹے بچھاناں لیٹنے کاج

جو کتی دن اس منے ٹھانک کرے گا — تو اپنی موت سوں بیشک مرے گا

بن اس کا جیو لیتیں آپنے ہات — ہوئے جاں کندنی تھے فارغ اس دھات

یکن کہیا ادک یہ مارنے تھے — بری یہ مرگ سب مرگاں نیں تھے

بھلا یک بار جیو لینا کھڑک سات — جو دیوے جیو پیاس ہور بھوک سنگات

دھونڈیں اب دریا نزدیک اس تائیں — اندھارے تنگ ڈونگے باٹ کی تیں

جو ست سوداگراں اتریں وہاں کوئی — تو حاجت جب انوں کوں نیر سوں ہوئی

جب اس میں ڈول سٹ دیں نیر کے تئیں — تو پانی کے بدل یوسف کو سیندھائیں

تو وہ اس کوں غلام اپنا کریں گے — نہیں تو ٹکڑا کر کر دھریا گے

یہاں تھے تو لیجائیں گے دور یہ دھات — نہ کچھ سہناں تھے اس تھیں نیڑے گھات

سبھہ اس بات کوں کیتے مقرر — اٹھے اس کام کوں بچا کر ضبا بر

در خدمت پدر آمدند پدر رضا گرفته یوسف را بردند

کیٹے کانٹا سلے سینے منیں جس — اسے کیوں نیند آئے ایک تل بس

حسد کی مار تل جن جُوں نہ ہوئے سو وہ کیوں رات کو سکھ سات سوئے
اُناول ہوتے یوسف کے ادیکھے سبہہ نس جاگ دن کی باٹ دیکھے
دیکھایا مکھ جو سورج دن دین ہار کھیلے کل کے اندیشے پر کمل سار
سبہہ ل باپ کیرے بندگی آئے جے کچھ معتاد بندگی بجا لیائے
نفاق اپنے جنگ سوں من میں دھر کپٹ کر طواق سینے میں چھپا کر
ادب سوں باپ کے نزدیک بیٹھے لگے یہہ دھات بولن بول میٹھے
بھلے ہو کر بہو باتاں میں آئے سو ہریک باپ کیاں باتاں اچائے
یہاں لگ انپڑا اسے بات لچ رچ کہ تنگ آتے ہمیں بھو دلیس کھرا اچ
ہوس ہے جی میں جے نکلیں ہوا کوں جنگل میں جا ہنڈیں دل کی صفا سوں
برادر یوسف ہے جیو کے برابر جو مانیں اس ہمارا لاڈ لا کر
بھولا تُروں ستیں اسکو لجا دیں جنگل کیرا تماشا اس دیکھلاویں
کرو بھو تیج بھنا تھا جو کتی دن ہمیں ہنڈتے تھے سب باہیر اس بن
اسے سنگات لے جاویں رضا ہوئے تو کچھ دل کوں ہمارے بھی صفا ہوئے
ہوا ہے تنگ دل نت گھر اچھن تھے نہ وہ تجھ کد ہنڈیا ھنوادین تھے
صبا کھرا اُسے توں بھیج سنگات ہنڈے گا ہور کھیلے گا ہمن سات
کبھیں اس صاف میدانا ہنڈلنگے کدھیں اونچے پہاڑاں پر پھرانگے
ہوس سوں دود بکریاں کا دُھالا نگے کبھیں ہنس کھیل سوں ذمعو وہ پلانگے
بہو رنگ کھیلیں گے اس کر کھلانگے جھنڈے رکھ پلنگ بندھا کر نکلانگے
سُرنگے بھول جائیں لال جن جن کلیاں باراں جھیلاں گوندہ گن
پیھاں گے جات سوں یوسف کیر نورنگ جو اسکے رنگ جڑھتیں پھول سو رنگ
ہرن اور دوج پاڑڈ مار پاڑیں بھرت ہو یا گ کا کالج اُپاریں
تماشے سات ایسے یوں جو کھلاویں گمت اس کوں اپنوں کن شاد یاویں
جتنے جاویں سوں نھنوادان کو دمریں نہ بن ہنس کھیل انوں دلشاد کریں
انوں تھے جب سنے یعقوب یہ بات پھرائے مکھ نہ مانے خوب یہ بات

کہے اس کا لیجاون منج نہ بھاوے ۔ کہ بھوتیک یہ اندیشا منج ڈر آوے
کہ اس جنگل میں ہے بھیڑیاں بھوتیک ۔ بھنے کوں دیک کر کھا دیں یکا یک
ہمیں ہنگلے سو ہوویں کھیل کے کام ۔ تمن انجان تھے ہو جائے یہ کام
جے کچ آزار اس کے تن اُپر ہوئے ۔ سو وہ منج جیو کے جیون اُپر ہوئے
جو یا اتر سنے وہ دس منتر کار ۔ ہر یک منتر سوں کام اپنا لیے سار
کہے دس بھائی ہم ہیں باگ بلوند ۔ جو یک تنکا ہمن کن باگ کے ڈند
بھرت کیا ہے اگر جے باگ آویں ۔ ہمیں اچھتیں کہاں اس لاگ آویں
بھرت تھے بھائی کوں جی دکھ نہ ہسکیں ۔ تو جتنیا نکے سوں کیوں بکریاں کوں راکھیں
سنے یعقوب جب نگریاں تھے یہ بات ۔ نہ کیتے عذر بھی د دجا کیی بھات
رسا دیئے جو یوسف کوں لے کر جائیں ۔ ولے بہوت آنسو تھے جے اس پھر الیائیں
عجب بازی دیتے بازی کے بھانے ۔ نہ وہ بازی نچھے یعقوب سیانے

برادران یوسف را بردند و در چاه افتادند

دھریں جے کوئی دنیا میں آ دبنیاد ۔ کریں دنیا تھے بت فریاد بن داد
نہ اس کے مکر ڈونگے کس بجھا جائے ۔ و جیت سب کوئی کرمت کسی میں بھائے
بڑے اس کے دغا کے بائیں میں جن ۔ نہ کد نکلے غطے کھا کھا مرے تن
دنیاں کے مکر کی بائیں تھے کرتار ۔ ہو الیوسف کے حق دایم نگہہ دار
جو یوسف کوں دیتے بھایاں کے منگات ۔ چلے لے کر کرن یوسف کے تیں گھات
اچا لینے ایسے ہنستے ہوس سات ۔ لجاوے میگ کوں جوں بھرت اس سات
جہاں لگ باپ اسکو دیکھتے تھے ۔ بکیس کے گود تھے یک لیوتے تھے
یکین کھاندے پر اپنے بسیلائے ۔ یکین پیار روں جکل سینے کوں لائے
یکین چومے پیشانی نین ادھر دھر ۔ نین اس کے چرن رگڑیں نین کر
نظر تھے باپ کی غائب ہوتے جب ۔ بھوت اس پر جفا کرنے لگے سب
سٹے گھاندے تھے سارن آپنا ہٹ ۔ دیسے بھیڑیاں میں ہور کانٹیاں میں منڈ

ننگے پاؤں سوں کانٹیاں میں چلاتے
چبھے کانٹے جو چیرے گے سو نگ ماتیں
جو کھلے جائیں اس پتھروں منے پاؤ
جنوں تلویاں کو پھولوں چھاؤں چوبے
بھری اُس چرن کے لوہے سوں دھرتی
چرن یوسف کے جس بھوئیں پر جو آدے
پچھیں پچھیں جو یوسف بیٹھ ساریں
کریں جب نیل آچھے مکھ ایر بھار
الزن میں جب کسی تھے جائیں آگل
کھنڈیاں کا بھار مکھیاں کا ڈھون ہار
انوں تھے جب ہوتے بازو برابر
او حبکا دور جی زاری سوں بھاڑتے
دھریں زور نے سوں جس کے پاؤں پر تیں
دکھوں تھے عاجز آکر جب پکارتے
اٹھیا اڑ راجہ توڑیا آس انوں تھے
پچھاڑی کھا پڑیا لڑتا دھرت پر
ڈوبے انجھواں منیں سرونگ کا بنیں
عزیں تھے کلیجا پھٹ کے ٹھو ہوتے
جھلیا دھاکوں تھے دل جھل جھل کرن ہار
نہ کوئی اس کو نکو ڈر کر کہن ہار
یکس تھے یک ادک آزار دیویں
سٹیا دھرک ہوا پلٹ تر آدھار
جیا کچ تلملا تے بلبلا وے
چلاتے تیں کوس اس کو انوں دھات

عجب ایسے پاؤں کانٹیاں سوں چیرا تے
پھلوں جھنکریاں کوں جو کانٹیاں سوں گوندتیں
سُنا جوں چور ہوتے پتھریاں کیر گھاؤ
پتھر کانٹیاں تھے لوہے مان ڈوبے
کیا رور رور رکت مکھ لال کرتے
سو وہ بھوئیں سرخ ردی کیوں نہ پانے
نیکے مکھ پر جو اٹھے ہات ماریں
کنک جوں سورھی پایا جیند رسار
گنداویں پیٹ مکھیاں مار کوچل
ہوتے وپیٹ جس ترے پیر ہن بھار
مڑوڑیں کان ماریں گال اُپر
ان اس پر پاؤں بیزاری سوں بچار
ہنسے تب جمے کشن ہو پاؤں دھرتیں
وٹادیں کوب سوں ماریں ہنکارے
بھریا مکھ میں رکت ردجا سینوں تھے
سیہہ تن ڈوب رہیا مائی رکت بھر
کنے کرہاں سوں جوں سورجگ میں
نہیں اس کوں کوئی سن ہار دان ہوئے
ہوا بیپت سیتی جھل کر مرن ہار
نہ کوئی اس ٹھاؤں سینے لا رہن ہار
نہ کوئی دھرک سیتے آدھار دیویں
ترختا باپ کوں کوکار کوکار
نہ کچ اس پر کسی کوں مہر آوے
ہوگئی باپ سوں ہور او گنو مات

جو پائے بائیں اتنے میں یکایک — کھڑے رہے وہاں سو بائیں کوں دیک
اندھاری تنگ سانپوں سات سیں نور — نہ ہوئیے اس دھات بن کا فرکیر بے گور
نہ اس ڈونگا تی ڈو دیکھے فکر میں آئے — اسے دوزخ کیرا کٹر کا کھیا جائے
بھرے سب جو کر منیڈک کھینکریاں سات — سڑیا چیکٹر گندا پانی بہوت دھات
جو کوئی جا کر کھڑے ہوئے گنبج اوپر — ایسے کوں نڈن ہوتے دم لے نہ سک کر
سبہہ وہ بائیں یوسف تئیں جو جونے — نیٹ بکس لگے یوسف جو سونے
جو کچھ اڑا اڑا اٹھیا فریاد کر کر — جو یوسف کو گلے وعل موم پتھر
کرے نرمی انوں سیتی بہت دھات — انوں ہوئیں نیٹ کر ملوے کیتے دھات
پھیرنے کاڑ کر لیتے نتگا کر — دسیتے تن جوں سورج میگھن تے کھن پر
سلول اچھے نرم دو دو نڈ نیکے — جو چھیلے جائیں ریشم تھے سر کے
سو بالوں کنیاں جو رسیاں سات ٹرنے — لگیں اس دنڈ پر تیزیاں تھے کڑے
کم اس کی جو باریک بالی کی دھات — کسے اسکوں بھی بالوں یا دھریاں سات
اتارے بائیں میں راسریاں لبیا چھوڑ — سو آدھے دور تھے اس کوں دیتے چھوڑ
پڑی بائن منیں سورج کیری چھاؤں — سو ہوئی وہ بائیں اپی سورج کیری ٹھاؤں
اپر پانی تھے کڑی کوں پتھر ایک — جو تھا بیٹھا اس اپر جائے پل دیک
رتن مانیک واری اس پتھر پہ — جو بیٹھے یوسف اس پر پاؤں دھر کر
ویسے اس نور تھے اچھا ہوئے پتھرا — کہ جوں سورج تھے مانک ہوئے کنکرا
کھلیا اس بائیں کا انکار کالا — کھیدیرپا رات کوں جوں سو اجالا
مہکتی باس مہکے انگ کی یوں — جو ہوئی وہ بائن نافہ مشک کا جوں
ادھر امرت ادھر کی چھاؤں پڑ کر — ہوا وہ نیر سب جوں شہد شکر
جتے کیرے پتنگے بس بھرے سب — بھرے سرونگ امرت اس دیکھیے تب
یکایک جبرئیل اتنے میں آئے — یکیلے پن تھے یوسف کوں چھوڑا تے
جو تھا تعویذ یوسف پانہ باندھیا — سو تھا ایک پیرہن اس ہات باندھیا
جو وہ پیرہن سرک تھے اوتریا تھا — سو ابراہیم انگ اپنے دھریا تھا

جو اسکے انگ میں وہ پیرہن ہوئے ۔ سو اس تھے آگ اسے سنگار بن ہوئے
سو اس تعویذ میں تھے کاڑ پیرہن ۔ بنائے جبرئیل یوسف کیرے تن
پچھیں یوسف ستیں یہ بات کیتا ۔ کہ خالق یوں بشارت توج دیتا
کہ توں جس تھے دیکھیا ایسے بڑے دیس ۔ انوں کوں توں دیکھے اس تھے بڑے بھیس
سرن ستیں سبھہ تج پاس آویں ۔ تیرے صدقے وہ من آس پاویں
جے کچھ کیتی جفا تج پر جو مارے ۔ چھپائے اپنی نشاں ان کوں بچارے
توں تو ہر بال بال ان کا پچھانے ۔ انوں یک بال تیرا لو نہ جانے
جو یوسف سوں کہتے یہ بات جبرئیل ۔ رہیا سب دیکھ بسر کر جوں کمل کھیل
رہیا پھر اامولک تخت گہ ہوئے ۔ جو اس پر وہ اچپل تخت شہ ہوئے
رہیا جب جبرئیل اس ہو سنگاتی ۔ رہیا غربت بسر اس پائے ساتی

یوسف در چاہ سہ روز ماندہ بودند جبرئیل ہمراہ بودند

جو یوسف تین دن تھے بائیں بھیتر ۔ سو جو تھے دن جو نکلیا سور انبر پر
مدینے تھے بڑے سوداگر آکر ۔ وہاں اترے سبھہ ڈیرے دیلاکر
نہ تھی نیری انوں اوں ہور یک بائیں ۔ ایسی بائیں کوں آئے نیر تائیں
پچھلے نیکے جنت یک مرد آیا ۔ سو امریت نیر سیندھن ڈول بھایا
کہے جبرئیل یوسف کوں کہ اٹھو بیگ ۔ بھگا بیاس انکی تج درسن تھے جوں میگ
سورج دن دیپ ہو کر داؤ میں جا ۔ کلیا اس میں راسی میں اچھے گا
کہ اس بائیں کے کنٹھ آجیت تھانا ۔ نکل جوں سور ہو کر جگ دیپانا
کہے جبرئیل جب یوسف کوں یہ بول ۔ تو بیٹھے ڈول میں سٹ آپنا تول
جو کھینچیا ڈول کوں وہ مرد پیر بل ۔ پچھانیاں جے نہ اپنا بھار ہوئے جل
کہن لاگیا لگے بھار آج یہ ڈول ۔ نہ ہوئے اس ڈول کو لا پانی تھے یہ تول
جھکاڑیا ڈول اس بائیں منیں تھے ۔ لگے دیدے بھرن اس دیکھنے تھے
دیکھت وہ مکھ یا بشریٰ کہہ اٹھیا ۔ خوشی سوں دھن بیان امول لوٹیا

پڑے بھاگ اس جو پاوے مال کاڑیا
سو وہ یہ بھاگ کا دھن جیو کا لڑیا

جتا دھن ہو نہ پاوے جیو کا حول
سو جب جیو ملی نہ ہو یوسف کیرا تول

ادک دھن جیو تھے جب ان جو دیکھیا
سو سب جیو سنجکار اس کوں زلیکھیا

خوشی تھے پھگ پھلیا جوں پھول کھیلیا
کہ اس جنگل میں کھیلیا پھول میلیا

چھپا کر گٹ ستیں ڈیرے لیجا کر
نہ کھیا یک ٹھاوں اسے بھوتیک چھپا کر

سنیجی یہ پانچے جن گنج پاوے
چھپا کر جے نہ راکھے رنج پاوے

اجھوں بھائی کیتیک بیری لہے تھے
تفحص تیں ایسے نیڑ رہے تھے

کہ آخر ہوتے کیوں اس کا سرانجام
نہ ڈوجا اس تفحص باج تھا کام

سو اس سوداگراں کیری خبر پائے
مکر سوں ڈھونڈتے تیسوں مانگ کن آئے

جو یوسف کوں پکارے
نہ ہوئے باج گرجن بائیں کیرا

چلے سوداگراں ستیں جھگڑنے
الوں پر مدعی ہو کر پکڑنے

کیتے یوسف کے تیں اس سات ہو جھوٹ
سو پائے آن پاس تھے یوسف کوں لوٹ

سو پکڑے اس کہ یہ بندا ہمارا
نہ کچھ ہتو نت ہو سیوا تمھارا

نہیں کچھ بندگی میں دھر کبی دھات
چکاتا کام ستی سات دن رات

سو آخر کام تھے بھوتیک کچوائے
چھپا اس بائیں بھیتر تھا اس کر آئے

ہمارا ہے ان آخر زاد لیکن
نہ اب تدبیر ہے کچھ بیچنے بن

کیتیا کاہش کریں نت او تھا اس سات
نہیں بات آوتا مارین جتے دھات

نہ کچھ بیکیاں کیری پروا ہمن کوں
جتے تھوڑے کوں مگیں تیں تمن کوں

نہ گھوڑے باج کچھ بیکے ہمن لیتیں
جو یہ کھوٹا بندا ہم تھے تمیں لیں

کھاڑیا بائیں منیں تھے جن جوان بخت
خوشی سوں مول لیتا مفت دیکھ سخت

کھرا سودا لیتا دے دام کھوٹے
جگت میں دھن پھگت یوں کوئی نہ لوٹے

سورج کوں ایک ذرے سوں لیتا مول
لیتا امرت ہور ٹھکر پالے دیتا مول

ہوا یوسف کے تیں دے دام مالک
سو تھا اس تیں جگت میں تمام مالک

پچھیں سوداگراں لادے سبھ بھار
ہوتے سب مصر کو دھن جا ونے سوار

مالک یوسف را در چاہ بیرون کردند در ڈیرہ خود نہادند

جو مالک پالیا بختیاں تھے پرسن ۔ لیتا من چیت پرس یوسف کے درسن
اچایا رسیں اس چڑ کھن تھے اوپر ۔ نہ ٹھیرے پاؤں شادی تے زمیں پر
چلن لاگیا اتالی سوں بہو تیک ۔ کرن لاگیا بہو تیک منزلاں بیگ
جو مالک مصر کے نزدیک آیا ۔ سو شہر مصر میں بہو تیک پایا
سبہر اس شہر میں ایسی خبر تھی ۔ کہ مالک پھیر کر آیا سفر تھی
لیکر آتا ہے ایسا ایک بندا ۔ جو گھٹتا دیکھا اسکا روپ چندا
... تین انبر کھوے رکھے ہیں ۔ نہ ایسا روپ کد بھوئیں پر دیکھے ہیں
خبر ایسی جو پایا مصر کا رائے ۔ اٹھے اس کی خبر بہہ رشک میں آئے
کچے میرا نگر سو کہاں خوبی ۔ بھلے مصریاں کوں حوراں ہوئے توبی
سرگ بن کے جو بھول تانے کھلیں تھے ۔ سوان کا مکھ دیک پرتوں جلیں گے
عزیز مصر کوں کہیا کہ اب توں ۔ نکل مالک کوں سامن ہونے کوں
نظر سوں دیک اس نیکے نجھنے کوں ۔ لیکر آ اس دیکھاون ہمنے کوں
عزیز مصر جب فرمان پایا ۔ سو کوچ کر سامنے مالک لگ آیا
دیکھا یوسف کو دھن وہ ایک تعجب ۔ یکایک ہور ہیا وہ بے خبر تب
نوایا سر کہ مت سجدہ کرے اس ۔ بھو تعظیم سوں سر بھوئیں دھرے اس
ولے یوسف سر اس کا آپ اچایا ۔ کرن سجدہ ایس کے تیئں نہ بھایا
کہ یو سر تو نہ دھر بن اس کے یے دار ۔ جو رکھیا سر سوں تج گردن پر ایکبار
عزیز اس بعد مالک سوں کیتا بات ۔ کہ لے چل شاہ کن یوسف کو سنگات
کھیا بن شہ کن آئے کیوں سری گا ۔ خریدار ایسے کوں شہ بن کون کرے گا
ہمیں جو آئے سو شہ پاس آئے ۔ ولے اب تج تھے ہم یوں آس لائے
کر دن چار اک ہمنا کوں رہنا ہوئے ۔ تو تمہا کوں بھی آتی نیں صفا ہوئے
کہ بہو تیک دور تھے چل آئے ہیں ہم ۔ ہوئیں آسودہ مے جو لیں چار یک دن دم

آتا ریں ماندگی جاگی لنگھن کی　　ڈھولا دیں کپڑے ہور گرد تن کی

صفا پاکھے سوں شہہ سیلوے کوں ٹانکیں　　خوشی سوں شہر کی رخ پاؤ راکھیں

عزیزا ایسے بچن نیکے سنیا جب　　پھریا راجے کیری سیلوے کے تیں تب

کہیا شہہ سو جو یوسف روپ کیرت　　جو جا کے من میں شہہ کوں آگ غیرت

دنیا تیر وپ جے سب روپ نیکے　　جو سورج سو نکھیتر ان کے لیکھے

کھڑے ہوئیں سبہہ بازار میں رست　　جو چھوڑیں دیس کا بازار ایک ست

اجالا جوت ادک فلیتوں کوں دلائے　　اندھارا رات کا اندھار پھاٹے

حریری کسوتاں سب از زنگاری　　سُنیا جو ہر جگت سرونگ بھاری

کہ جوں بازار میں یوسف کوں لیاویں　　یہ سب بازار یوسف کا جھکاویں

مالک بعد چہار روز یوسف را غسل داد ند در دریائے رود نیل

جو جو تھا دیس وعدے کا جو آیا　　سعنج کھن نیل کنٹھے پہ سیس اُچایا

کھیا یوسف کوں مالک اے سہن ہار　　کہ توں اب نیل کنٹھے پہ آ سورج سار

سوگند باس انگ کیرا میل کر دور　　جو دیسے دیہہ سب نرمل نجھل نور

بدیم بگ کیہہ پر مل مرگ مدسوں　　کدم کر چھوڑ سکلے نیل ندکوں

سو مالک کے کہے پر وہ جگ اُجیال　　دیپایا ندکوں جھاؤں آپنی گھال

جھمک وٹی جو بالوں پر تھے کھنچیا　　سورج اندرے میں تھے تنس کا کر ایچا

لگایا کپڑے ات صاف تن تھے　　کھلیا جوں میگ سورج دن دین تھے

جو باندھیا نیل کا تہبند کالا　　میلیا جوں رات سوں تن دیس اجالا

جو سب جگ دشت ڈا انگ اروپ کا نور　　کہے امبر تھے منت آیا اتر سور

یہ جھانے جی کہ سورج تھے ادک ہے　　نہ دے پہ جوت جو سورج نزدیک ہے

جنوں لے دینہ سورج ڈاتی ہارے　　چھپے اس تھے سورج تھے جوں ستارے

جو شہہ اس دیک خبر اپنی گنوایا　　خبر اس مد پ کی اس وقت پایا

بڑے لوگاں تھے ایسی سچ خبر ہے　　کر دیکھے ہور سنے کوں بہہ اثر ہے

پچھلے سنگہہ خبر اس روپ کی سن
نہ مانیا سچ کر لاکھوں میں یک گن

جو اپنی دشٹ سوں وہ روپ دیکھا
سبھہ جگ روپ ل یک یچ نہ دیکھا

بوقت آمدن یوسف در دیار بادشا زلیخا را معلوم نہ بود

جو یوسف آد تے بھٹے باٹ لگ جب
نہ پائی تھی زلیخا دہ خبر تب

ولے جیو کوں اکو جانتیا کیا تھا
ہوا انکھ گن برہ جبتا سوا تھا

ہوا من مت کے تئیں من اَت اتالا
ادک ہوتے تلتل جیو کا الالا

نہ سوجے اس کہ اسکا کیا سبب ہے
عجب راہی کہ یہ حالت عجب ہے

کری بھلا لیوں تلتل کیتے چھند
ادک ہوئے دکھ کرے کچ چھند بند

اچاٹیا دل نیٹ جب گھر اچھین تھی
چلی بھلا لیوں جنگل سنڈ ن تھی

بہوتیا لگ کی دیر اک سیتی
کیتے دن لاگ جنگل میں رہی تھی

دکھوں دنو اس لے جنگل میں پھری
ولے یک تل برہ بھڑکا نہ ٹھری

جو اس ایک تن کی تنگی تھا اگی آگ
سوا گلے کیوں نہ تیرے ڈونگر سیہ لاگ

عجب تنکا جونت یوں جلتا ہوئے
جو اس آگوں تھے سب جگ جلتا ہوئے

جرم جلتا اچھے یہ راکھ نا ہوئے
نہ تنکا جگ مینے ایسا دکھیا کوئے

بجھادن آگ برسادے انجھواں مینہ
بجھے ڈونگر نہ بوجھے جلتا دیہہ

میلاتے اسباب دا شادی کیرے سب
ولے اسکوں اچاٹ اگلا کرے سب

بجو تیک تلملی ہور چٹ پٹی تھی
نہ جگ سکھ تھا جہاں بیٹھی اوٹھی تھی

ہو جھاڑے جھاڑ پھیر پھیر دا زآئی
نہ کس سوں کہ سکھے بن دکھ جھیل کھائی

سو پھیر گھر کی طرف جب رخ پھرائی
جڑی ہودج میں ہو اونٹن چلائی

نگر من آئی جب اپ گھر کوں جاوں
سو تھے اس باٹ شہہ جھجے کے سامن

تو اک غلبلا ہور طور دیکھی
نہ دیسا شور بھی کس دور دیکھی

لگی پوچھین زلیخا ہوئی حیران
کہ یہ کیا شور کس یوں جگ پریشان

کہیے مالک سفر تھے پھر کو آیا
سو کنعان تھے غلام یک وہ جو لیایا

سو اس کے روپ تھے حیران ہے جگ / لیدا اس کوں اسی کے دھیان ہے جگ

جو کئی لکھ سورج اسکے سامن آویں / نہ یک ذرہ کیرے مولوں بکاویں

زلیخا سیں اچا دیکھت بچھانی / کہ ہوتی یہ ملکہ الپس جگ کی دیوانی

سو کچھ ارڑا اُٹھے ان کو خبر سے تھے / جو اس تھے جگ سنے کر جن انیر تھے

بچھاڑی کہا پڑی بے سدھ ہوکر / پڑلے جیو ڈب الپس تھے ہات دھو کر

ترت وہ او نٹ وال اونٹن چلائے / اسے اس کے محل لگ انیڑ اٹھائے

وہاں جب جگہ زلیخا کوں خبر آئی / لگی پوچھن اسے بہہ جیو سوں لدائی

کہ تیرا حال کی ایسا پریشاں / منجے کہہ کھول میں بلہار قرباں

کہی لسے ماتی میری کیا کہوں میں / دیکھی پیو کوں اب اس بن کیوں رہوں میں

ہتا کنعاں تھے مالک جو لیایا / جو سارے شہر میں وہ شور پھایا

جو سب جگ تھے سنی اسکی خبر توں / خبر سن کر جو دیکھی بھی نظر سوں

وہی ہے ساج میرا من مہانا / اسی کی پنتھ دھاوے من پرانا

نہ میں اس باج مانگوں جیو اپس تن / نہ میں اس باج مانگوں جیو جیون

سپن میں تلجو دیکھی سو یہی ہے / سمت میت کر جو یکھی سو یہی ہے

دھرن تن تاب میں سنتاپ اس تھے / غریبی لے ستی ماباپ اسی تھے

اسی سے جیوتے مرتے رہے ہوں / اسی کی آس تھے یہ دکھ سہے ہوں

یہی منج کوں ہوا ہے آج مشکل / چلے تلتل اسی ڈر تھے میرا دل

کہ میرے جیو سوں کن انگ سنگ پائے / اس اندیشے تھے میرے جیو پر آئے

میرا منزل جیدا کس لیں جگا ہے / سورج جوں دیپ ہو کس دن دیا ہے

نین کس کے ہوئیں ہیں بینت اس تھے روشن / محل کس کا ہووے اس تھے سرگ بن

رکن اس کن آپی ستیت سرا گا / رکن اس یک کیہ آپ نیں بھراگا

میں اس تھے آس من کی پاؤں یا نہ / نیکے تلو یاں کوں نینوں لاؤں یا نہ

جو پوچھیں جائی وہ توں کائی جلتی / بچھانی ہے نہ کچ تدبیر چلتی

برہ کی آگ پی بن کن بجھا دے / دو چا پیہ کوں ملاوے تن بجھا دے

کبھی اے شمع سوز اپنا چھپا رکھ ۔ تجے یہ فکر سیوٹ ہوئے مبارک
جتن رکھ صبر کیلی آپنے پاس ۔ کھلے گا بیگ تج اس تھے کلف آس

در دربار بادشاہ آوردند یوسف را برائے خریدی بہا کردند

سو دیس وہ دیس امرت بیل وہ بیل ۔ جو میٹھا لال پھل دے یہ لبس میل
میلا وا سو رکھے ہوتے دیس اجالا ۔ کھلے بچھڑے کیرا اندکار کالا
جو سب مصری ہوئے یوسف کے مز رت ۔ سبہہ اس مول لیون تیں رکھے چت
چھپے جس یوتی جو دست اس تھا ۔ سو اس تیں خرچنے تئیں ان ہوس تھا
کہیں جے مصر میں تھی سو بڑھی یک ۔ جو اس نہیہ تھے پریشان ہوئی بھو تیک
نہ سیکے تھا اپ اپنے دل کی کلکوت ۔ سو لے کر آئی دال کتیک سوت
کبھی جگ سنیت اس کا مول نا ہوتے ۔ سبہہ جگ جیو ل کا تول نا ہودے
جو ہوتے اس انگ تھے یک بال کا تار ۔ تو مول اس کا کہوں در مگ تھے بھار
جو پاؤں ایک پچ کیرا اس چرن کی ۔ تو داردنی سنیت اس برخون کی
نہ اس کی مول پورتے کچ دھرون میں ۔ دلے کلکوت اسنے تمیں کردن میں
کہ ہوئے اسکے خریدار میں وہیچ تاؤں ۔ یہی منج لبس ہے جو یہ سنیت اسوں پاؤں
منادی ہر طرف آواز لاتی ۔ کہ کون ایسے بھنے کوں لیوں آتی
جو جیب اس روپ نا سکے سراوں ۔ ادک دو جگ تھے اس ایک جت باون
ادھر امرت بجی امرت گن امرت ۔ گن امرت سیر کے نا ہو کے ایتو ریت
انوں میں تھے نکیں ادھیا نگن مول ۔ گھٹے ٹکیاں کیرا بھدرا بھریا کھول
جو دیکھے اس ٹکیاں کیرے گنیت کر ۔ تو ہوتے وہ ٹکے سب ایک بھیسر
کیرا ایک بھد بھی مول اس جیتا ہے ۔ سو سو بھدریاں یک مول انیز ہے
چڑا آیا بھی سبہہ یک خریدار ۔ کہ دیون بیشک بہا یوسف کو سنبھار
جو چڑ آیا بھی سبہہ ہو نہ ایکن ۔ تجھی مانگ اسکے تول جو کھیں
چڑ آتے تھے اچھو لینے ایتوں بھاؤ ۔ زیادت کر اہو یک بھیت اور بھاؤ

زلیخا اس قصے تھے ہوئی خبردار
گیرا یک سب تب اس تھے آس توڑ لے
عزیز مصر کوں بولی کہ اب جا
کہو جے کچھ مرا ہے سو دفینا
نہ اسکے مول کا آدھا جو ہے سب
زلیخا پھر جواب اس کوں دیتی جو
رتن مانک جو صندوقاں بھرے ہیں
جو یک مانک کا قیمت کریں گے
عزیز یک اور بھی لیایا بہانہ
زلیخا بھی کہی جا بادشاہ کے پاس
کہو اس کوں کہ منج من یہ بڑا دکھ
دھروں شہہ کے کرم تھے آس ہور یک
جو اس بچے کوں لیوں منج رضا ہوتے
عزیز اس بات کوں شہہ سات آکھیا
عزیز مصر تب اس مول لیتا
خوشی سوں لے گیا اس آپنے گھر
گئی بابیل سجن کی پاس آکر
بھری اس کی خبر شادی تھے ہور یک
پیارے پر نپٹ پیار آونے تھے
گلے نینوں سوں سیگلے دونے رگڑ ہی
خوشیاں تھے ملتل اس ہوش جاوے
گھو دوزخ تھے جس جنت لیجا وین
جو پائی بھاگ تھے من آس سنیور
گنگس سرکرن تھے پگ تل نہ بھاوے

دو گن کیتی سبھوں سوں آپ یکبار
ہوئے عاجز ہور اسکی بات چھوڑے
اپنوں مولوں نیاڑا کرلے نخرہ آ
سُنے مانک درب دھن کا خزینا
کہاں میں مول سالم دے سکوں سب
دیوں اس دھن جو کچھ میں بی دھروں سو
گگن بھر جوں کھنڈ بکھرے ہیں
خزینے کئی شہاں کیرے سر دیا گے
کہ لیتا ہے اسے سٹ ہی مہا تہ
سرن کر بھو تیک اس جم شاہ کے پیا
جو جگ میں منج نہیں نینگرا نیں سکھ
کر غم خواری کرے یہ دکھ مرا دیکھ
تو نینگرا منج ہور شیہ تیئں ندا ہوئے
رضا دی اس کوں بھوپان را کھیا
اسے فرزند گن بھوپان دیتا
کیتے اس تیئں زلیخا من مینے گھر
وہ راس آتی پڑی من آس پا کر
پھر آتی دشٹ دونوں جگ تھے آس یک
چلی پیا ردن انجھو نینوں منے تھے
پرت انجھواں سوں تلتل دھوئے پکڑی
امس تھے بھک جگت میں نا سماوے
زلیخا کی خوشی وہ بھی نہ پاویں
سسٹی بھاگوں کی پردا ہوئے معذور
سبہ جگ من میں یک رنج کرنہ لیاوے

نہ رہیا تاب اسے مجھو نیک خوشی تھے — رہی گم ہو خوشی کی بے ہوشی تھے

سو حیرانی سوں پھر پھر سنگ کرتی — کہ میں جگتیاں تھے یہ یا ودنہ دھرتی

کہ دیکھی جاگ میرے کارنے چکھ — جو پاؤں جاگنے میں میلتی سکھ

نہ جانوں سوتے نہنا دیکھتی ہوں — کہ جاگت روپ پیا کا دیکھتی ہوں

کبھی شد سوں میلا وا سچ مانے — آپی آپ مان مجھوک اپنا لکھانے

جو کئی دن برہ لبس تھا منج چارا — ملن امرت پایا اس کا اتارا

جو میں دکھ کے اندھیالے میں بسی تھی — نہ منہ ڈسک بات اپنی سنیڑ تھی

سو پائیں جگ دیا دن روپ اجالے — منج نینہ مجھوک دولت کی دکھالے

کریں تلتل شکرانا خدا کا — کہ دنیا سکھ گنوایا دکھ سدا کا

کدھیں اس دیکھ کر حیران گم ہوتے — کبھیں گذرے سو دکھ دن یاد کر روتے

کبھی اس کو دیکھ دکھ ناؤں بسارے — ایسے یہ حال تھا اس دیس سارے

قطب مشتری

۱۰۱۸ھ م ۱۶۰۹ء

ملا

وجہی

آراستن محل مشتری

بجد ہو کے جدو و جو دھرنے لگیا
سو اُس محل کوں نقش کرنے لگیا

جو زر ریخ جیوں چاند سنا سو سور
سفیداب تارے ہیں سُرخی سو نور

عطارد چتارے کوں نیں کچھ غم
کہ دھرتا اچھے ہات جو زا قلم

جو خوش ہو امس لیا ٹک دل منے
تو لک محل چترے وہ یک تل منے

نیٹ دھیان یک دل سوں دھرنے لگیا
بکتر چتر وہ چترنے لگیا

کہیں بن بیاباں کہیں سمد بھار
کہیں مرغ ماہی کہیں پھول جھاڑ

کہیں شیر شرزا کہیں گج ترنگ
کہیں باز بحری کہیں یک کلنگ

کہیں بت بت خانے ہور بت پرست
کہیں نار ہور پُرش یک ٹھار مست

کہیں شاعراں شعر کہتے اہیں
کہیں چشمے امرت کے بہتے اہیں

کہیں ہیں ملانے کہیں ہیں خمار
کہیں ہیں دیوانے کہیں ہیں ہشیار

کہیں تخت پر کوی سُتی مست ہو
کہیں بیٹھے دو یار ہمدست ہو

کہیں پیر شہید ہور پیغمبراں
کہیں دیو جن ہور پریاں اچھریاں

کہیں خسرو ہور شیریں یک ٹھار اچھے
کہیں لیلی ہور مجنوں دو یار اچھے

کہیں گاتی گاون خوش آواز سوں
کہیں پاتراں ناچتیاں ساز سوں

کہیں دھترے مرغ سیمرغ سہر
کہیں چاند سور تج تارے انبر

چتاریا چترو واکس ہات سوں
سنواریا محل کو کھوت دھات سوں

کیا چوک بیچ چوک اس چوک پر
نزاکت سوں سنگار نازک کر

سبھے چوک اس نقش میدان پر
کھلا چاند کا جیوں ہے اسمان پر

لکھیا شہ کی صورت وہاں آن جو آ
ہلی کاند نہ جیو سب جیو پا

اگر اسگوں باتاں میں کوی کھولتا ‏ ‏ توہر سنگ اس کا بچن بولتا
اہیں سنگ جو اس کاندر نگ رنگ میں ‏ ‏ کو تاثر مسیحا اچھے ہر سنگ میں
لو تاثیر اچھے شہ کی تاثیر تھے ‏ ‏ کہ جیوں جھاڑ بڈتا اچھے نیر تھے
لکھیا نقش سینسار کی نار کا ‏ ‏ کیا شہ کوں مدتا یک اس ٹھار کا
چتر تھے لکھے یوں شہ کے مکھ بھان تے ‏ ‏ کہ روشن زمیں جیوں اچھے آسمان تے
دیکھایا محل کوں جو مستید کر ‏ ‏ کہ ہر ایک انگلی کوں تھا سو ہنر
ہر ایک محل جیوں کیا بوستاں ‏ ‏ کہ جو شہ کال ہوے دیک سب دوستاں
محل خوب اعلیٰ یو جیوں سرگ ہوا ‏ ‏ دندی دشمناں کا سو جھل مرگ ہوا
اسی دائی کوں واں بلا بھیج کر ‏ ‏ لکھیا مشتری شاہ کوں کر خبر
تمیں کام جو کئے تھے سو سب ہوا ‏ ‏ اسے دیکھنے کا سو وقت اب ہوا
دیکھو یک نظر اس محل کوں آتال ‏ ‏ کہ میں لی مشقت کیا اس دنبال
دھرو منج اپر ٹک شفقت تمیں ‏ ‏ کرو چیز میری مشقت تمیں
ہر ایک کام ہوتا جو اولاس تے ‏ ‏ سو شاہاں کی امید ہور آس تے
اگر شہ کی اچتی نہ امید احس ‏ ‏ نہ ہوتا منجے یوں اس ہور الاس
بڑا شاہ او اچھے جو کچھ دان دے ‏ ‏ نوازے ہنرمند کوں مان دے
ہنر زیاست ہوتا اچھے دان تے ‏ ‏ نہ اس کی فہم عقل ہور گیان تے
نکو کر توں تقصیر کچھ دان کوں ‏ ‏ کہ ہوتا اچھے بل دان تے گیان کوں
سدا یوں ہنر پروری کا اچھے شہ ‏ ‏ نہ بیاں جھوٹ کچھ شاعری کا اچھے شہ
ہنر اچھے ہنرمند کوں کیا غم اچھے ‏ ‏ جو بخشیں ہنروند کوں سو کم اچھے
طلب ہے جو غالب طلب گار پر ‏ ‏ کرے ناز ہنروند خریدار پر
ہر ایک خوب جان ہور خریدار میں ‏ ‏ بچارے ہنروند کوں واں بھار میں
یو موقوف ہے سب خریدار پر ‏ ‏ ہیرا فراز کرتا سبج کار پر
ہنر خوب ہر بار ہوتا نہیں ‏ ‏ رتن پاک ہر ٹھار ہوتا نہیں
اگر مانی اچتا تو اس وقت پر ‏ ‏ تو معلوم ہوتی مری کچھ قدر

مجکہ ناز کی ہے مرے کام میں — سو مشہور ہے روم ہور شام میں
نہ کچ آمنا کس پہ دھرتا ہوں میں — غرض بات دنیا کی کہتا ہوں میں
توں درمیانے آئی تو لیو کام کر — مرے کام کا کچ سر انجام کر
ادھر سٹ نہ دے کام توں کر تمام — کہ تیرا بزرگی ہے میرا سو کام
جو سمجے سو دو بول کس نا دھرے — بخت خوب تیں تو ہنر کیا کرے
ہنر ہور بخت جب ملے ایک ٹھار — تو دولت غلام ہور خدا ہوے یار
ونے دو نو یک ٹھار آنا کدھاں — ہنروند مقصود پانا کدھاں
کہ بنلکھی کے تیں زور پر کا اہے — ہنروند کوں تقوا ہنر کا اہے
بخت نیں ہنروند کوں تو غم نہیں — ہنر خوب پر کچ بخت تے کم نہیں
ہنر خوب اس پر جو بخت ہے بلند — لو دو نوبی ہوویں تمنا ہور سگند
توں خوشحال آج ہور نکر کچھ غم — بخت خوب تی ہے ہنر خوب کم
وہی شاہ عالم میں عارف کوا ہے — ہنروند کا لاڑ جے کوئی چلاے
کہ نازک ہے یوں دل ہنروند کا — جو نیں تاب معشوق کی چھند کا
ہنر خوب ہنروند جو دھرتے اہیں — سو شاہاں اُن پہ ناز کرتے اہیں
ہنر خوب جیوں خوب محبوب ہے — ہنروند محبوب تے خوب ہے
سہاؤں اسے شاہ ور ساز سوں — جو سو ہے ہنروند کے ناز سوں
ہر اکسکوں دل فہم سوں جُفت نیں — کہ عارف لکھوانا لیو کچھ منت نیں
عطارد وہاں بیٹ بھوماں سوں — لکھیا بات اس دائی مہروان سوں
ہنر میں جو اُس دھن کوں کچھ نام ہوئے — تو جس خاطر آیا سو وو کام ہوے
عطارد دیو بات اُس تے بولیا لکھے — کہ دیکھے دل اُس نار کا ٹک بجھا

دیدن آرائش محل وانعام دادن مشتری بہ عطارد

کہی دائی جا مشتری شاہ کوں — سورج جس تے روشن ہے اس ماہ کوں
کہ شہ مستعد سب ہوا ہے محل — توں اس محل کوں دیکھنے آج چل

ترے حکم کوں شاہ جیس نئ اہے — تجھے اس محل کا ہوس لئ اہے
توں دھرتی تھی لئ دیس سوں یوچ آس — کہ کو ہوے گا یو مرا محل راس
خدا آس تیری تجھے اب دیا — کہ جیوں محل منگتی تھی توں تیوں کیا
محل دیکھ ہور مان شہ ساچ کر — مری بات تو ہور آس کا ہنر
کہ شاہاں کنے جھوٹ کہیا نہ جاے — مجکوں جھوٹ کے سو بتیا را گنواے
بلند مرتبا جھوٹ تے ہوے پست — دنیا میں نہیں سچ تے کچ خوب بست
اگر جھوٹ سچ کوئی بجنہار ہوئے — ہنر عیب جو ہے سو اظہار ہوئے
عیاں شکل ہے دیکھتا عیب کوں — ہنر ہے سمجنا ہنر عیب کوں
بچن دائی کے سن سو دھن کر منج — درست ہے لکر آپنے دل میں سبج
چلی نار اس ٹھار اس کے سنگات — تماشا محل میں دیکھی وو ہات دھات
محل دیکھ دائی کوں گل لاے کر — انند شوق ہور ذوق حظ پاے کر
جو بولی اتھی بات وو دھن سجان — عطارد کوں اس تے بی دی زیا ست دان
شہاں کا دل اس دھات اچھنا بھلا — دست اس وضا بات اچھنا بھلا
خدا جب جسے کچھ دلاتا اہے — توں شاہاں کے بی دل میں لیاتا اہے
خدا جب دلاوے تو کوی کچھ پاے — شہاں کاں تے دیں جو خدا نا دلاے
خدا پاس تے توں امید آس منگ — اگر توں منگے تو خدا پاس منگ
جو شاہاں اپر بول دھرتے اہیں — غلط ہے انو یاں بسر تے اہیں
عطارد کا حاصل مقصود کر — تمنا دان دی دل کوں خوشنود کر
جو یک ٹھار ٹک ٹھیر چنچل کھڑی — نظر شاہ کی صورت اوپر پڑی
صورت شہ کی دیکھت بھلی نار وو — پڑی بے سدھ ہو کر اسی ٹھار وو
کتک وقت لگ دھن وو بے ہوش تھی — سو شہ کی محبت کرے جوش تھی
کہ آہاں پر آہاں جو ماری اٹھنے — ستی مست ہو ہوشیاری آنے
سو وو دائی پکڑی دکھوں جھوڑنے — لگی بات الیس میں اپنے جوڑنے
کہ وا اس نھنی کوں یہاں کیا ہوا — مری چندنی کوں یہاں کیا ہوا

کہاں جاؤں کس کو کہوں کیا کروں — اتال اس کوں اس ٹھار میں کیوں دھروں
مبادا پری کا اچھے اس نظر — کہ یو ہوئی لیکائیک یوں بے خبر
منجے آج دستا نہیں کچھ کہیں — منتر کاری بھی کوئی حاضر نہیں
تو محل جے کیا ہوا یاں اسے — لیکر جاؤں یاں تے اتاکال اسے
اٹھاتی تو اٹھتی نہیں نار یو — نہ جانے کہ کیا دیکھی اس ٹھار یو
سو ویسے میں وو نار ہشیار ہوی — جو تھی بے خبر سو خبر داری ہوی
صورت شہ کی تل تل نجھانے لگی — کھڑے قد پہ بلہار جانے لگی
دیک اس نقش کوں نار حیران تھی — سو سُد بُد گنوا سب پریشان تھی
نہ ان بھاوتا تھا نہ پانی اُسے — ہوی تلخ سب زندگانی اُسے
پکڑ رہی تھی واں نار اس ٹھار کوں — کہ بھاتی وہی ٹھار اس نار کوں
وہی نقش تن تھا وہی نقش من — وہی نقش پانی وہی نقش ان
قطب جیوں قطب ٹھار پر تھیر جے — وہاں مشتری پھرتی چوپھیر جے
محبت جو پکڑیا جے یوں وات کا کر — بچاری کہاں جائے وو نھاٹ کر
اگر کس کوں بل بل جو رستم اچھے — محبت کی تل تل سو یل کم اچھے

پیارے میں ہوں راتی بکیلی کیوں جیوں مای — موتی ایک ہاری موتی سو بر جے کی جھار کھائی

غش کردن مشتری از دیدن تصویر قطب و پند دادن دائی

لگی پوچھنے دائی اس نار کوں — کہ اے مائی کیا دیکھی اس ٹھار توں
ترا دل نہیں کی انند سُکھ پر — کہ قربان گئی دائی تج مُکھ پر
محل دیکھنے آئی تھی شوق سوں — سو اب بیٹھی کی یوں توں بے ذوق سوں
چھپاتی توں اس بات کوں کی اے نار — تجھے کون ہے منج تے بھی دوستدار
تو بیگانی منج جانی اس دھات کی — نہیں بولتی کھول یو بات کی
کہ ماباپ ہور یک بڑے بھای سوں — چھپاتے نہیں بات کوئی دای سوں

جو توں نا کہسی منج کن اپنا یو حال ۔ تجے دوو ہرگز نکر سوں حلال

اگر ٹک جو توں ناز سوں چھند کرے ۔ تو پنکھیاں کوں بارے یو پابند کرے

ترے مکھ جل تل جگت لون ہے ۔ توں جس تائیں یوں ہوی سو وو کون ہے

کہ یو بات توں منج تے پر کسوں ۔ اے بھی زیاستی سوں مرے سہر کسوں

فرشتا اگر ہوئے اسمان میں ۔ تو میں لیا دیوں تیرے فرمان میں

کہی دائی کیا پوچھتی حال توں ۔ نکو پڑ مجھ سٹے میرے دُنبال توں

بجا ہے توں اس بات کوں کھولنے ۔ ولے منج طاقت نہیں بولنے

زبان من منے لٹ پٹاتی اہے ۔ نہیں بات لیکائیک آتی اہے

فہم داری کی فام سوں فام توں ۔ وکدیر وکید دینے کیا کام توں

ترے ہات تے کام آسی نہ یو ۔ جو کوئی تنگی تجے میں تو بھاسی نہ یو

کہی پیچ ہے کیا ہوے گا منج تے کام ۔ کرے گا حق اس کام کا اہتمام

جو بھو پیچ پوچھی جہروان دائی ۔ تو اس دائی کوں شہ کی صورت دکھائی

یدی اس صورت کی دیوانی ہوں میں ۔ چھپیا بھیدیاں کچھ جانی ہوں میں

یہی نقش بھووو بھلایا منجے ۔ یہی نقش نیہہ اب لایا منجے

اسی نقش کا دھیان دھرتی ہوں میں ۔ اسی نقش کے تائیں مرتی ہوں میں

اسی نقش کوں دیکھ پریشان ہوں ۔ اسی نقش کوں دیک حیران ہوں

یدی نقش اے دائی منغم کیوں کیا ۔ میں عاقل اتھی دیک بیغم کیوں کیا

منجے میری صورت پہ لی تھا گمال ۔ ولے یو تو منج تے بی ہے خوب جان

کہ جس جان کا نقش اس دھات ہے ۔ سو شہ جان آپے وو کس دھات ہے

سو شہ کی صورت ٹک بجھا دیکھی دائی ۔ سو وو دائی بھی سد اپنی گنوائی

کہی نیں ہے تیرا گنہ یچ دھن ۔ کہ ایسیچ صورت ہے یو من ہرن

لِسن اوپر توں بی نار ہے باؤلی ۔ اچھا لیا بدن ہوی ہے اوتاؤلی

توں چنچل چیتر نار اتنی سی ہے ۔ بڑی چھند بھری بھوت نتنی سی ہے

یو کیا اہے عشق جو توں کری ۔ بھلی ہے توں شاباش جو نیں ڈری

پرت بنت میں توں نوی آئی ہے
عشقبازی دھن کچھ نھںا کام نیں
کچی توں تجے بڑکچی ا ن ہے
خوشی آہ ہے دشمنی توں پچھان
غرض وند کوں یو بات کاں فام ہے
توں اس نقش سوں عشق سازی اہے
عشق کیا ہے کر کے پچھانی ہے توں
ہوس ہے نکو جا ہوس کے دُنبال
طرز عشق کا تھا سو کتی پائی وو
تلیس تل مٹکتی تھی اُس مائی کوں
تو ماباپ فرزند کوں بیچ گود دھر
وو دھن جانے ہور اُس کے من کا حبیب
(ان) تھوڑا ابھوت جانی ہے ھی جان گے
اگے عشق کیا ہے سو جانے گی توں
توں کس باپ کنوا کر ہوئی ہے نکس
توں صورت ستی جیو کیا لائی ہے
اگر معنی سوں جیو توں لائے گی
عشق صورتی کام نا آئے پچ
عشق صورتی جائے گا جان توں
سو دھن دائی کوں کئی کہ تیں تج فام
سنیجے معنی دستی ہے صورت بھتر
تزک کس کے کہنے کوں نیں آئی ہے
جو معنی عیاں تج ہے صورت منے
اول تے ہوا ہے میرا حال یوں

اجھوں نیہ کے چرکے نیں پائی ہے
نھنی ہے توں اجھوں تجے فام نیں
کہ کانداں کے نقشاں سوں جیولائی ہے
دو کھا کر جو بولے اسے دوست جان
دُکھا بولتا دوست کا کام ہے
یو نیہ نیں ہے طفلاں کی بازی اہے
گڑیاں کا مگر کھیل جانی ہے توں
بھلی وو جو ایسے رکھی یاں سنبھال
وے پند کوں کہتی تھی دائی وو
کہ واجب اہے پند دنیا دائی کوں
بھروسا بھوت کرتی ہے دائی پر
کنا تھا سو کی وو پچھیں یا نصیب
مری بات توں ساچ کر مان نگے
بڑی ہووے گی تو پچھانے گی توں
کہ آدھا اہے عشق سارا ہوس
توں صورت منے معنی کیا پائی ہے
تو صورت تھے کھل بھی توں کچ پائے گی
لگا معنی سوں جیو جو توں پائے پچ
عشق صورتی خوب نیں مان توں
ازل بیچ تھا ہونہارا یو کام
تو لبدتی ہوں اس پاک مورت اُپر
اگر ما اگر باپ اگر بھائی ہے
بیان نا کیا جائے وو کسو
پڑی کی توں نِجی میرے

جو میں منگتی دارو سو دیسی نہ کوئی — کسی کا درد بانٹ لیسی نہ کوئی
دنیا میں جتا دیکھتی ہوں جسے — الپس کا الپس کوں پڑیا ہے کسے
یو دلسوزی تیری خوش آتی نہیں — دیوانی ہوں میں پند بھاتی نہیں
دیوانی دیوانے کی پند دے نکو — رو نگاکر برے بول توں کے نکو
اچھیں جو لگی اس نہ جھنجولنا — یو دکھ پڑھے دبل تیرا بولتا
کہ غصے سوں منج پر اٹھتی ہے توں — کہ جلتے اپر تیل سٹتی ہے توں
اگر میں تجے کچ کہی اے سگھڑ — دیوانی ہوں اس کا نکو عیب کر
نکو عیب کر دل میں کچ ریب تے — دیوانا ہے خالی (؟) ہر ایک عیب تے
کیا عقل میں اپ کے لہو گھونٹنا — بھلا ہے دیوانی ہو کر چھوٹنا
دیوانا جو کوئی ہوئے زمانا پچھان — وو عاقل ہے اس کوں دیوانا نہ جان
غرض ایسی باتاں سوں کیا ہے تجے — نصیباں منے تھا سو اپڑیا منجے
نہ کوئی عشق کوں لیا نہارا اہے — کہ یو عشق اپسے آنہارا اہے
جہاں عشق ہے واں ہے حیران سب — اکل ہور فہم شد بد گیان سب
نہ جاسی پرت منج تے اب چھوٹ کر — کہ دل لے گیا ہے میرا لوٹ کر
یو فریاد تیں کس کنے جا کروں — نہ ہونا اتھا ہور ہوا کیا کروں

پرسیدن مشتری وخبر صورت محمد قلی از عطارد

عطارد کوں بھیجی بلا نا کہ وو — دونوں بیٹھے ملکر سو یک ٹھار وو
کہی توں سنواریا محل ساز سوں — لکھیا صورتاں اس میں بھو ناز سوں
صفت دور تے تیری سنتی تھی جیوں — سو نزدیک تھے آج میں دیکھی تیوں
ہنروند توں سچ پچھانی تجے — کہ مانی تھے تج زیاست ماتی تجے
کہوں کیا تیری خوبی کی باب میں — ہراؤں تج ایسے کوں کس دھات میں
سو دھن بات بھو دھات اس سات کر — کہ اس سات بھو دھات یو بات کر
کہ تج سات یک راز دھرتی ہوں میں — سو اس راز کی بات کرتی ہوں میں

سکی شہ کی صورت اُپر کی نظر — کہی اے عطارد توں سُن کان دھر
(ن) کسی شاہ اپنی یوں اس نار کوں — چمک کھینچ لیتا ہے جیوں سار کوں
(ن) نہ جانو کہ یہ نقش کیا سحر سے — کہ ہر دل میں اس نقش کا مہر ہے
دنیا میں تو کیں صورت اس دھات میں — توں جیو تے لکھیا یا کہ دیکھیا ہے کیں
میرا من مجلا یا یو من ہر صورت — لیا دل دیا جیو یو دلبر صورت
عجب راز ہے یو چ پایا نہ جائے — جو پائے تو مقصود کہیا نہ جائے
(ن) کتا ہیں رکھوں دل میں نا بول کر — کتی ہوں تیرے پاس اب کھول کر
(ن) کہ یو بھید کر توں تجے فام ہے — کہ تجسوں انگے بی منجے کام ہے
عطارد کھیا دل میں اس دھات لیا ہے — کہ سنیڑی ہے اب یو(۱) تو جانے نہ پائے
بہت سیج ستی آج یو کام ہوا — اتال انت اس کا منجے فام ہوا
جو مقصود کوں یاں لگ آیا ہوں میں — سو الحمد للہ کہ پایا ہوں میں
سنے گا اگر شاہ اس بات کوں — تو خوش ہوے گا منجیہ بھو دھات سوں
چتارا چتر گنونتا خوش لکھن — کھیا کھول سب مشتری نار کن

تعریف کردن عطارد پیش مشتری از محمد قلی قطب

براہیم قطب شاہ ہے شہ سُبحان — دکھن تخت کہ شہر اس کا مکان
شہاں نعل بندی دیتے ڈرتے سب — جنگل یکڑے ہے(۲) وو نکل گھرتے سب
ظلم زیاستی تھے مُلک پاک اس — کہ مشرق تے مغرب تلک دھاک اُس
شٹے گابنی گاب اس دھاک تے — چھپیا بھیں بھتر رستم اُس دھاک تے
جو اُس ڈر نہ اچھتا سمند دل منے — تو جگ کوں ڈبا تا دو یک تل منے
اگر ہیبت اُس کا نہ دھرتا یون — اُڑا اسٹ دیتا بھیں کوں تنکے نمن

اُسی عدل تے گال کر سب سہر یہ
محمد قلی فرزند اس راج کا
۹ تلاسیں پیشانی سوں پگ سندریاں
جلجھ نور شہ مکھ چندر میں اچھے
پریاں شاہ کے عشق کا پا اُمنگ
جو انگلی چیکل چلکھ دھرتا اچھے
لگا عشق لاک استریاں لاک دھات
ہر یک گوپنی شہ کی جیوں ماہ سے
اگر سور جیسی اچھے کوئی سُندر
ہُوا پرگٹ اس کا حُسن یاں تلک
جہاں پانو دھر شاہ چلتا اچھے
رہے جان جہاں [۳] جان شہ بجھہ بل
دو ایسا ہے شہ جان سُن اے سُندر
صورت اُس کی اس دھات اچھے خوب جب
جو شہ باغ میں ٹک تماشے کو جائیں
شہنشہ کے دیدار کے نور تھے
کھیا سب ولے ان کھیا نیں یو بات
کہ مت سہر چیرے بات یو سون کر
جو عاجز ہو دکھلائے عاشق نیاز
کہ خوباں میں عادت سو اس دھات سے
سُلکھن چتر دھن چنچل گنو نتی
کہی کیا ہے تدبیر اس کی اتال

اگن کانپتی ہور لرزتا ہے نیر
کہ لائق ہے دو تخت ہور تاج کا
دیوانیاں ہیں اُس کیاں سو حور و پریاں
نہ جن تا پری تا بشر میں اچھے
پڑیں شہ اُپر شمع پر جیوں پتنگ
تو سوراخ شہ سنگ کوں کرتا اچھے
دیوانیاں ہوں پھرتیاں ہیں اُسکے سنگات
کہ اس دور میں کشن او شاہ ہے
بلا دور ہوئے شہ کے پاواں اُپر
کہ یوسف کی خوبی کوں بسریا ہے جگ
وہاں آب زمزم اُبلتا اچھے
اچھے جھانو جیوں دولت اس پانو تل
سگی ماں بھلے گی اسے دیکھ کر
جو توں دیک اُسے بھولی تو کیا عجب
تو ان روت جھاڑاں پھلاں بار لیایں
سُکے جھاڑ ہرے ہویں بھی سیر تھے
کہ عاشق ہے تیرا سگھڑ شہ سُجات
ہوا کام بھی سہرتے ہوی تل اُپر
تو معشوق کرتا ہے تیر تج ناز
چھپی میں ہے مشہور یو بات ہے
سو شہ عشق کے رسول ہوئے بھی متی
کہ منج تو اب ریا نہیں کوچ حال

دکھایا صورت جیوں توں تصویر کر
ترا حال کیا ہے سو جانتے تمہیں
تہیں میرے غم کا سو غم خوار ہو
کسے بات یو لوگوں میں جاے کر
جو منت لگی کرنے مجبور دھات سوں
دیا آس اس نار کوں پیو کا

تو تو یو منج کہہ اس کی تدبیر کر
چھپیا راز دل کا چھپانے تمہیں
کہ میں بیٹی توں باپ کے ٹھار ہو
کہ تدبیر میری کرے آے کر
عطا رد قبولیا وو اس بات کوں
کہ مرتے کوں تقوا دیتے جیو کا

غزل گفتن مشتری از فراق محمد قلی قطب شاہ

طاقت نہیں دوری کی اب توں بیگ آمل رے پیا
تج بن منجے جیونا بہوت ہوتا ہے مشکل رے پیا
کھانا برہ کیتی ہوں پیا پانی انجھو پیتی ہوں میں
تجتے بچھڑ جیتی ہوں میں کیا سخت ہے دل رے پیا
ہر دم توں یاد آتا منجے اب عیش نیں بھاتا منجے
ہر ہا لو سنتا تا منجے تج یاد تل تل رے پیا
منج تن تعیش جانے تہیں منج ٹھار جیو لانے تہیں
منج دل مندھر میانے تہیں کیتا ہے منزل رے پیا
توں جیو میرا میں سو دل تج سات رہنا کیوں نہ تل
دن رات میں ایک تل منیں تج تے غافل رے پیا
جس یار کو میں منگتی ہوں وہ یار کہاں ہے
منہ سوں سکی چل جاتی وے ٹھار کہاں ہے

دل ہات میں تجھے چھین لے کر نھاٹ گیا ہے
وو یار دغا باز جو نٹے مار کہاں ہے
مشتاق کے بازار میں ہیں بیچتی ہوں جیو
دلال کدھر ہور خریدار کہاں ہے
عاشق تو تج ایسے سکی لاکھاں ہیں و لیکن
معشوق سو اس دور میں اس ہار کہاں ہے
دیدے مرے نایدے جو دیدار دیکھے تجھے
تج صبر دیو نہار وہ دیدار کہاں ہے

یاد کردن مشتری محمد قلی قطب شاہ

لگیا ہے میرا شہ سوں بھو تیج دل — رھیا جاے نا منج تے اب ایک تل
ملا دو منجے کوی میرے شاہ سوں — سورج سہر وقد سہر نگ ماہ کوں
نا منج باغ خوش آے نابوستاں — نہ منج خو لیش بھاتے ہیں نادوستاں

حالت مشتری در فراق محمد قلی قطب شاہ

نہ سکھ سوں منجے نیند آتی اچھے — نہ پھل سیجڑی منج بھاتی اچھے
لساے ہوے کیس یوسس تے — تپاتی اچھے رات منج دیس تے
کہاں ہے وو شہ نرملا نوجوان — کہاں ہے وو شہ گنو نتاگن ندھان
کہاں ہے وہ لالن مٹھی چال کا — کہاں ہے وو ساجن لٹنبے بال کا
کہاں وو چتر چنچلا من ہرن — کہاں وو سگھڑا چیلا ہے سجن
نہ منج دیس ہے سکھ نہ منج رات — تجا تو کہ گمتا ہے شہ کس سنگات
جکوی نار اس کن ہے اس نار تھے — منجے رشک آتی ہے اس ٹھار تے

ہوے جل کجل نین دیدار باج
رتن تھے سو تن پر انگارے ہوے
ہریک روں میرے تن پہ جیوں ناگ ھے
دو بادام تھے اُس چنچل نار کے
کہی شاہ کے تیں سو دھن یاد کر
منجے تیرے ملنے کی لئی آس ھے
میرا حال کیا ھے سوا شاہ نیک
مجھڑا منج پر ھے کے توں جنجال تھے
کیا ھے برہ زیاستی داد دے
کہ کوئی داد ویسی نہ تج باج منج
رہی ہوں بھوت درتے تج آس کر
منج ایسیاں تجے لاک باندیاں اہیں
پریاں ہور حوراں رہے[1] تج سنگات
ہوا کیا جو سیلیاں ہیں دو چھب ستی
محبت میں جو زیاست سو زیاست ھے
بڑا سا برہ منج ستاتا اھے
خدا اس برہ کا کرے گھر خراب
جو سینٹرے برہ میرے داواں تلیں
اگر وصل ٹک آ کے سنبالتا
بڑا لے کٹرا اس میں خوبائی نیں
گرب کی نہیں گل پڑیا مائی کا
کہ ما اس کی نا جنتی باٹ کی (۹)

یکبکی کدھاں لگ رہوں یار باج
کہ مکھ چاند انجھو سو تارے ہوے
سنا تھا اول سوا تال آگ سے ھے
لگے دانے جھرنے سو انار کے
دُکھیا جیو میرے کوں ٹک شاد کر
کہ تن منج کئے جیو تج پاس ھے
توں اس جیو میرے کوں ٹک پوچ دیک
توں غافل نکو اچ میرے حال تھے
پریشاں ھے جیو دل شاد دے
عجب کام آ کر پڑیا آج منج
منجے گن توں اے شہ ایس داس کر
کہ تج[1] سات ملکرو و نا ندیاں ہیں
تیری نا ند نک شہ اھے دھات دھات
محبت میں میں زیاست ہوں سب ستی
کہی بات میں راست ہور راست ھے
سو تیتی کوں پھر پھر تپاتا اھے
کہ ناحق منجے آج دیتا عذاب
رگڑ کر سٹوں[1] ڈے دے پاواں تلیں
تو برہا منجے کیا سبب جالتا
منجے مارنے عار اسے آئی تیں
نفا کیا ھے جگ میں برہ آئی کا
دکھوں چھاتی یو میری سب پھاٹ کی

میرے پاس میرا قطب شاہ نیں / میرے حال تے کوئی آگاہ نیں
کدھر دیکھوں شہ میں کدھر دیکھوں تج / نہیں منج توں دِستا جدھر دیکھوں تج
نہ وعدے کی منج آس نا درس کہے / ہریک دیس تج باج سو برس کے

رباعی خواندن مشتری

تج یاد بنا ہور منجے کام نہیں / نس جاگتے جاتی ہے دن آرام نہیں
میں تو تجے منگتی اد کہ جیو ولے / توں کیوں منجے منگتا تسو کچ کام نہیں

نامہ نوشتن عطارد بہ قطب شاہ

عطارد دبیر ہو کے تقریر سوں / لکھیا نامہ مضمون گنبھیر سوں
سو بھیجیا اُنے کاغذ اس شاہ پاس / کہ برآئی ہے تجہ اُمید و آس
اگر دھن اُپر ہے تیرا شاہ جی / تو واں کھان کھا ہور یاں پانی پی
کہ جیو ناج تج باج مشکل اسے / گذرتا ہے یک یک ہو کے ہر تل اسے
نکو بار لا بیگ توں بیگ آ / کہ وو نار ہوئی ہے تیری مبتلا
ترے تائیں ہوی ہے یو بدنام یاں / کہ تج کرتے کچھ ہو گیا کام یاں
ذکر لائی ہے دل میں تج دھیان دھر / قطب شاہ قطب شاہ قطب شاہ کر
ترے وصل کا میں جو دیتا نہ آس / تو یک تل میں مرتی سو دھن بے اساس
میرے پاس احوال سب کئی اہے / اسی آس سوں چوب کر رہی اہے
یو دلسوز نامے کوں لکھتے برال / صفے پر نکل پڑتے تھے اچھرال
نہ لک سک قلم دُک تے گھٹتا اتھا / رُخے پر قلم کالی سٹتا اتھا
بھنیں عشق بھیدیا ہے اس ماہ میں / کہ سو سو خسرو اہے اک آہ میں
نپٹ ملا تجھ سوں لیدی اہے نار وو / تیرا دیکھنے منگتی دیدار دو
نہیں ایک تل تج بن آرام اُسے / نہیں کام تج یاد بن کام اُسے
تُہا توں سو دھن کوں تو منگتا ہے زیاست / ولے وو تجے منگتی تج تے بی زیاست

نہ ہوے کام اس کام پر ہوئے بن
کہ ما دو دیتی نہیں رو سے بن

توں اب ... بمقصود ہوے پول نے
برگ پھل سٹے باد کے توں سنتے

برگ بار ہے ہور جہاں باد میں
ثمرت پھل لینے کا واں داد نیں

جو پھل لینے منگتا ہے ہنگام پر
تو بیگی نکو کر ہر یک کام پر

ملے گی تجے وہ چنچل سندری
نظر آ کر اب شہ میری چاکری

دیوانی تیری مشتری نار ہے
سو شاباش کہنے کی منج ٹھار ہے

کیا کام یو میں یہاں میں سنجر
میرے بخت اے شاہ تیری نظر

تجے بات یو شہ کھیا جاے نا
ولے باج کئے بھی رہیا جاے نا

کہے تو نہ ہوتا سو ہوے کام سب
کہے تو چھپیا بھید ہوے کام سب

بشارت یافتن شاہ و رخصت شدن از مہتاب

پڑیا شاہ ناماہو خوش چاو سوں
انکھیاں پر رکھیا لیکے بھو بھاو سوں

کھیا کام یکایک یوں کیوں ہوا
جو اوّل تھا وہ سو اب یوں ہوا

ہریک مشکل آسان کرتا ہے وو
کہ قادر ہے قدرت جو دھرتا ہے وو

کیا شکر سجدے کون کرتار کا
کہ توں دل ملایا ہے اس نار کا

جو لیدی ہے وو ناریوں منج اُپر
سو میں کیا سکوں گا ترا شکر کر

جو ثابت قدم عاشق ہے نار کا
خوشی ہوے غم اس کوں سینا ر کا

کہ جانباز عاشق جکوئی پاک ہے
مراد اس کے پاواں تلیں خاک ہے

بخت بختور آج غالب ہوا
کہ مطلوب جو تھا سو طالب ہوا

کھیا شاہ اُس نار مہتاب کوں
کہ جانے کوں دے اب رضا منج کوں

رہیا تجسوں لی دلیں یک ٹھار ہل
سو جیو یار سیتی اچھے یار ہل

جو اس نار کے تائیں آتا نہ میں
تجے چھوڑ کر یاں تے جاتا نہ میں

تیرا پیار منج پر اہے اے پری
کہ منج سوں توں لئی آدمیت کری

عجب تجتے دیکھیا ہوں خوبائی میں
نہ ہو سکوں تیرا سو اُترای میں

عطارد بلایا منجے بیگ اتال
کہ بینت دیکھتی تجسو دھن ہست چال

بشارت لو آج پایا ہوں میں
اِسی کام کوں یاں لگ آیا ہوں میں

رضا دے لتا خوشنود ہو کر منجے
کہ توں ھے پڑی ھے ترا ڈر منجے

دکھن تے جو میں ٹھارا نپڑیا ہوں میں
ترے ہات میں آکے سنپڑیا ہوں میں

کہی شہ نکو بول یو بات توں
بیچجا نیا ھے آخر منج اس دہات توں

نتی بے ادب کر نکو جان منج
کہ میں داس تیری ہوں توں مان منج

مری بات پچ جان شہ توں پتیائے لے
کہ خوباں تے ہرگز برائی نہ آئے

ہنیں خوب اُس جو برائی کرے
گوا لکھو دے پر کانچ اپے ڈپ ہرے

بھلے ہور برے میں فرق ھے شہا
برا خوب ہور خوب نا ہوئے برا

جو کم ذات اُس تے وفا نیں ہوتا
اصیلاں تے ہرگز خطا نیں ہوتا

برائی کہ یا خوبی یو دو پچ سے ھے
اصیل ہور کم ذات میں یو پچ ھے

منا کرنے نیں تجکوں سکتی ہوں میں
جو رھیگا تو منت سوں رکتی ہوں میں

اپی ہو تجے کیوں کہوں میں کہ جا
اگر جاے گا شہ تو تیرا رضا

کہے شہ کہ جاتا منجے ھے ضرور
جو نا جا سوں تو کام پڑتا ھے دور

منجے ایک تل اُس بن آرام نیں
رھنے کا یہاں اب میرا کام نیں

سلکھن سکی پچنچلی ماہتاب
سودی شاہ کوں یوں پھراکر جواب

سنگات آتی انپڑاتی شہ توج گھر
جو اچھتا نہ ماباپ کا منجکوں ڈر

تری باندی ہوں میں منجے نا بسار
توں جاتا ھے دے کچ منجے یادگار

کھیا شہ کہ میں لی گمیا توج سنگ
تو کیا منگتی ھے سو میرے پاس منگ

کہی خوش ہو ہنس کر وو ہنس مک پری
ترے ہات کی شاہ انگشتری

انگوٹھی نشاں اُس دئے شاہ نے
رکھی جیو کہہ اُس کوں اُس ماہ نے

جو شہ گی کہ دے توں بی کچ منج نشاں
کہ تج یاد کرتا اچھوں اسے سنجال

جتا خوش اتھا آشنائی ستے میں
وتا ناخوش ہوں اس جدائی تے میں

کہاں تے کر یو آشنائی ہوئی
کر اس دھات آخر جدائی ہوئی

رکھیا نیں ہے کس یک جنس آسمال — کہ اوّل بہار ہور آخر خزاں

مثل جگ میں مشہور یو جم اہے — کہ ہر یک خوشی کے پچھیں غم اہے

بچھڑا اچھے جاں اچھے مل دو یار — کہ مستی جہاں ہے وہاں ہے خمار

یکسکا یکسکوں جو لاگیا پران — تو اچھنا یکس کا یکس کن نشان

یکس کی نشانی کوں یک دیک کر — کرے یاد یکسکوں یک اے سندر

نشانی کی تو کوچ حاجت نہیں — ولے رسم ظاہر نہیں یوں کہیں

یہ لبسرے کدھیں یار کے تیں دو یار — محبت اچھے تب کنے یادگار

پیرت کا روش تو اہے اس وضا
تو دیتی ہے یا نیں دیتی کیا رضا

سیف الملوک و بدیع الجمال

۱۰۳۵ھ م ۱۶۲۵ء

ناظم

غواصی

حکایت تولد شدن سیف الملوک

الٰہی جو صاحب ہے سنسار کا ‏/ جو دیتا ہے منگیا منگہار کا

جو بیٹا دیا شاہ کوں بے بدل ‏/ چندر سور تے خوب نرمل نچھل

سو عاصم تول شاہ پایا اُمس ‏/ بہر حال فرزند ہوا کر اُپس

خزینے دفینے جو کھولن لگیا ‏/ رتن ہیر کے راس کھولن لگیا

گنایا تُرت جگ منے کاج یوں ‏/ گنانا سکے جگ میں کوئی راج یوں

دُعا سوں اُچھا ہات بہوت صدق سات ‏/ منگیا اپنے فرزند کوں بجد حیات

خوشیاں سات امرت گھڑی فال دیک ‏/ سو سیف الملوک کر رکھیا ناؤں نیک

جو تھا صالح اُس شاہ کیرا وزیر ‏/ خدا اُس کے حق پر ہوا دستگیر

اُسی رات اُسے ایک بیٹا دیا ‏/ دلوا اُس کے گھر کا سو روشن کیا

مبارک گھڑی میں دیکھت فال او ‏/ سو ساعد کر اس کا رکھیا ناؤں سو

جو اس حال نجھے شہ کوں انپڑے خبر ‏/ ہوگیا سرتھے بھی خرّمی پا سُبکر

بلا بھیجیا بیگ صالح کے تئیں ‏/ کہیا یوں کہ اس دہات منگتا ہوں میں

جو یو دونوں بالک مل یک ٹھار اچھیں ‏/ بدہیں ایک دل ہو کہ ہویار اچھیں

منگا بھیج ساعد کوں ویں شہریار ‏/ دو دائیاں رکھیا دونوں کو ایک ٹھار

خوشیاں سوں نجومیاں کو بھیجا بلا ‏/ دیکھیا شاہ زادے کے طالع کھلا

سو طالع میں اس کے یوں آیا نکل ‏/ کہ چودہ برس میں یکا یک اول

بُرا غم اُسے ہو کہ دیکھلائے گا ‏/ گذرئے جفا اُس اُپر جائے گا

تماشا دیکھے گا بہوت دہات دہات ‏/ ہلاک ہوئیگا خلق اُس کے سنگات

ولے شادمانی ہے آخر اُسے ‏/ بڑی کامرانی ہے آخر اُسے

سن اس بات کوں شہ پُر امان کر ‏/ توکل کیا اپنے رحمان پر

بہر حال دو لوں کو پالن لگیا
سو تل تل کوں اسپند جالن لگیا
برس سات کے جیوں یو دو لو ہوئے
معلّم کوں یک خوب پید ا کئے
لیجا کر جو بسلائے مکتب منے
لگے پڑنے دن رات دونوں جنے
کئے علم تحصیل اس دہات سوں
جو دم مار کوئی نا سکے بات سوں
ہوئے خوشنویسی کے یوں دہات میں
جو ساتوں قلم آئے تجھے ہات میں
تیر انداز ایسے ہو نکلے وو دوئے
برابر اُنن کے نہتا جگ میں کوئی
قوی دست یوں کس میں کامل ہوئے
جو رستم نے یکدہات فاضل ہوئے
ہوئے مستعد زور سادہن منے
رسیدے ہوئے ہر ہنر فن منے
ولے شاہزادہ سو مقبول تھا
مگر جیو کے ڈال کا پھول تھا
اگر ہوئیں پیدا سو رج لاک لاک
تو آنا سکے اس کے سم کوئی ٹاک
کدہیں بہار سواری جو جاتا اچھے
دیکھن شہر کا خلق آتا اچھے
جو کوئی اسکوں دیکھے سو عاشق ہوئے
گنواہوش بیہوش مطلق ہوئے
طلبگار ہو یک دن آنند سوں
طلب جو کیا شاہ فرزند کوں

داستان طلب نمودن پادشاہ و عطا کردن خلعت و عاشق شدن سیف الملوک

سو یک دیس سیف الملوک جگ اُجال
شہنشہ کے جیو کے چمن کا نہال
محبت سوں ہو ایک تن ایک دل
گئے بخت ور جاں ساعد سوں مل
چلیا شہ کوں تسلیم کرنے بدل
ادب سات سر بھوئیں دہرنے بدل
دیکھیا شاہ دونوں کے تئیں جو تجھا
سو نے ہور روپے کے دو کرسیاں منگا
کیا امر بیسو کلکر دوئی کوں
لگیا دیکھنے بھر نظر دوئی کوں

ہوا ہیں خوشحال اس دہات سوں | کہیا جائے نا او کسی بات سوں
اپلنے لگیا پیار کا دل میں شوق | منگایا خزینے میں تے یک صندوق
سو چوندہر جڑت یوں جڑے تھے اُسے | جو طاقت نہ تھا اُس بجھانے کسے
وو صندوق کھول ایک انگشتری | جھلکتا نگینا سو جیوں مشتری
نِجھل زر زری خوب زربفت ایک | یو دو بست کوں کاڑ اپے شاہ دیکھ
سو سیف الملوک کے دیا ہات میں | ہو خوشحال بہوتیچ اسی سات میں
منگیا اُتم ذات تیری انوپ | یوں ساز جلدی میں آپروپ روپ
کیا پیش کش ہور نوازیا بہوت | بلا کر کہیا اے میرے منگے پوت
یو تیری اُتم ہور یو انگشتری | یو زربفت نرمل نِجھل زر زری
میرے تئیں دیے تھے سلیمان بھیج | پریاں ہور دیوان کے سلطان بھیج
عجب کچھ خزینے میں میرے ہیں یو | دیا ہوں تجھے میں کہ تیرے ہیں یو
کہ مجھ تج بغیر کوئی فرزند نیں | عزیز ارجمند ہور دلبند نیں
بوستاں تجھے آرزانی اچھو | تیری عمر کوں جاودانی اچھو
خوشی اس دہات فرزند کوں سمجھائیا | دے تشریف دولوں کوں بھوڑ ائیا

مائل شدن سیف الملوک بر تصویر بدیع الجمال

عجب رات نرمل تھی اس دن کی رات | جھلکتے تھے نوراں میں لک لک دہات
نکل آئیکر چاند تاریاں سیتے | جھلکتا اتھا جگمگاریاں سیتے
نِجھل چیندنا سب میں پڑیا اتھا | سو جیوں دودھ کیرا وو دریا اتھا
سنے بن پون مک مکانی اتھے | چمن در چمن لک لکاتی اتھے
خوشی ایسی نِجھل چیندنی دیکھ رات | لے ساعد کوں سیف الملوک آپ سنگات
صراحی و پیالے کی مجلس بھر آپ | لگے ذوق سوں پینے بھر بھر شراب

تجلی کا بہارے سو گانے لگے ‎ بچھانے کے باجے بجانے لگے
مجالس جمے راگ ہور رنگ سوں ‎ ہوئے مست پیالے گیرے ننگ سوں
آدہی رات گتے ہوئی ایسے دبات ‎ رہے ماندے سے ہو نیند گیرے نکات
ہوئے لوگ یکدہر تھے سب ٹھار ٹھار ‎ یکٹ شاہزادہ سو تھا ہوشیار
یکایک سو دل کو لگیا جیوں تلاش ‎ سو ہمیل زربفت کا دو قماش
دیکھیا کھول کر سر بسر جیوں اُنے ‎ سو تصویر پایا عجب اس منے
وہ تصویر دیکھ ویں دوانا ہوا ‎ وہی عشق کا اسکوں بھانا ہوا
پس میں لگیا رونے زار زار ‎ سو پڑنے لگیا بے خبر ٹھار ٹھار
وہ صورت نظر میں رہی چوب کر ‎ سو جاگا کیا دل منے خوب کر
دیا سنگ ساریاں کیرا چھوڑ کر ‎ لیا کھینچ دم سب تھے مکھ موڑ کر
اندر ہارے بھری کوٹھری میں یکٹ ‎ سو جا پر رہیا بے خبر ہو نپٹ

دیوانہ شدن سیف الملوک

جو ساعد ہوا نیند سیں ہوشیار ‎ لگیا دیکھنے تائیں انکھیاں پسار
نظر نیں پڑا شاہزادہ کہیں ‎ لگیا ڈھونڈنے حیران ہو ہر کہیں
سو پایا اندھارے منے ایک ٹھار ‎ پڑیا تھا اکیلا دکھوں بیقرار
انجھو انکھیاں میں تھے ڈھلتے اتھے ‎ ندیاں ہو کے دو دہرتی چلنے لتھے
نہ ذرہ خبر کچ اُسے ذات کی ‎ نہ طاقت زباں کو سے کچ بات کی
جتا ساعد اسکوں اُچانے کوں جائے ‎ جتا پاؤں پڑ کر منانے کوں جائے
وتا انبسیں دکھلائے بیہوش کر ‎ ندے جاب چپ رہے فراموش کر
اٹھیا ساعد اُس دیکھ کر تلملا ‎ لیا ہتیاں سوں کمر بہیسلا

جو درحال شہ کوں خبر جا دیا
یکا ایک شہ کا سینا تڑخیا

جو دیکھن کوں بیٹے کے آیا نزیک
سو بیتاب سچ پیچ پایا ادیک

کہیا یو نجومیاں کیرا قول ہے
وہی رنج ہے ہور وہی ہول ہے

جو کچھ شاہ کیرا جو ایمان تھا
سو سیف الملوک جان سو جان تھا

ملک مال پر شہ کوں دل نا اچھے
دیکھے باج بیٹے کوں تل نا اچھے

جو مجلس بھرانے کے تیئں بھار جائے
تو فرزند کوں دل منے یاد لیائے

کدہیں ٹک جو دلگیر پاوے اسے
نکل دہڑ میں تے جیو جاوے اسے

صبا او تخت بلا دور دے بے شمار
ہتی ہور گھوڑے ہزاراں ہزار

سنا ہور روپا باندکھنڈیاں بٹاے
جواہر کے راساں لیکر آ لٹائے

دیکھیا یوں جو بیتاب یکبارگی
کمر بیس گئی ہور لگی تک بگی

سوا اس وقت نرگس کو نا کر خبر
مبادا انظر کچ لگی ہوئے کر

دعایاں کو دھو دھو پلانے لگیا
لکھیا تعویذاں لیا باندھانے لگیا

علاج کردن سیف الملوک

جتے تھے حکیماں اپن شہر کے
حلب چین ہور ماورالنہر کے

شتابی سوں فرمان صادر کیا
ویتاں کوں بلا بھیج حاضر کیا

کتے وضع سوں سب کے دل ہات لے
کہیا مہربانی سیتی لا گلے

جو فرزند میرا ہے سیف الملوک
فدا اس پہ تھے مال ہور یو ملک

مجے اس بغیر کوئی فرزند نیں
عزیز ارجمند ہور دلبند نیں

ہوا ہے یکایک جو بیتاب یو
کہ دیتا نہیں ہے کسے جاب یو

کریگا دوا جو کوئی درد فام
دلو ونگا اسے بادشاہی تمام

سن اس بات کوں شاہ گنبھیر تے
اٹھے سب حکیماں سو یکدہیر تے

کہے شہ کوں سب درد ہمن فام ہے — کرینگے دوا لو کیتا کام ہے

حکیماں دیکھن ناڑی جیوں آئے ہیں — درد ظاہر اچھ کچھ نہیں پائے ہیں

ہوئے یک طرف تے پشیمان سب — رہے درد نا فام حیران سب

جو اُس درد کا جنس کچھ ہووتا — تو دارو و درمن کوں رُخ ہووتا

سچیں ہر درد کوں ہے ہر کیں دوا — ولے عشق کے درد کوں نیں دوا

اچھے جس کے تیں عشق کا درد جو — بچارے حکیماں کریں کیا کہو

مسلم شہنشہ ہوا لاعلاج — نہ تھا کام اُسے کچھ بیٹھے روئے باج

ہوا گھابرا اشادمانی سٹیا — نپٹ نیند دانا و پانی سٹیا

رفتن ساعد پیش سیف الملوک

سو یک دیس آئے وزیراں سکل — کہے شاہ کوں یوں کہ اے شہ نول

نکچ اُس بات تدبیر کرنا بھلا — نکچ اُس فکر میں پاؤں دھرنا بھلا

ہونا اسیتے وضع سوں گھابرا — کہ رہنا تج اُس دہات سوں ہے بُرا

سراندیل ترا سب پشیمان ہے — دکھی ہو مسلم پریشان ہے

اپن درد تجھے ہوا آپے دردناک — نزیک ہے جو سیف الملوک ہو ہلاک

بھلا ہے جو ساعد ٹک اُس کے نزیک — اچھے اُس کے دوکھ درد میں ہو شریک

وہی اُس کے دل کا سوا نت پائیگا — وہی اُس کوں مارگ منے لائیگا

شہنشاہ کوں خوش لگیا یو بچار — دیا بھیج ساعد کوں بیٹھے کے ٹھار

گیا شاہزادے کے جیوں او نزیک — لگیا رونے زار اُستے اد یک

کہیا یوں کہ اے لال صاحب جمال — نہ سورج چندر میں ہے تیرا مثال

ترا نور ہر ٹھار معمور اچھو — ترا دل خوشیاں سات ہم پورا اچھو

سہے تج نیں کوں نور تج نور تھے — سدا سور مجکوں تیرے سور نے
ادھر کھول مج سات کچ بول توں — ترے دل میں کیا ہے سو کہہ کھول توں
کہ تیرا سدا میں وفادار ہوں — ہر ایک ٹھار تیرا میں غمخوار ہوں
یکایک یو آیا ہے کیا فکر تج — لگیا ہے کسوں دھیان ہور ذکر تج
نظر کس سورج پر پڑی جگ گیرے — جو یوں نت اُبلتے ہیں جل کے جھسے
ترا چاند کن ہے توں کس کا چکور — جو بلبل کوں ہوتا ہے توں طور طور
کہے باج توں کچ سبے فام نیں — سُننے لگ میرے دل کوں آرام نیں
مجے کھول کر توں کہے تو بھلا — وگرنیں تو میں کاٹ لیونگا گلا
کمر میں تے ویں اپنے خنجر کوں کاڑ — گیا آپنا پیٹ لینے کوں پھاڑ
دیک اے حال درحال سیف الملوک — پکڑ ہات ساعد کیرا دیکہ موکا
برہ آگ سوں جل بلا آہ مار — انگارے نیں میں تے ڈالیا ہزار
پچھانیا کہ ساعد وفادار ہے — اپن دوکھ ہور درد کا یار ہے
وو زربفت کا پارچہ لائیا — جو تھی صورت اُس میں سو دکھلائیا
کہا میں اسی کا دیوانا ہوں بہوت — اگرچہ اپن ٹھار دانا ہوں بہوت
یہی روپ لیدائیا ہے مجے — یہی حُسن بے سُدہ کیا ہے مجے
کہیں روپ دنیا میں اس سار کا — نہ دیکھیا ہے کوئی خلق سنسار کا
کہ لگتی ہے نئی دل کو حیرانگی — نجانوں چھوٹے کیوں یو دیوانگی
سنیا راز ساعد اپن یار تے — رضا لیکر آیا جو اس ٹھار سے
شہنشہ کوں تسلیم آکر کیا — سوا و صورت حال سب بولیا

پارچہ زربفت اور دل پریاں

عجائب لگیا شہ کوں اس بھید پر — کہیا کھول کو سب کوں یوں سر بسر

دو زربفت جو میں دیا تھا اُسے — جو خوش ہو عنایت کیا تھا اُسے
میں یک دیس بیٹھا اتھا تخت پر — سو دیکھیا یکایک اُسی وقت پر
جو بارا اٹھا اک بڑے زور کا — دہلارا اٹھا سخت شہر شور کا
چھپیا تھا گگن اس دہلارے تلیں — (۳۰ ف) پریشان تھا خلق بارے تلیں
سو دیسے ہیں واں تے نکل بہار کوں — کیتنک شہ پریاں علیں جھلکار سوں
میرے تخت کے آنگے آیاں تمام — کیاں مجکوں دیک یکطرف تجھے سلام
کہیاں منجکوں اے صاحب تخت و تاج — ہمنکوں سلیمان بھیجا ہے آج
دو زربفت کا پارچہ لائیاں — میرے آنگے رکھہ کھول دکھلائیاں
جو تھا اُس منے صورت بے نظیر — تجھو لیا دیکھ صورت وو میرا ضمیر
لیا ہیں اُسی وقت پریاں تے آنٹ — کہ صورت کسی کا ہے پایا ہیں نپٹ
کہیاں کھول یوں منج اوپر کر کرم — لو لیایاں ہیں از گلستانِ ارم
کہ ہے شہ پری یک بدیع الجمال — سو لو پاک صورت ہے اُس کا مثال
او شہباں بن شاہ رخ راج کی — سو بیٹی ہے ات شرم ہور لاج کی
پرے ہور پریاں جہاں لگ تمام — کریں آ کے شہباں کوں سب سلام
وو زربفت بے شُل نا ہووے کر — یک انگشتری ایک ترنگ تس اوپر
لیکر آئیکر پیش کش منج کمیاں — یکایک سب غیب ہو کر گیاں
نہ جانیا ہیں اس دہات ہوئیگا کلکر — کہ اصلا نہ تھا کچ منجے بو خبر
سلیمان تونیں ہے جیتا اتال — کہ دستا ہے مج سربسر کام گھال
یہاں کون ایسا ہے جان ہور پچھان — ہو دیوے گلستاں ارم کا نشان
لگیا فکر آ شہ کوں اس دہات کا — معما دسیا مشکل اس بات کا
اندیشے منے پڑ ہو دلگیر ادیک — ہلگوں شاہزادے کے آیا نزیک

کہیا اے میرے من کے نوری نہال — اوجالا دو جگ کا سو تیرا اجال
توں جس روپ کیرا دیوانہ اہے — اوڈھنڈنے سو عالم میں پانا اہے
اُو تالا نکو ہو کہ رنج زیان ہے — اوناﻻ کران ہار نادان ہے
تجے اس وقت پر صبوری بھلی — تو عاقل ہے تج عقل پوری بھلی
بھانت سیتی خوب پہچان توں — نہ کر یوں اپیں کو پریشان توں
کیتک دیس خاطر کوں ٹک جمع راک — درد دو کہہ تجے کر لے سینے کو پاک
جو لیووں پرے ہیں کلا ہات پاؤں — خبر تیرے مقصود کی ٹھاؤں ٹھاؤں
جو اس دہات سوں منگ مہلت لیا — سو لوگاں کوں ملک ملک بھیجیا
پتیا باپ کی بات سیف الملوک — رہیا دم پکڑ چھوڑ دے درد و دوک
لگیا پھرنے خوشحال ساعد سنگات — پکڑ کر رہیا وو اسے دن و رات

فرستادن رسولاں شہر در تفحص گلستانِ ارم

گھر سنج اس بے بدل گنج کا — کہے کھول یوں قصہ اس رنج کا
جو گئے تھے رسولاں تمام ایک بار — لگے ڈھنڈنے عالم منے ٹھار ٹھار
سو ڈھنڈنے لگے کراو نالا تمام — سیٹے جا کے عالم پہ جالا تمام
خراسان روم ہور شام ہور ختن — حبش ہور گجرات دلی دکھن
عراق ہور شیراز رے ہور خجند — بخارا بلخ یزد ہور سمرقند
سمنجان کاشان سنجان سب — حلب چین توران ایران سب
مجاہ آگرہ ہور سکل پرتگال — سو مشرق و مغرب جنوب ہور شمال

لنکا پڑ لنکا ہور بنگالا و گوڑ — بچارے جدہر کے ادہر دوڑ دوڑ
گئے یک طرف تھے جگت تل اوپر — پنائے گلستاں ارم کا خبر
برس ایک لگ سب پریشان ہو — پھر آئے مصر کوں پشیمان ہو
سنیا جیوں یو احوال سیف الملوک — لگیا غم پہ غم کرنے ہور دوکھ پہ دوک
اندہارے بھرے گھر منے جائے کر — پڑیا دہرتری پر سو اڑ ڑائے کر
پینیا غم سیتی کوٹ لینے لگیا — کراوس نار کوں یاد رونے لگا
صبوری کے پیرہن کوں ٹکڑے کیا — سو بیہوشی کے ہات آپس دیا
لگیا عشق دن رات کاڑہا اُسے — اڑایا نپٹ ہو کے آرا اُسے
سنگاتی کون اپنے پکارن لگیا — نہ سہہ سکیا برہ آہ مارن لگیا
کرے یاد تل تل روے زار زار — پڑے بے خبر ہو ٹکیر ٹھار ٹھار
خبر پائے کر ٹک جو ہشیار ہوے — نزیک آپنے تو نہیں دیکھ کوئی
وہ صورت رکھے آپ نے نین تل — اُس اوپر جاوے او کہہ تل تل
کہے یوں کہ مج من کی دلدار توں — میرے من میں لیں دن بسنہار توں
تو کس سمد کی ڈہال موتی ہے کی — توں کس کہان کی لال جوتی ہے کی
کس اسمان کی ہے چند ربھان توں — کس اقلیم کی پری ہے سلطان توں
ہے پھل ڈال توں کس گلستان کی — جھمکتی شمع کس شبستان کی
جو اس دہات توں مج کوں لہدائی ہے — میرے من کوں چت آپنائی ہے
نہ جانوں تجے کس گھڑی پاؤں میں — سو کیوں ڈہنڈ کاڑوں تیرا ٹھاؤں میں
و نہ کچ عشق کا منج خبر تھا اوّل — نہ کچھ برہ کا منج کون ڈر تھا اوّل
نہیں مج پرت لاگتے یوں ندھال — رہوں کیوں صبوری سو تج بن اتال
دنے دن اسی دہات بنہا اچھے — دیکھیں اس پیاری کو جینا اچھے
توں شاہ عاصم لگیا تلملن — دکھی پوت کوں دیکھ پھر پھر جلن

رہیا سو کھ دُبلا تُنک تار ہو نپٹ زندگانی سیں بیزار ہو
اَپس میں اَپیں بھر ٹھنڈی تیر داماس کہیا آ سُبکر اپنے فرزند پاس
کہ اے بے بدل نور دیدے مرے عجب کچ دیکھیا ہوں میں طالع ترے
جو کچھ فکر تج حق پہ کرنا اتھا بجا ہو گئے ہیں کر دیکھائیا ویتا
جگت کوں تل اوپر کرایا تمام سو ملک ملک اس ڈھنڈایا تمام
ہوا نیں کچ اس حد لگ اظہار جھوں کسی سے پڑیا نیں یو کِت بہار جھوں
لگیا ہے پری سات تیرا جیا نہ سمجھے کسی دہات تیرا جیا
پری کوں کِنے جا کے لیا نا سکے کہاں ہے سو کِن کھوج پا نا سکے
مجے کوں چ سو تدبیر دستا نہیں سو کیوں ہے کی تقدیر دستا نہیں
کریگا اگر مال و دھن اختیار تو دیوں گا تجے بے حد و بے شمار
اگر پادشاہاں کے بیٹیاں ہیں کتیں دل اچھتا تو دیتا ملا تج کوں میں

جواب دادن سیف الملوک پدر را

سنیا سر تھے سیف الملوک جیوں یو بات ہو تعبیر اَپس میں آپے دہات دہات
کہیا اے شہنشہ اگر لاکھ حور اُتر آئیں جنت تے میرے حضور
تو ذرّہ نہ ہو کس پہ میرا خیال مجے ہو تو ہونا بدیع الجمال
کیا سعی توں کئی میرے کام میں لیا رنج سر خاص ہور عام میں
نہ کیتا میرے حق پہ تقصیر توں کیا کرنے کے دہات تدبیر توں
ہوا دو کھہ تجے رنج کدن تے زیاد ولے نیں ہوا تج تے میرا مراد
میرے دل میں آتا ہے اب یو خیال جو لیوں دل رضا تج کنے تے اِیتال
پھروں جا کے عالم کے چو پھیر میں آپے ہو کروں اپنی تدبیر میں

سو کیسا ہے دیکھوں دریا کا سفر
جو لیئوں گلستان ارم کا خبر

لکھیا ہوئے تو ہر سند پاؤں گا
میرے آنوں تھے میں وراس آؤں گا

بھلا ہے جو لانا منجے بیگی باٹ
کہ بھوتیچ پکڑیا ہے منج دل اُچاٹ

لگے بره اُس کا سو جیوں کھرگ منج
پوچھیا انکھیاں تل ولیسے مرگ منج

اپن من میں پیدا کر ایسا خیال
پڑیا باپ کیرا اسلم دُنبال

جو تھا شاہ اول تے رنجور پُور
ہوا سر تے بھی دو کھ تلے چُور چُور

کتے وضع سوں تلملانے لگیا
غطے غم کے دریا میں کھانے لگیا

کہیا یوں کہ فرزند منجے ہے سو ایک
کیوں اُس ایک کوں دیوں رضا دیک یک

سنت ہے جو بن تخت بن تاج اچھوں
وہے تاب نیں میں جو اس باج اچھوں

کتے قرن پیچھے منجے ذوالجلال
دیا کر دیا ہے یو نوری نہال

نیں تل تے کیوں میں بھگاؤں اسے
ستم کیوں غریبی میں بہاؤں اسے

میرا دین یو ہور ایمان ہے
میرا جیو اس پر تے قربان ہے

کتیک بار کوں پھر اندیشے سنگات
کہ کہنے لگیا کیوں رکھوں قید سات

مبادا دو کھوں تے سینا پھوڑ لے
مبادا یو جیو نے تے دل توڑ لے

دوجا ہور نین ہے جو گوں کچ اسے
کیا ہے نپٹ عشق یوں کچ اسے

بھلا جو خدا پر توکل کر دوں
اسے باٹ لانے کبر ایل کر دوں

سفر جا کے یا من کے مقصود پائے
جفا دو کھ تے بھوا کے با پھر کے آئے

یو دو حال تھے کام خالی نہیں
بن اس فکر تے فکر حالی نہیں

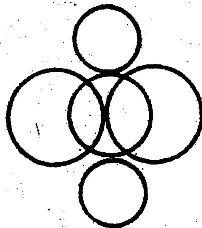
برس پانچ کے مستعیدی کیا
دل اس کا منگے تیوں دلاسا دیا

نول شاہ عاصم سے شہ کامیاب
بلا بھیج کاریگران کوں شتاب

سو فرمائیا کشتیاں بے نظیر
بیک یک کشتی ایک ایک دریا گنبھیر

ہر ایکیس میں حجرے کتے طرح کے
تجمل تخت پوشے گھراں فرح کے

بجھر جھجر نقش کا ٹھار ٹھار ۔۔۔ جہاں کا تہاں کام خوب استوار
کرے اس وضع تین سو کشتیاں ۔۔۔ دیک اُس کشتیاں کوں نہانے بہشتیاں
کدورت اُسے ہوئے نہ تیوں پانیں ۔۔۔ نہ دک دات آئے کیوں جنگل گھاٹیں
کیتک ماہ رویاں کو خوش ناز کے ۔۔۔ کیتک مطربانان خوش آواز کے
کیتک خوش ظرافت کے نرمل ظریف ۔۔۔ کیتک بے بدل قصہ خواناں حریف
کیتک کھنڈیاں ارغوانی شراب ۔۔۔ کیتک جنس کے نعمتاں بے حساب
کیتک خوب تحفے کیتک کروڑ مال ۔۔۔ کیتک ذات تیزی پون کے مثال
کیتک فوج لشکر کیرے بے نظیر ۔۔۔ کیتک ٹولے سوداگراں کے گنبھیر
کیتک جنس کے خوب باندی غلام ۔۔۔ اپے ہو بجد مستعد کر تمام
کیتک جنس کا موپ کر بیشمار ۔۔۔ دے ساریاں کوں ترتیب سب ایکبار
ہر ایک کام پرشہ آپے ہو بجد ۔۔۔ جو کچ کرتے کا تھا کیا مستعد
سچ دہات اس بے وفا دیر کا ۔۔۔ خدا تے مدد منگ نیکی خیر کا
دسے ساعد کوں سیف الملوک کے دنبال ۔۔۔ روانہ کیا ہور ہوا دین نڈہال
لگیا روتے فرزند کے دھیان میں ۔۔۔ بلا بھیج ویں اپنے پر دہان کون
کیا ملک اُس کے حوالے تمام ۔۔۔ سو جا خالی گھر میں اپے صبح و شام
عبادت سوں مشغول ہو رات دن ۔۔۔ دعا سات چت لائیا چھین چھین



ماہ پیکر

۱۰۶۴ھ م ۱۶۵۳ء

از

احمد جنیدی

غم نمودن پیکر بعد جدائی و رفتن پیش ملک زادہ و احوال او بیان کردن پیکر

الٰہی کرم کر توں اس کار میں — نکو بھا فرق یار ہور یار میں
ہوا جب او پیکر سو مہ پر فدا — رضا لیکہ مہ کن تے ہوا جدا
اٹھے جا قدم دو او ٹھیا ہانگ مار — لوٹی منج تے میری اتیا غمگسار
چلیا دکھ تے پیکر تنگ دھرتی ات — کہ دیکھن لگیا در کوں حسرت سنگات
ستو درو دیوار میرا سدا — کہ ہوتا ہوں تمنا سوں اس تن جدا
تمن تے میرے یار بارا برس — کہ پاتا تھا ہر برس تمنا درس
اگر پانوں تمکن جو آوے چلے — پڑے گی نظر جب او چینبی کلی
کہو میری باتوں کوں میرا سلام — کہ پیکر گیا ہے کمینہ غلام
کہ پیکر پکڑ دوڑی اترا پچھا — خدا یا ج سکوں نہ تھا کوئی دوجا
چلیا یار کے گھر کوں وو نور تن — کہ انپڑیا ملک زادے کی جا وطن
کہ دروازے کے جوں بھتر دھائیا — ملک زادہ اس کو نظر آئیا
کھڑا تھا سو گھر چھوڑ انگن میں نکل — کہ پیکر کا دکھ اس کھڑیا تھا ابل
کہ ہو منتظر او اپن یار کا — کہ لا دھیان پیکر کے دیدار کا
الٰہی کی درگاہ میں بیحد پکار — دعایاں و زاری سو کئی لک ہزار
الٰہی او پیکر ہے اس رات میں — کہ سنپڑیا ہے کتوال کے ہات میں
نگہبان توں ہے الٰہی اوسے — کرم کر جو پیکر میرا منجہ دسے
الٰہی سلامت کدھاں آئے گا — کہ دیدار اپنا سو دکھلائے گا
الٰہی صحبت سوں اوسے منجہ میلا — الٰہی میرا یار منجہ پھر دیلا
ہزاروں مشقت کئی دھات سوں — چھڑا کر لیا تھا سو اس ہات سوں
مگر جا ادھیرات کو بند پڑیا — نہ جانوں وقت سخت کیسا کھڑیا
رہی ہے تنک رات اس وقت پر — عجب بے جگر ہے سو او سخت تر

نیٹ او کم عقل سو بے نام ہے
نہ آیا جوں یاں وان کیا کام ہے

سبب کیا ہوا ہے نہ آیا اپتال
نزیک ہے فجر کا سو ہوئے گا اوجال

مگر پھر کہ سنپڑیا ہے کتوال ہات
نہ آیا رھیا ہے سو او کیسی دھات

کہ معشوق اس کوں لہے لینے بھولا
رھیا ہے سو ہو ماہ کا مبتلا

کہ عاشق و معشوق کوں دیک کر
رھیا ہے سو سیوک ہو اس پنک کر

کہ یا او نہ آنے کوں دی ہے اپتال
چھپلی رکھی ہے سو اس کی سنبھال

کھڑا اتھا ملک زادا کرتا بچار
دو نیناں کوں نیناں ہوئے وین چار

یکس کوں یکس گل لگا کر میلے
سو لے ہات ہین ہات گھر کوں چلے

کہ خاطر ملک زادے کی ہوئی صفا
کہ پیکر کوں دیکتے گیا دک جفا

کہ خوشحال بہود ھات سوں تیں رھیا
کہ دک ہور غم سارا اس تے گیا

ملک زادہ بولیا کہ اے یار غار
صبح ایک توں وان کیوں کیا تھا قرار

رین ہے نیٹ تھوڑی اس وقت پر
صبح کوں تیرے سیس ہے سخت قہر

ہوتے کا لیکھیا جوں کہ تجہ بخت میں
کہ جائے گی ہے نیناں سونے کی اد کام

نہ دیکھے ہے نینا تیری نیند حرام
سکھے ہیں نین تیرے مہ کوں چھپا

رہی ہوت پیسا نیناں ہیں آ
گئی نیند نیناں تے سب چھوڑ کر

کہ کب کے تیری مہ پہ جب ہوئی فدا
ہوئی نیند نیناں تے تیری جدا

کہ سب نس جگندے نین آج ہے
کہ نینا تیرے نیند سوں محتاج ہے

رین سب نکل گئی ہے نیہ کام پر
کہ سن یار میرے ٹک آرام کر

لگیا او بچھانا سو کرنے کوں راس
تولسیاں بچھایاں پلنگ آس پاس

پلنگ پوشش زر کا سو اس کے اوپر
بچھایا ملک زادہ کر خوب تر

کہ بالشتاں اس کے سرانے دھریا
بچھانا ملک زادہ نیکا کریا

پکڑ ہات پیکر پلنگ کے اوپر
لے جا کر سو بلایا او نامور

ملک زادہ پیکر ہوں ہم یار ہو
کہ بیٹھیا پلنگ پر سو غمخوار ہو

کہ سچ بول اے عاشق نیک نام   پرت کا کھڑیا تج سوں کیا تھا کام
کہ معشوق و عاشق میں کیا راز تھا   پرم کا سو دونو میں کیا ساز تھا
اتھی کیوں پرت دو میں اس رات کوں   چھو لیا تھا سو معشوق کس دھات کوں
ملک زادہ سن نیہہ کی بات توں   چھپیا راز نیہہ کا سو تج دھر کھوں
ملک زادے کی دھر سوہ یاد کر   لگیا رونے بیحد و فریاد کر
کڑکتے لگیا بجلیاں کے نمن   لگے بلنے دھانکا سوں ساتوں گگن
گرجنے لگیا جوں کہ بادل مثال   کہ برسات مانند نیناں کا حال
کہ سن یار جانی میری بات اتیال   کہ میں تج تے پایا ہوں مہ کا جمال
منجے بور میری جیونی توں یار کوں   ملایا ہے اس رین یک ٹھار توں
موا تھا سو جیو دان کوں منجہ دیا   کہ قربان تج پر تے میرا جیا
کہ احسان تیرا ہے جگ پر عیاں   زباں کوں نہ طاقت کروں کچھ بیاں
رعنا لے کے تج کن تھے جب میں چلیا   کہ محبوب کوں جا کے جو ن میں ملیا
دوگانہ ادا کر سو فرقاں تمام   پڑی منج سوں ملکر سوں او نیک کام
رعنا میں منگیا اس بعد ہوا یار   نہ دیتی او آنے کوں دروازے بھار
پکڑ بات میری سو او آ کھڑی   نہ دیوے منجے آنے کوں شہ پری
ہوئی تھی او بیتاب منجہ دیکھتے او   ودیع مہ کری تھی سو سب سک تے او
عقل چھوڑ گئی اپنی ٹھار سوں   نہ تھا کچھ شعور دل میں دلدار کوں
رہی تھی ہمت اس میں یک تل قرار   نہ تھا اس ہمت ہور تقویٰ کا کار
گیا تھا سو اس گیان اس تے نیکل   کھڑیا تھا سو اس جیو پہ سارا کھیل
ہزاروں مشقت سوں کیتا ہشیار   اوٹھی جاگ کر مہ سو پائی قرار
لگی منجہ منا کرنے کئی بھانت سوں   منجے چھوڑ جاتا کی اس رات کوں
نکو جاتوں رہیاں سوائے جان من   میرے دل منے ہے سو تیرا وطن
رکھوں گی جگر بیچ تجہ کو چھپا   نہ دے سکوں کسی تجکوں ظاہر دیکھا

ایسی بات کرتیں اوٹھیا آہ مار
لگیا ہات چوڑن سو مہ مہ پکار

محبت کا مے اس کو جوش آئیا
اثر پر اثر نیہ کا پھر دھائیا

سلگ نیہ اگن سر تے بھڑکا ہوا
کہ بیکر کی نیہ کا سو کڑکا ہوا

یرہ آ عقل کوں لگیا لوٹنے
تب آہ ہور نالاں لگے چھوٹنے

کہ بیٹھا سو آ دل میں نیہ راج ہو
گئی عقل نفسانی تاراج ہو

لگیا پیر پیٹنے سو سینے سنگات
کہ مہ یاد کرنے لگیا دھات دھات

کہاں ہے او بولو سو میری مثال
کہاں ہے چکاجوت کی اوجلال

کہاں ہے او مہتاب شبرات کی
کہاں ہے میری مہ میرے سات کی

کہاں درکنوں ہے منجہ جان کا
کہاں ہے سُرج میری ایمان کا

کہاں ہے میری شمع مجلس اوجال
کہاں ہے میری مہ کا نیکا جمال

کہاں ہے او نرمل بدن پدمنی
کہاں ہے چنچل چلبلی ناگنی

ایسی بات کرنے میں بے تاب ہو
پڑیا بھیس اوپر سراہو سو دکھو

ملک زادہ اس دیک حیران ہوا
کہ بیکر کہ جیتا ہے یا ہے موا

لگیا یوں اندیشنے کہ سن اے ولا
ایسی بات نیہ کی نہ بچنا بھلا

کہ نیئں جانتا یوں کہ یو ہے وزا
کہ نیہ کی حکایت کا یو ہے سزا

کہ نیئں جانتا تھا میں ایسی سو دھات
پرت بات کرتی ہو گئی جیو یہ گھات

نہ دنیا میں عاشق کوں محبوب یاد
نہ جانتا سو بیکر کا جان ہو آزاد

پرت بات کرنے نیکل جاوے جیو
عجب ہے کہ جیتی او تو دیک پیو

پرت میں سو ہے معجزے کی یو دھات
کہ مرنا و جیتا سو ہر سات سات

اندیشن یوں سو بیکر کوں دیکھن لگیا
سو دھر بات سینے پہ رلٹن لگیا

اتھا روح تن میں سو تھوڑا نیٹ
گئی جیب حلق میں سو ساری اولٹ

کہ میں پوچھتا یوں کہ یوں ہوئے گا
کہ بیکر اپن جیو یوں کھوئے گا

کہ عاشق کوں معشوق کی بات میں
نہ کہتا کہو کر کنے سات میں

ملک زادہ بولیا کہ اے یارِ جاں | نین کھول دیک منج کوں ہو مہرباں
ہوا ہے اپیا صبح صادق تمام | کہ اُٹ جاگ اے عاشق نیک نام
پڑیا کی ہے بیتاب اپ سود کھو | کہ اُٹ یار مٹیکر توں ہشیار ہو
ہلانے لگیا اسکوں کئی دھات سوں | اوچا تا تھا پیکر کوں بھو بھات سوں
ملک زادہ دل میں اندیشا ہو خام | بغیر ہانک یو گے نہ چل سی یاں کام
ملک زادہ جب ہانک بولیا پکار | کہ آواز سن بانگ ہوا کوئیں ہشیار
نین کھول دیکھیا صبح ہوئی تمام | اوٹھیا ہڑبڑا او نماز کے سو کام
وضو ساز دونو مصلی ہوئے | مصلا بچھا کر سنت سب کئے
ملک زادہ جب او ہوا پیش امام | فرض دونوں مل کر کئے سب تمام
سلاماں دیئے او تو ہر دو طرف | کہ پڑنے لگے او کلام کا حرف
ملک زادہ پیکر دونو نیک نام | کہ تسبیح پڑے لا الہ کی تمام
اوچایات دونوں مناجات کوں | کئے ختم آخر سو صلوات سوں
پلنگ کے اوپر جاکے ہم بار ہو | سوتے دونوں مل کر سو یک ٹھار ہو
ملک زادہ جب او اوٹھیا جاگ کر | کہ پیکر کوں دیکھیا جو ہے خوب تر
اوڑایا او ساتو سو پیکر اوپر | کہ سوپنیا او رحمان کوں خوب تر

الہی توں کر فاش دونوں کا راز | قبول کر دعا شہ کی اے بے نیاز
الہی توں سلطان محمود پر | کر کر فاش یو یار سائی ہنر
کہ پیکر چلیا دیک او شہ نزول | کہ اتریا چھپا مہ کا اس کے اول
سو نیاں ہور دیکھیا سو او نیہ لاز | کہ سمجیا اپن من میں ہے پاکباز
انیوں تے خیانت نہ ہوسی مدام | کہ مہ ہور پیکر سو ہے نیک نام
کہ دونو ہے صالح او ہے نیک بخت | ہزاداراں کوں سو شاہی و تخت
کہ سلطان کا ان پہ آیا ایمان | کہ تحقیق دونوں ہیں صالح جوان

انوکی برکت تے دنیاں قرار / رکھیا ہے دنیاں کا سو ثابت کار
چھپیا راز سلطان سب پائیا / اپن گھر طرف او سو ویں دھائیا
اتھی جو تی رہ میں او بہت اتھانیر / کہ سلطان دیک کر رہے واں ہو کھڑ
پلور تے اتھا نیر او بھوت صاف / کر موتی کی ایراں تھی اسکی ناف
چلے آئے شہ نے سو اپ گھر کی در / آسودا ہو جا پلنگ کے اوپر
کتے وقت پچھن کیا ذوالجلال / ہوا صبح صادق کا آکر اوجال
صبح کا ٹھنڈا باؤ بہنے لگیا / مرغ فجر کا بانگ کہنے لگیا
منگا آب شہ نے وضو کر اول / گزاریا وحق کا سو فرض و نفل
کیا ورد اور او تسبیح یوں / گزاریا دوگانہ و عشراق کا جوں
بیٹھیا شہ عدالت کی آ تخت پر / بولا کتوال کوں کہیا بخت ور
کہ عبداللہ کا ایک فرزند نیک / کہ سنپڑیا ہے منج ہات چوری سوں ایک
پکڑ قید کر بند اس لیا توں ہی / ——— رضا پاؤں میں؟
کیا منجہ دعا دیکہ توں جان ہار / کروں کیوں سو اب میں تیرا اعتبار
کہیا مجکوں ضامن ملک زادہ دیکوں / رضا دو پہر میں سو پھر آؤں لیوں
لیکن جا ملک زادہ کوں دے ضمان / چھوٹک پایا شہ کی سو پاتوں امان
اُوچا ملک زادہ جو ضامن ہو کر / لیا ہات میں صبح دیئوں کا ٹکر
کہ تم ملک زادہ کن اسکوں لیاؤ / ایسی غوغوے کا ڈھنڈورا بجاؤ
بدی کا دماں ما جہاں پہ بجیا / برا سب میں ہوں ملی نہیں کوئی دوجا
کہ فرمائے شہ نے سو کتوال کوں / سولی دے سو اس چور در حال کوں
گئے حکم ہور کمی چھپا کر رکھو / کہ ظاہر سولی دیکھو باطن نکو
لے کر آ سولی توں اس ٹھار پھر / کہ میرے حضور توں سولی کا ذکر
سولی دے او سے آج دربار الگے / کہ آنے دے اسکوں کہ جس جیو ہنگے
تماشے کوں اس ٹھار جن آئے گا / جکوئی آکر دیک نکل جائے گا

اگر کوئی کس کوں کرے گا منا | کروں گا دنیا سیتی اوس کوں فنا
دماں ماں سوئی تم سو بیگی اناؤ | ہو یلسار کوں بھیج بیگی منگاؤ
کہ کرنش کیا شہ کوں اقرار سوں | کہ بھیجا ہو یلسار اس کار کوں
کیتک سات میں لیا سو حاضر کئے | کر سولی کا ٹھونیکا وضا تب دئیے
سولی کاڑی دربار کے جوں اسنگے | دماں ماں دماے بجانے لگے
رضا لیکہ شہ کن تے جوں استوار | نزدیک لیا کہ بیکر کوں کیتا قرار
پکڑ ہاتاں دو دھر کے اس کے تمام | کھڑی کیتے لا کر سولی کے مقام
ادٹھیا کوس شاہی کا آواز جب | زمیں سات آسماں ہلے سارے تب
کہ بیکر کے دکھ تے دو عالم ہلیا | کہ غم کی اگن تے سو عالم جلیا
اد ٹھیا شہر غزنوں میں اس دھات شور | کہ عبداللہ کا بیٹا ایسلا ہے چور
بجی ہانک یک دھر تے چوندھیر تمام | سنے شہر غزنو کے سب خاص عام
سولی دیتے بیکر کوں شہ کے حضور | ہوئی بات دو جگ میں ساری مشہور
نھنا ہور بڑا سب ہوئے بے وطن | کہ دکھ سات لبریے سو سد اپنے تن
الہی توں بیکر تے عبرت تمام | دیا جن ملک انس سب خاص و عام
تماشے کے کارن خلق آملیا | بسر جا تماشا ہوں دکھ میں گلیا
لگے زاری کرنے سب اسپاس آ | کیتے سر او کوٹیں پچھاریاں جو کھا
کیتے بال لونچے کیتے سر پچھاڑ | کیتے مارے بونبڑیاں کیتے کپڑے پھاڑ
کیتے کھائے پچھاڑیاں سو بے قرار | کیتے مارے ہانکاں سو بیکر پکار
کیتے بھائے ماٹی اپن تن اوپر | کیتے گئے وطن سارا اپنا بسر
کیتے بھائے کفنی تجے سب دنیا | کہ جینا دو دیں کا ہے دنیا فنا
کیتے مارے پتھر سینا سر اوپر | کریں تن اپن چور سب سیج کر
کتیاں تے نکل گئے جواہر سو سب | کہ دنیا تجے پکڑے خالق کو تب
کہ عبرت یو ہوئی سب کہاں کوں تمام | فنا چھوڑ پکڑے بقا کا مقام

دنیا بے وفا ہے نہ پڑا اسکے خیال ہوا ہور حرص کا یو ہے سب او بال
کتیاں نے سو پکڑلے جنگل جا مقام کتیاں کوں ہوا کھا ن پانی حرام
کیتے ہو سو بے سُدا پن سُد لسر کیتے پڑتے لڑتے سو ہو بے خبر
کتیاں نے نین مکھ سوں دھونے لگے کتیاں نے سو زار زار روتے لگے
کیتے کفنی گل بھا چوڑے اپ وطن کیتے کیئے ایمان اپنا جتن
کتیاں کی عقل جا ہوئے بے عقل کتیاں کوں پڑیا بھاری مشکل کیل
کیتے لیکہ تسبیح سو طائب ہوئے کتے اس خلق میں تے غائب ہوئے
کیتے در دلبسر سے سارا تمام کتیاں نے ذکر پکڑے دائم غلام
کتیاں نے وطن سٹے سو عابد ہوئے کتیاں نے اپنے جیو سو حق کوں دیئے
کیتے چھوڑے دک دیک آواز سب کیتے کیتے غم سات فریاد سب
کیتے نے مصلا سو زاہد ہوئے کیتے حق کی قدرت یہ شاہد ہوئے
کتیاں کو مشاہدا حاصل ہوا کتیاں سوں الٰہی نے واصل ہوا
کتیاں زہد(سو) اختیاری کئے کتیاں نے اپنے جیو نثاری کے
کیتے سے چلے کھاندے پر مرگ پوت کتیاں نے پیو کارن لگے دوست دیت
کیتے جا بسائے سو کعبہ مقام کیتے جا مدینے میں رہے وان مدام
کتنی جاکے بیت المقدس رہے کیتے وان الٰہی الٰہی کہے
جیتے تھے اد کا فر سو سارے تمام کہ پیکر کے دک تے سٹے اپ مقام
کیتے لے سو جینے سیناسی ہوئے کتے لے کھپری ہات اوداسی ہوئے
کیتے ہوئے جنگم کنٹھا بھا گلے کتیاں نے لی جھولی وطن سٹ چلے
کتیاں نے ہوئے جوگی گن بھار کر چلے چھوڑ اپنا حرس مار کر
کیتے ہو کے تپسی ترستے لکھے کتے ہو کے مجذوب کیتے جیو کھتے
کیتے ہوئے راول جھٹادار سب کتیاں ہو کہ باولی کرے جو جتب
کیتے رہئے ترنکھار نردھار ہو کیتے ڈھنڈتے پھرتے کہ دلدار کھو

کتیاں نے لے جینے کریں جپ ہری — کتیاں کوں سُو دُکھ سوں لگے تھرتھری
کتیاں نے او سُدبُد تے ہوئے جدا — پلو کارن لگے گوونداگوو عدا ا
کتیاں نے سو بسری و جیتے مدام — کتیاں نے سو بسری ہوے سُکھ تمام
کتیاں نے سو کھو دید چار و شکل — کتیاں کو پڑا آ کہ مشکل کبل
کئے کفر اسلام یقیں یوں قرار — بغیر از محمد رسول نیں ادھار
کہ جن انس ساری سو سب خاص عام — مناجات حق کن منگے لیوں تمام
عرش ہور کرسی و ساتو فلک — بہشت ہور حوراں و سارے ملک
مناجات کیتے سو حق کن تمام — کہ برکت تے تیری ہزار الملک نام
کہ عاشق او معشوق کوں ٹیک بھار — بلا کے سو گرداب تھے بھار کاڑ

شنیدن آوازۂ سُلی ماه و منت و زاری نمودن پیش او دائہ ولباس نمودن سیاه و آمدن پیش پیکر

الٰہی توں رکھ شرم بزار کا — ہمت دے نبہانے کوں اقرار کا
ہوا غلغلا شور جگ میں تمام — سولی سار ہوتا دہی نیک نام
دمامیاں دمامے بجاویں جو ساز — دریغا دریغا سو نکلیں آواز
پڑی جا یو آواز مہ کان میں — رپسر سُد لگی مہ اوسی دھیان میں
لگا کان ہور دھیان آواز کوں — لگی سننے محبوب کی راز کوں
پلنگ تے تلیں ہور تلیں تے اوپر — لگے پڑنے مہ یار کوں یاد کر
کہ مارے اچھیں گے میرے یار کوں — کہ کسی کس مزاباں سوں دلدار کوں
کہ رو رو کہ خوار زار ہوری او دکھیا — اوسی فن میں سدھ تمیارا اس کا اوٹھیا
دوانے سو دیکھی اوسے ایسا حال — شفقت مہر اس پہ کیتے کمال
کہ دیک ماہ کوں یوں پکارن لگی — اپس میں اپیں یوں پکارن لگی
ول تے سو مہ پیکر مدہوش تھی — اوسی کے اثر تے او بیہوش تھی

گیا جوش بھر نیہ کا یوں آگیا — شمع کے اوپر جوں پتنگ دھا گیا

لگی آگ نیہ کی سو بھر کر تمام — اوٹھیا بھڑکا برہے کا دل کے تمام

گیا جیو کا نیر بھر دھا گیا — اثر یو اثر میٹے کا بھر آگیا

ہوا دک اوپر دک یو بھاری تمام — ہوا غم اوپر غم یو کاری تمام

زخم پر زخم نیہ کے تازی ہوئی — کہ عاشق کوں نیہ کی یو بازی ہوئی

اول تے دیوانی اوپر کھا بھجنگ — پڑی نیہ اگن میں جو جوں تیر خدنگ

اول تے تھی بے سُد اوپر گئی لبسر — ہمت ہور تقوی عقل سو بسر

اول تے تھی نادان اوپر دک پڑیا — برہ کا وے مشکل کہیں آ کھڑیا

اول تے تھی بیٹا ہوئی خار زار — کہ بالی سو نیہ دک تے ہوئی بے قرار

اول تے تھی نانی اوپر سد بھولی — نین تے رکت رو ہوا تن کولی

اول تے تھی بھوری اوپر گئی عقل — برہ سینے تے جلیا ہو کر اوپل

اول تے دو کھیا او اوپر دک ہوا — اوا دھوری کوں تو پھر کر جیا

ہزاروں مکر کر او جیا نار کوں — پوچھی بات نیہ کی سو دلدار کوں

نین کھول کر کئی تو نا تو جسنی — تجے میں سو اوپلے مائی بھنی

دو اس عرض داشت میرا اقبال — کہنا پیرا احسان ہوئے گا کمال

دو اک میرا بول تو کان لے — دو ایک سیپر پیرہن آن دے

دو تیرا اپکار ہوئے گا کمال — کہ چادر سیپر لیا کر دے منج اقبال

دو منجکوں وعدے کا ہے آج کار — دو ایک سیپر لیا کہ دے توں ایزار

دو یو وقت ہے سو منجہ سخت تر — کمر بند سیپر لیا کہ دی بخت ور

دو تیرا ہے مہر منجہ پر ملام — کہ سر بند سیا سوں ہے اب منجکوں کام

دو توں میری بات اب ٹک چلا — کہ ترکش سیپر منجکوں توں بیگ دلا

دو میرا ہت تٹے توں سو سس جتا — کہ لیا یک سیپر سب تند ہور لقا

دو توں سو جا دار خانے میں جا — سیپر ساریاں لیتاں سو توں بیگ لیا

دوالیا منج میں اچھی بات یو
کہ دیدار دینا ہے اس ٹھار سو

دوا او وخت آکر اب منج کھڑیا
کہ دیدار دکھلانا منجہ سر پڑیا

اوبھی بول دوانی کہ سن نیک نام
خلق میں سو جانا نہ ناری کا کام

کہ ناری بھلی گھر میں یادر مزار
نہیں کام ناریاں کا جانا بیزار

نکو بھا توں دروازے تے بھار پا
کہ رہ توں شرم کر نکو بھار جا

کہ چھپنا سو ناریاں کا ہے نیک کام
پیایا مرد دیکھنا ہے حرام

نکو بھا نظر تیری بیگانے پر
نکو اوڑ کسی کی توں استانے پہ

نین کھول دیک یک توں شوہر اول
چھپا رک توں لے نازا ین مکھ کنول

نہ دکھلا کسی کوں توں اپنا جمال
نکو دے توں نیناں کوں کس کہ اوچھال

شرم کا سو برقا نکو مکہ تے کاڑ
نکو توں حیا کی سو پردے کوں پھاڑ

کہ اوڑ لاج کی داوانی سر اوپر
نیکی ہے او ناری سو اس کے بھتر

نکو کر براتوں سو اپنا خیال
کہ دور رک اپس دل تے ایسا او بال

نکو لیا یو بری بات اپن دل اپر
حیا لاج ناری کوں ہے خوب تر

نکو جا صحن میں توں گھر تے نیکل
مبادا پڑے گی کسی کی نظر

نکو جا تجے کوئی دیکھیں گے اتیال
کہ ظاہر ہوتے گا سو تیرا جمال

نکو جا نظر توں پڑے گی کسے
بھلا ہے نہ ریشا تیرا کس ویسے

مبادا پچھانیں گے تج کوں سو دیک
کہ سمجھیں گے مہ کوں سو تحقیق بیگ

خلق سب ملیا ہے سو اس ٹھار پر
نکو کر دلیری توں اس کار پر

ہوا ہے خلق سارا حیراں تمام
نکو دھر قدم توں سو بیگڑ کے کام

کہ دربار سلطان کے توں نہ جا
نکو تو بیگانیاں کوں اپ تک دکھا

دلیری نہ ہوسی تیرے بات تے
کہ توبہ توں کر مہ پرم بات تے

توں ناری نکو کر سو مرداں کا کام
سزا اور ناریاں کوں گھر ہور مقام

حضور بادشاہ کے نکو جا ایتال
بلا آپڑے گی سو سچ پر سنیاں

عدالت میں ہوتند شہہ بیٹھیا — تجے گا تیرا دل کلیجا جیا
حسن میمندی بی اوسی ٹھار ہے — نکو جا پچھاڑی بورا کار ہے
توں بیٹھی ہمارے جیواں کے اوپر — نکو نے ہمن جیو تھی تا ہور
اوٹھی بول دادا کوں کہ سن بات توں — نکو کر مجے جیو اوپر گھات توں
لگی پانوں پڑنے او منتاں کرن — لگی سیس دھرنے دادا کے چرن
کہ لیاوے توں کسوت سو میری اتیال — کرا یکار ہوئے کا تیرا منجہ کمال
کہ مرنے کا احوال مہ پر سو پائی — اوسی وقت کچھ پچھ منگی تھی سو لیائی
وضو ساز شکرانہ حق کا کری — نماز کر سو سرا اپنا قبلے دھری
کہ واجب کی آیت کوں تکرار کر — الٰہی ہے منجہ سر پر اقرار کر
دوا اپنا دیئی سو لیبی نیک نام — کری ساری کسوت منجے سب تمام
سیہ گھوڑے پر اس وقت ہوئی سوار — چلی وہیں پچھے پر سوں دروازے بہار
کہ چابک سو مار اسپ کوں گئی اتا — خلق دیکتا تھا جتا تھا وتا
ڈھکیلی ترنگ کوں سو دربار تک — رکھی تھی اُنن ہات میں اپ جتن
اوسی مارگی میں سو گھوڑا چلا — لیٹی جا کے پیکر کوں مرنے ملا
کہ دیکھی سولی کاڑے ہیں استوار — کہ نزدیک پیکر کھڑا ہے سو یار
کہ محبوب کے رخ پہ رخ جا دھری — نظر پر نظر رکھ وہیں جا کھڑی
ایس میں اپی دونوں دیکھن لگے — نین پر نین دھر کہ پیکھن لگے
پرم راز لیا کر سو نیناں میں دھر — چھپیا راز نیناں سو اظہار کر
پڑھی مہ رباعی سو نیہ ساز کی — کہ طالب و مطلوب کے راز کی
کہ اس شہر میں ہوں سیہ پوش میں — بجھر کر رہی ہوں سو مدہوش میں
کد کرتی ہوں زاری و خاموش ہوں — او بلتی سو دیگ داں کی سرپوش ہوں
سو نیا مہ تے پیکر رباعی تمام — پڑیا بیت اپنی راز کی نیک نام
اگر منجہ سولی دیئے تے محبوب در — خوشی سوں سولی سار ہوں سربسر

کہ دیکھیا سیہ پوش سلطاں سوار
ترنگ پر اتھا سارا تقوی قرار

کہیا دل میں یو سار آیا ہے یاں
کہ وعدا کیا تھا سو پیکر سوں واں

عجب صدق و علا ہے اس نار کا
عجب ہے ہمت اس کے اقرار کا

اندیش شہہ حکومت طرف رخ کئے
حسن میہندی کوں اشارات دیئے

سمجھتا سیہ پوش اس سار کوں
دلاور ہوا یا ہے اس ٹھار کوں

حسن میہندی کا سر سوں نیچے دھریا
دہا شہ کوں کورنش سو بجد کریا

کہیا میں سو نئیں جانتا یو جواں
نہ معلوم ہے مجکو اس کا نشاں

گیا دیک سیہ پوش واں تے نکل
اتھا شہہ کوں مشکل ہوا سارا حل

اوسی وقت شہہ نے اشارت کیا
کہ کتوال کے ہات پیکر دیا

لیجا اس کوں رکھ توں ٹھیکہ ٹیک ٹھار
نکو ہو توں بے فام اس تے ہوشیار

رین ساری خدمت میں یوں بند کر
نکو توں سوں واں پیچ کس کوں دیگر

بچھانا کو جاگا کا سو سہرا بناں
او سے بھوت جیا واں سوں تلتل مناں

کہ سن بات شہہ تک تے سر مجنیں کریا
ہزاراں ادب کورنش سو شہہ کوں کریا

کہ شہہ کا لمرسن کے تئیں پیار سے
چلیا لیکہ کتوال اس ٹھار سے

دیلاتی یاں شہہ نے سو سب خاص عام
کہ لے پان کورنش کئے سب سلام

دیلاتی یاں شہہ نے سو سب خاص عام
کہ لے پان کورنش کئے سب سلام

کہ سلطان اٹھ کر محل میں چلے
کہ اس پاس تھے سو سارے ملے

گیا سب خلق شہہ کا دربار سوں
ہوئے سارے مشغول اپن کار سوں

چھپیا سور مغرب طرف جا تمام
کہ یو لش جوں ماہی میں کیتا مقام

خلق کا جو غم جا سماں چھا گیا
دنیا میں اندھارا سو ہو آگیا

دو عالم کی دکھ پانک سن کر چندر
کہ دیکھن کوں نکلیا سو اودر بدر

ستارے سو روشن ہوئے ٹھار ٹھار
تب عاشق و معشوق ہوئے بیقرار

بموجب حکم سلطان محمود بردن کتوال بہ بندی خانہ پیکر را عشم کردن او

الٰہی دکھا صبح رحمت ایتال | ضلالت کوں کر دور دکھلا جمال
حکم شہہ کا کتوال جوں پائیا | کہ خدمت سو شہہ کی بجا لائیا
چلیا لیکہ پیکر کوں خدمت سنگات | کہ جو امر سلطان کا جوں ہے دھات
بندی خانہ نزدیک تھا ایک گھر | سنوارے اسے خوب اوپر تر
کہ پلنگاں جو اہر جڑت کے تمام | لے کر آر کھے تھے سو پیکر کے کام
تیواسیاں وجم خلنے کئی دھات سوں | بچھانا بچھائی سو اس رات کوں
شمع ہور دیوے رکھے ٹھار ٹھار | رکھے موم بتیاں موم دانیاں سنوار
کیتی ساریاں ارش سو تاریاں مثال | ہوا گھر میں چوپھر سو سارا اوجال
لے کر جا کے کتوال پیکر کوں جاں | کیا بھوت دلاسا و خاطر نشاں
کھڑے تھے سو خدمت میں پیادے تمام | کہ حاضر اتھے سارے پیکر کے کام
کہ پیکر کوں واں کچھ نہ آرام تھا | پلنگ ہور مسند سوں نہ کچھ کام تھا
کہ جس ٹھار دلبر کا نئیں ہے جمال | کہ اس ٹھار مانند دوزخ مثال
کہ جس ٹھار درسن نہیں یار کا | کہ او ٹھار بیگانہ در کار کا
کہ جس گھر میں نہیں یار کا ہے مقام | نہ سہے گھر او جنگل ہے دایم مدام
کہ جس دل میں نئیں یاد دالدار کا | نہ ہے گھر او جا گا ہے کفار کا
محبت نہیں یار جس گھٹ بھیتر | نہ انسان حیوان تے بدتر
نہ تھا کچھ واں پیکر کوں بن روون کار | نہ تھا گھر میں کوئی یار اس غمگسار
لگی تھی برہ آ کہ تن میں تمام | ہوا تھا سو گھر اس کوں مانند حرام
بغیر یاد مہ بن نہ کوئی یار تھا | خیال قد و قامت کا دلدار تھا
نہ تھا اس کوں مونس سو اس ٹھار یو | اتھا ہم نپہ درد کوں کار گر
بغیر مہ درد کچھ نہ دھرتا اتھا | کہ مہ یاد بن کچھ نہ کرتا اتھا

اتھی تسبیح اس ناؤں کی نت مدام — زباں کوں سو بن مہ نہ تھا کچہ او کام

کہ شب روز مہ بن نہ اس کچہ دیسے — بغیر مہ نہ اس دل میں دوجا بسے

محبت اگن کوں سونا لیا کر تاب — پکارن لگیا ماہ کا ماہتاب

نین ہو کہ تیسی ترسنے لگے — کہ جوں ابر نیساں برسنے لگے

بغیر خوں فشانی نہ کچھ کار تھا — بغیر آہ و نالاں نہ ہم یار تھا

پکارن لگیا ماہ انور کہاں — بغیر ماہ سیاہ ہے سو ہر دو جہاں

میرا جیو واروں گا تجہ نام پر — بلیاری کروں گا تیرے ٹھانوں پر

کہاں پاؤں تجہ مہ کنول کا سو راز — نہ دھرتا ہوں کس سوں راز و نیاز

نہ منجکوں جیو تک ہے سو اس ٹھار تے — نہ سکتا ہے ہو دور نینہہ کار تے

نہ کوئی دیں منجے یاں تے یکتل سو چھوڑ — کہ سکتا ہوں نینہہ ڈور سی منجہ بات توڑ

کہ مہ کا فراق آ کھڑیا منجہ کو بل — کہ جانے کوں یاں تے نہ منجہ بات ہل

گرد گرد گہ چو پھیر سو پیاری تمام — کہ قاید کری ہیں منجے اس مقام

کہ تپتا ہے دیکھن کوں تجہ کوں جیا — نکلتا ہے سب رین میرا جیا

نہ دلیں او دیکھن کوں تجہ مکھ چندر — کہاں پاؤں دیکھن تجے مہ سندر

الہی کی درگاہ میں او خار زار — بغیر غم او زاری نہ تھا اسکوں کار

رفتن مہ و غم خانہ کردن و دعا را بہ زندان فرستادن برائے خبر پیکہ

الہی رکھیا نیں کس یک حال جم — کدھیں دیوے شادی کدھیں دیوے غم

چلی مہ سو پیکر سوں وعدا نبھا — نین کی رکت میں تن اپنا ڈوبا

کہ شب تیز اپنے کوں انپڑی سو دی — اپن گھر طرف راست مارگ سو لی

کہ جا گھر کوں اپنی سو گھوڑا اتر — پچھاڑی کھڑی کھائی بھوئیں کے اوپر

لگی رونے ہور بولنے دکھ تمام — عجب بخت بھونڈے ہیں میرے مدام

جداں تے عقل منجکوں گیان آئیا — تدھاں نے برہ منجہ اوپر دھائیا

کہ گئی ساری راحت سو دنیا میں بسر — جفا ہور غم یاد ہے سر بسر

نہ ہے منجکوں یک سات آرام جاں
کہ شب روز کرتی ہوں میں خوں فشاں

نہ جاتا ہے منج جیو سو تن چھوڑ کر
نہ رہتا ہے نیر تے سو مک موڑ کر

عجب سخت تر ہے سو میرا جیا
جفا ہور غم سوں بہنے سر دیا

ملیاں آ سہیلیاں سو چو ندھر سوں دھا
کہ دیکھیاں پڑی مہ چھپا ڑی چو کھا

کنول مک سو کملا برہ جھال سوں
پڑی تھی سو دیکھیاں او بے حال کیوں

بلکنے لگیاں ہائے کیا وقت ہے
کہ مہ کی یو کیسی بوری بخت ہے

نہ دستا سو مک پھول یک دن کھلا
کہ غنچہ کی مانند سدا ہے مہیلا

نہ ہنستی سو لکھن کدھیں غم سنگات
نہ کرتی ہمن سوں یو ہنسنے کی رہات

جتیاں ناریاں سب مل او جا ماہ کوں
لگیاں جاؤ کرنے سو دل جاہ سوں

سیاہی کی تن تے سو کسوت او تار
کیاں مہ کوں ناریاں سو نبکی سنوار

گیاں باہ تن تے سیاہ سا زکار
چھپا راز تیرا ہوا آشکار

ہنسانیاں بحقیاں ناریاں سو مہ کوں تمام
دلے او نہ ہنسنی مہی نیک تام

ہر یک سات پیکر سو یا داؤ تا
نہ ہنسنا نہ کھیلنا نہ کچھ بھاؤتا

نین سو نجہ صورت رکھی تھی چھپائی
کہ کھولنے تے پلکھاں مگر نکھاس جائے

نہ تاریاں کوں دیکتی اپس نین کھول
نہ اٹھی تھی افسارا اپن مک تے بول

الیس فن متے او رکھیا دن گنوا
رین کا ہوا دکھ سو سرتے لوا

چیندر کو دیک رونے لگی او کنول
کنول مک رکھیا تھا سو درمیانی جل

کری یاد پیکر کے مک کا سو نور
رکھیا لیا کہ او نور دل کے حضور

مہ پیکر یار کا مکھ سو آفتاب ہے
چیندر کوں ہوا اس مکھ تے حجاب ہے

عرش ہور کرسی سو پیدا ہوئی
کہ پیکر کے نور تے ہو ہویدا ہوئی

کہ آفتاب ہور ماہ سا تو فلک
کہ پیکر تے پیدا ہوئے سب ملک

جتے نور اس نور سوں ہے وصل
کہ پرتو ہے سارے سوا وہے اصل

کہ کرتی تھی زاری سو او شہ پری
یکایک دو دا سا منے آ کھڑی

دوا دیک اَرڑا اوٹھی ہانک مار — کہ غم ہور زاری کیتے آشکار

دوا کاں ہے پیکر سو مجکوں نما — موا ہے یا جیتا ہے یا درا ماں

دوا اسکوں ماری یا کیتے ہیں بند — دندیاں نے یو کیتی ہیں کیا سو ذند

دوا راس کہہ دے سو کیا ہے خبر — کہ یا ہے جہاں سوں یا ہے دار اوپر

دوا راس کہہ تو بند یا ہے الات — کہ یا حق تے پایا ہے کچھ بھی حیات

دوا راس کہہ توں سو پیکر کی بات — نہ کھ سے تو کرتی ہوں منجہ جیو پہ گھات

اوٹھی بول دوا نے کہ سن او دو حالی — رکھے ہیں بندی خانہ پیکر اتیال

کہ بھائے ہیں بندی خانہ اس پیکوں — کری ہیں او قاعدہ سو کئی دھات سوں

کہ سن تانوں بندی خانے کا ہانک مار — لگی رونے زار زار مہ بے شمار

ٹھنڈی ٹھنڈی خوی آ تی مکھ پر تمام — جوں شبنم اچھولاں پہ کیتا مقام

آیا تور پر تور برسات سات — پھریا رنگ پر رنگ ہر دھات دھات

نکل جا کہ سرخی زرد رنگ بھیا — سیہ ہو کر دستا تھا سارا گیا

کدھیں ہوئے رنگ نیل ماتم کا حال — کدھیں آوے سرخی شہیداں مثال

دوا نے سو دیکھی او سے بے نوا — کہ سمجھی یو نیہہ درد نئیں اس دوا

برہ کی جراحت ہے سینے بھیتر — بغیر وصل دارو نہ ہے کچھ دیگر

اندیشہ کر لگی اُو دلاسا کرن — کہ پڑنے لگی او سومہ کے چرن

سینے کوں لگا کر بلایاں لیتی — کہ لاکھاں وزا سوں دلاسا دیتی

کہ سن مائی میری تو ہمت پکڑ — کہ کرتی ہوں تدبیریں یک دیگر

نکو رو ملاوں گی تجھے ہور او سے — کروں گی سو حکمت کہ او تجہ دیسے

کہ جب یو نداما کے کن آئیا — گیا روح تن تے سو پھر دھائیا

کہ پی مہ امید کا سو آب حیات — بسر شد پکڑ رہی سو ملنے کی بات

دوا تجھے منجے چل سو پیکر کنے — دوا جائیں چل ملکہ ہم دو جنے

دوا جا کہ دیکھیں لانچہ کتواں کوں — بھولے گا سو کتواں دیکھ ماں کوں

کرے گا سو کوشش ہماری کمال — دیکھاوے گا ہن کوں او نوری نہال

کہ دیدار تھا منج کوں امرت پلا — کہ پیکر کوں منجکو سو توں پھر ملا

کہ آوں گی تج سات چھائیں مثال — نہ چھوڑوں گی یک تل سو تیرا دنبال

دوا جائیں چل بیگ اس ٹھار کوں — کہ دیکھ آویں دور تے سو دلدار کوں

کہ پایا ہے او راحت سوں یا دُر عذاب — کہ پایا ہے او ہشیار یا درا و خواب

دوا نے او بھی بول اُمیے نیک نار — صبوری پکڑ لے توں نہ ہووے قرار

صبوری ہے کیلی گرہ کار ہے — کہ کر توں صبوری سو اس ٹھار پر

نہ جس میں صبوری نہیں او بشر — صبوری ما ہے ہر کار کوں خوب تر

کہ دارو طلخ ہوئے آخر شفا — کہ اول مشقت او آخر نفا

دیوانی سو ہو کر نکو کھا شکر — کہ ظاہر میٹھا ہور چھپیا طلخ تر

رضا دے توں اب منجہ کہ میں جاوں گی — کہ پیکر کوں جا دیکھ کر آوں گی

کہ احوال اُسکا کہوں گی تو جے — کہ جب او نظر تل پڑے گا منجے

رضا دے کہ خوبی ہے اس بات میں — کہ لیاوں گی خبر جا کہ یک سات میں

ہزاران مکر ہور نیرنگ سنگات — رضا لے چلی مہ کنے تے سو جات

کہ خطرے کوں کی تھی دوا کی دنبال — ولے نیہ نہ جاتا تھا اس تے سنبال

برہ آکر بھیدیا سو اس مہ کے تن — کہ شدید ڈھاٹی سو سٹ اپ وطن

کہ جالی آگن آ برہ کی تمام — ہوا حرص ننگ نام گھر ہور مقام

برہ دُک آ بھیدیا سو سر تا قدم — بغیر آہ نالاں نہ تھا اس کوں دم

کدھیں سوز سینے تے نکلی جو بھار — سماں ہور عرش کرسی ہوئی بے قرار

براہ آہ کی بجلی کڑک کر ! و ٹھی — کہ ہفت و طبق آسماں ساری پھوٹی

نکل دود سینے تے چو پھیر سر — فلک سات سوندی یکس یک اوپر

اوساساں ہوایاں سو پھٹ پھٹ تمام — ستارے ہو دستے گگن ہر مدام

آگ سنچریا جو سینے میں داٹے — تدھاں تے نیکل ٹھندگی واں تے ٹھاٹے

اگن ہور تھنڈ گی ہوا جیا ند سور — کہ دین ہور رین کون سو ہے اس تے نور
یکا یک چھجا یاد آیا او سے — چھجے پر تے پیکر میرا منجہ دسے
چھجا چیڑ کر دیکھن لگی یار کوں — پکارن لگی یار کس ٹھار توں
سوتا ہے یا بیٹھا ہے یا ہے ہشیار — کہ یا ہے وراحت سوں یا خوار زار
کہ یا اس رکھے ہیں گلے طوق بھا — بندی خانے میں یا رکھے ہیں چھپا
نہ جانو کہ کس کس عذاباں سنگات — گزرتی ہے اس پر کھٹن آج رات
نہ جانوں اندھیارے میں کیوں پڑ رہیا — مچھر دھانس کھلتے ہیں اس کا کیا
کہ یا ہے غریباں نمن سینے آ دھار — کہ یا ہے ڈراؤں ڈدل یا ہے قرار
کہ یا ہور رہیا ہے سو شہری غریب — کہ یا ہے یکیلا کہ یا ہے رقیب
کہ یا ہے او عاجز یتیماں مثال — کہ یا ہے سو اس کا بیسراں کا حال
اسی حال سوں منہ سوں زاری کری — کدھیں ہوئیں دانا کدھیں سد بری
کدھیں ہو کی ثابت کہ گاہے اوداس — کدھیں پکڑی امید گاہے نیراس
کہ گاہے چھجا چیڑ کریں جاں فدا — کہ گاہے تلیں آنچو کاریں دوا
ولی منہ رکھی تھی نین باٹ پر — بندی تھی دل اپنا دوا گھاٹ پر
الٰہی بنا یا زباں پر ہنر — کتیاں یار سا ہور کتیاں پر مکر
الٰہی توں ستار ہور ہے توں غفور — نہ کتیا کسی عیب کس پر مشہور
دواجب رضا لیکہ منہ تے چلی — ولی او فکر میں سو ساری گلی
کہ گھر چھوڑ جانا ادھیرات کوں — نکلتا وطن ست سو کس دھات سوں
فکر آ کہ مشکل یو کاری کھڑی — میرے سر اوپر بازی بھاری پڑی
مگر کوئی پوچھیں کے تو نار ہے — کہ جاتی ہے کس کام کیا کار ہے
کہ دنیا جواب اسکوں تب کیا بھرا — کھڑے گا وقت منجہ اوپر آ بورا
ہتی فکر بھوت دھات اس بھاتی سوں — کہ جانا ضرور ہے منجہ اس رات کوں
زنانی سو کسوت ستی کاڑ کر — شرم پیرہن کی ستی پھاڑ کر

کیتی بھیس مرداں کا مرداں مثال ستی سب زناں کا جتا قیل و قال

منڈاسا سیدی خوب آپ سیس پر کہ بینی جھگا ہور قبا جفت کر

کہ شلوار موزے سو پینے او زر کہ ہوئی چست چالاک مرداں کے سار

کمر بند بندی ہور اوپر بر ولا بندی بند شمشیر اس سوں ملا

کہ چادر سو سب تن لیتی ڈھانپ کر نہ سمجھے اگر دیکھیں کوئی گیاں دھر

لیتی یک فرنگ ہات میں آب دار ہمت ہور تقوا سوں کیتی قرار

کری ساری کسوت سو سب زرنگی کہ مانند تحقیق جوں لشکری

نکل آئی دروازے سے کے بھار او رکھی تھی اپن من کوں یک خار او

چلی بینت پکڑ کر سو پیکر کی کار کہ انپڑی کیتک سات پیکر کی ٹھار

نظر تل پڑیا او کہ کتوال جب سلام علیکم او تھی بول تب

کہ کتوال پوچھیا کہ توں کون تر کہ آیا ہے کرنے کوں مکر و ہنر

دیتی جواب اس کوں دلاور سنگات کہ ہے شہہ کی منجہ کن سو نازک بات

کہ میں سر خواص ہوں سو شاہی جہاں سمجھتا نہیں ہے توں میرا نشاں

کہ خطاب میرا سو پھلدار خاں کہ نزدیک ہوں میں سو غرفے کے واں

کہ بھیجا ہے سلطاں منجکوں ایتاں کہ جا دیک پیکر کا کیا ہے حوال

رکھے ہیں سو حرمت سوں یا خوار زار کہ پایا ہے اوراحت سوا یا ہے دھار

کہ کتوال سن یوں گیا ہڑبڑ صدر چھوڑ ہٹ جد آ ننگے آ کھڑا

ہیچ امر سلطان کا سر بسر بجا لیا گیا ہوں سو میں خوب تر

لے کر جا کہ اسکوں سو پیکر مقام دکھایا سوا حوال اُٹ کر تمام

رکھیا ہوں سو پیکر کوں حرمت سنگات حکم جوں کہ شہہ کا اچھیا ہی او دھات

سپارش کرو میری شہہ کے حضور سدا تم لرو دائم اچھے گا غفور

چلی چھوڑ بندی خانہ کتوال کوں کہ جس حال آئی او یسی حال سوں

گہ جا گھر میں ساری سو کسوت اوتار رکھی بستاں جس ٹھار کیاں ٹھار ٹھار

پھر ابھیس ہوئی تار جوں مہ پیتی

اول کی روشن جوں کی اپنی اتھی — کہ پیکر کے زاری کے افعال میں

کہ جا دیک مہ سے اوسی حال میں — نہ پڑتی پرہ سرک میرا گلا

کہ لے جیو جاتا تو ہوتا بھلا — اوڑاتی تھی تن پر سو چھپرتے راک

سینا کوٹ لیتی تھی سٹی تھی خاک — ہوا ٹکڑے ٹکڑے نین نیر جھر

کری پیرہن خاک سب تن اوپر — بغیر بونو منگیوں سیہ دو جہاں

کتی تھی ددا کاں ہے پیکر کہاں

کہاں ڈھونڈوں کس دیس جاؤں نکل — کہاں پاؤں پیکر کی صورت پھل

کہاں ہے گلے کا میرا لال او — کہ ہے منیر نے جیو کا سوکنٹ مال او

نہ جانو سورجن ورنجن کے بات — سنپٹر کر سو بند میں او ہے کس دھات

نہیں او بندی خانہ باغی جناں — کہ جاں ہے او پیکر رنگیلا بناں

کہ جس ٹھار پیکر کا جھلکار ہے — نہ ہے بند او جاگا سو گلزار ہے

کہ جس ٹھار او مہر نوری نہال — کہ شب روز دائم ہے نت واں اجال

منور اچھے گا سو گھر ہور انگن — اچھیگا بندی خانہ جوں گل چمن

بندی خانے کے لوگ سارے تمام — مشاقت اور محنت سو بسرے مدام

کہ پیکر کوں دیک کر سو راحت پکڑ — کہ عاشق اچھیں کے اپن سد بسر

اچھے کا او نو کوں سو آرام جیاں — اپیں کرتی ہوں سب زین خوں فشاں

کہ تمگ دیک نینا اچھیں گے ٹھنڈی — پڑی ہیں منجہ اوپر سو دکھ کی بنڈی

یو کہتی تھی سر کوٹ لیتی تھی مار — بغیر رونا تپینا نہ تھا اس ادھار

کدھیں کھا پچھاڑی سو ہو بے قرار — کدھیں ہوئیں ہوشیار پیکر پکار

دو لنے جو دیکھی سو مہ کا حال — نزدیک آ مہر اس یہ کیتی کمال

کہوں گی حکایت سو پیکر تمام — ہشیار ہو پیاری توں رک من میں خام

کہ سن ناؤں پیکر سو اوڑا پکار — لگی کرنے منتاں سو کیتی لک ہزار

دو اراس کہہ دے سو کیا حال ہے — ہوا ہے کہ جیتا یا خوشحال ہے

اوٹھی بول دخانے کہ دیک مرکی دھات — نکو دے اپن عقل کوں غم کے ہات
میں تو دیکھی ہوں نینا سو پیکر کوں جا — نکھوں گی تیرے کن نہ رکھ سوں چھپا
کہ جیتا ہے پیکر سو اس وقت پر — او سے تجہ مشتاق نہ ہے سخت تر
کہ دیکھے ہوں بیٹھا پلنگ کے اوپر — بچھانا سو ستر اتھا خوب تر
کہ خدمت او کرتے ہیں ہت جوڑ تمام — کہ کتوال پیادے سو سب خاص عام
رکھے تھے سو تعظیم تکریم سنگات — کہ دیتے ہیں حرمت اُسے عید دھات
اوٹھی بول مہ نے یوں ہے سب مکر — نکو کر دغا توں سو منج سوں بجتر
کہ تحقیق کہہ توں کہ ہے او حیات — کہ یا منجہ دلاسے کی کرتی ہے بات
کہ کہہ دے کی ہے راس یا کیا سبب — تیری بات لگتی ہے منجکوں عجب
نکو منجکوں ٹھگلا توں میری دوا — نہ ہو سوں یرہ تے میں یک تل جدا
نکو دے تعریب توں منجہ اس بات تے — کہ دیتوں گی میرا جیو میرے ہات تے
نہیں پیارا پیکر تے منجہ جیو اوپر — کہ پیکر ہے منجہ جان تھے خوب تر
منجے کون پیکر تے پیارا ہے آج — منجے کر سکا ہے سو پیکر کے باج
کہ پیکر ہے جیو جان ہر دو جہاں — نکو کر توں لے بات منجہ تے نہاں
کہ سن ماہ سوگند ہے منجہ بلا — نہ کرتی ہوں میں کچھ مکر سوں حیلا
کہ سوگند نبی ہور نبی آل کی — نہ تھی بات میری یو قیل قال کی
کہ سوگند ابا بکر ہور منجہ عمر — کہی بات منجہ راس نیں کچھ دیگر
کہ سوگند عثمان و شیر خدا — کہ اس چار یاراں پہ منجہ جان فدا
کہ پیکر ہے راحت سوں ہور بے آرام — امید ہے منجہ کوئی ہوے نیک نام
کہ سن مہ عقل میں سو ٹیں آئیا — خلاصی کا رخ اس کوں دکھلائیا
الٰہی میلائے گا کہ یک وقت پر — کریگا تمن کوں سو نیک بخت در
الٰہی کا اس پر ہوا ہے کرم — رکھیا ہے الٰہی سو اسکی شرم
کہ سن مہ دعا تے شکر حق کری — توکل و تقوی سو حق پر دھری

الٰہی میں سو پن ہوں تجہ کوں اول — نہ کرسی امانت کوں توں کچہ خلل
سنی ہوں ہزاراں مسائل خبر — خدا کے حوالے کیتی نامور
امانت توں میرا سو منجکوں میلا — میرا جیو سو پیکر ہے منجہ پھر دیلا
امید حق پکڑ کر کیتی دل قرار — بغیر از توکل نہ تھا کچہ ادھار

پھول بن

۱۰۶۶ م ۱۶۵۵ء

از

ابن نشاطی

قصّہ گل و بلبل

صفت اس گل و بلبل کی اتھا عاشق سوں گل کا
محبت سوں لگا کر دل کیا تھا آپ کو فانی

منجم عقل کا دیکھ تازہ تقویم
کیا ہے بات کوں اس دھات ترقیم

نکل کر مہر ماہی کے شکم تے
ہوا یونس نمن مفروق غم تے

دیا سو فیض پھر جگ کوں دو چنداں
ہوئے پھولاں شگفتے ہور خنداں

جو تھے غنچے کے طفلاں نین کھولے
ہندے پھل ڈال کے مرغاں ہنڈولے

اُٹھیا تھا پھول کا سب ٹھار مہکار
کھلے تھے پھول جھاڑوں یو ہر ایک ٹھار

کلیاں لالے کی سرمے کیاں نشانیاں
دسے یاقوت کی ہور سرمہ دانیاں

کلی ہور پھول ہل دستے تھے اس دھات
کرجوں چھپ کو کوئی کرتے رہے بات

دسے ہاون کلی کا ہور کو لالا
دسیا اس میں لگے تیوں مشک کالا

پڑے یوں پھول میں لالے کے کالے
چرا جیوں نعل کے پیالے میں گھالے

پڑے دیکھ بلبلاں آنے لگے ہیولاں
ہندے شبنم کے موتی گل کے جھولاں

کرے سو بلبلاں سن نغمہ سنجی
لگیاں سب کو یلاں گانے کر بجی

چمن کی دیکھ ہزاروں خوش تماشی
لگے کرنے نوی مضمون تراشی

مبدل کے نیر سوں گل تر کیے لب
پنچھل پانی سوں سبزے دھلوئے مکھ سب

وو ایسے وقت شہ مجلس کیا تھا
بزم کا زیب مجلس کوں دیا تھا

دسیا اس ٹھار پریوں دو جہانان
کہ جوں فردوس میں بیٹھا ہے رضوان

یکایک باغباں یک پھول لایا
ہو کر باد صبا خوش بوئی ڈھایا

تھیا وو بوئی میں سب مشک کے سار
تھے اس کی باس میں عنبر کے آثار

نہ تھا مشک و عنبر تھا قدرتی پھول
جو تس کی باس پر مجلس رہی بھول

دوہ پھول دستہ کے ہات میں جوں
شگفتہ ہو رہا شہ پھول کے شہ

عجب رہے شاہ ہور شہ کے وزیراں — ہوئے تس پھول کے سارے اسیراں
گیا شہ پھول دیکھ اس باغباں ڈھیر — کرائے بن کوں دیون ہارے سدا نیر
دکھانیں جھاڑ ایسا کئی چمن میں — دیسیا نیں پھول ایسا پھول بن میں
اگر توں پھول کا جو جھاڑ لا گا — تو لا کر میرے گلشن میں لگا گا
تو بخشش سوں کروں گا میں مکرر — دہن تیرا کلی کے ناد پُر زر
شہنشہ کی زباں سوں جیوں وو مالی — وہ جھاڑاں کے ہلالاں کا ہلالی
سینا یو بات سور کھ بُھیں اُپر سر — چلیا پانی سخن نادیک کر پھر
جو مالی پھول کوں ڈھونڈنا چلیا سو — ہر یک چمنے چمن باد صبا ہو
کتنک دن کے پیچھے وو جھاڑ لایا — لگایا جھاڑ ہور مقصود پایا
وو مالی روز اُٹ یک پھول کوں لائے — نظر تل شاہ کے گذرانتا جائے

کہ یک دن پھول دیکھیا سو جہاں دار — دسے تس پھول میں خشکی کے آثار
گیا شہ باغباں سوں ہو کو دلگیر — رہے کی۔ پھول کا یوں رنگ تغئیر؟
ہوا ہے کیا [illegible] پھول سو بول — رہیا ہے پھول یوں مخمول سو بول
جواب اس [illegible] دیا شہ کوں مالی — "اچھو نازی تری شاہی کی ڈالی
کہ بلبل ہے چمن میں ایک کالا — سٹیا ہے عشق کا اس گل پو جالا
کبھیں آ پھول پر وو پر پسارے — کبھیں کانٹے سوں جا چھاتی کوں مارے
کبھیں چنگل سوں اپنے پات کھولے — کبھیں منقار سوں کلیاں ڈھنڈولے
کبھیں چہ چہ کرے شادی سوں ہل ہل — کبھیں زاری سوں بیٹھے جھاڑ کے تل
اسی بدلے دسے ژولیدہ ہو پھول — اسی کے واسطے ہے پھول مخمول
یو سن کر شہ گیا کر دل کوں ماندا — منڈو بلبل کی خاطر ایک پھاندا
کرو حلقیاں کوں پھاندے کے یتے تنگ — جو چمٹیاں لیویں انکھیاں تس کنے منگ
بنا یک سست کرسا ہو وہاں دام — جو سانپاں لیوے کچلیاں تس کنے وام

اگو پانی جو اس جالے کوں انپڑے — تو مچھلی کے نمن اس ٹھار سنپڑے
اگر بارا کدھیں اس دام کن جائے — تو پنکھی کے نمن واں آدغا کھائے
لے ایسی دھات کا پھاندا شکاری — ہنڈیا اس جھاڑ تل جا کر وو کاری
ودنا بلبل کو دے پھاندے میں بھلانے — کنک چھلے کے ڈالیا اس میں دانے

گرفتن و بلبل را پیش شاہ آوردن

رضائے شہ کی جلدی سوں چلے سارے شکاری مل
پکڑ بلبل کو پھاندے میں کیے محبوس زندانی

فلک یک دام ہے دانے سو تارے — کر کاماں دام کے ہیں اس میں سارے
فلک کے دام تے غافل نہ اچھنا — گئے اس کے کام تے غافل نہ اچھنا
ہے خاصا فعل اس کا بے وفائی — سدا حاصل ہے اس تے بے وفائی
صبا اُٹ کر سورج کے تیں جلاوے — ہنم کے چاند کوں لس دن گلاوے
ستارے کو کدھیں رکھنا کدھیں نیں — بدل کوں ایمن دینا نیں گھڑی کیں
ثریا ہور جو گئی بیٹھے ہیں ڈیرے — بنات النعش کران کو بکھیرے
رہے ہے یار دوجن ٹیک تن ہو — سٹے جوزا کے نمنے دن کوں کروڑ
خوشی سوں بیٹھ جو گئی یک پیارے — ہو کر عقرب الوں کوں ڈنک مارے
وو بلبل جیوں دیکھیا یکبار دانے — پڑے ہیں جا بجا اس ٹھار دانے
کیا طالع دئے ہیں آج یاری — کئے ہیں بخت مجھ سوں سازگاری
مگر کیا برج میں میرے چندر ہے — ستارے کا مرے مجھ پر نظر ہے
خوشی کا مجھ کوں دستا ہے بڑا لاب — فراغت کا ہوا ہے حاصل اسباب
وو چارا ہور محبوب مل کو یک ٹھار — ملے مجھ آج دونوں خوب یک بار
بہوت راحت سوں کھا کر آج چارا — کروں گا پھول کا بارے نظارا
نہیں معلوم اجو جارے میں دندی — گلا کریس گے بیں پیش بندی

نہیں معلوم جو اس ٹھار لا کر — رکھے ہیں زہر شکر میں ملا کر

خوشی سوں اپنے دل میں ہو کو گل گل — پڑیا دیوانہ ہو دانے پہ بلبل

گیا کھانے کو جوں وو بیگ یک یک — پڑیا پھاندا گلے میں آ یکا یک

بچارا وہ گیا جا ڈئے کوں کھانے — لگیا پھاندے میں پڑ کر پھڑپھڑانے

طمع داری بڑی ہے۔ اے عزیزاں! — نہیں کچھ خوب اے صاحب تمیزاں!

طمع داری سوں کھانے جا کو جا پڑیا — پڑیا وو بند میں آخر بچارا

طمع داری تے آتی یار خواری — طمع داری میں نیں ہے رستگاری

طمع داری کے سر تے جو اٹھے ہیں — وہی ایسی بلایاں تے چھٹے ہیں

گرفتار اس جو پھاندے میں ہوا جب — لگیا یوں گل سوں کہنے کر مخاطب

کہ، اے جیو کے مرے ساتی! سنگاتی — اے راحت روح کی اے دل کے ساتی

ترے رُخ سوں تھے روشن نین میرے — ترے لب سوں تھے شیریں بین میرے

اتھا تج دھرتے تازہ برگ میرا — جدائی میں تری ہے مرگ میرا

پڑیا ہے نین تل اندکار میرے — رہوں تج باج کیوں کر یار میرے

رھیا تھا آج تک نا بھاگ کر ئیں — پڑیا تھا پھانوں ہو تجہ پانوں تل میں

جدھر جا کر بھی آتا تھا اُسی ٹھار — تجھا تھا پلک کوں نا پلک عار

جدھر تھی توں ادھر سنگات تھا میں — ہر ایک دن رات تیرے سات تھا میں

بہوت دیساں تھے تجہ سوں مجلس تھا — ترے سایہ منے میں آج لگ تھا

میں سنبڑیا ہوں سو غم نیں مجھ کوئے جور — یہی غم ہے جو میں تجہ تے پڑیا دور

پڑیا ہوں دام میں سو نیں ہے مشکل — ولے بچھڑے سوں تیرے لہو ہوا دل

سنبڑ کو دام میں کرنے کوں زاری — دیکھت وو دولہ تے پاپی شکاری

بکیڑ غصے ستی دانتاں منے لب — غضب سوں آپنا کر دان کر طرب

دیں آیا دوڑ کر اس غم زدے پر — ستم کی آستیناں کوں چڑا کر

سٹیا بلبل پو بے رحمی ستی ہات — اسے لیا ہات پنجرے میں کیا گھات

بیتا کچھ تنگ تھا پنجرے کیرا ٹھار — سکت نیں تھا جو دم نکلے اسوں بھار
بخیلاں کی ا تھا وو گور تے تنگ — کہ تھا وو بلکہ چشم مور تے تنگ
شکاری شہ کوں آ تسلیم کیتا — وہ پنجرا شہ کوں لیا تسلیم کیتا

جڑت کے بھاکو پنجرے میں شہنشہ
رکھیا بلبل کوں مجلس میں ہمیشہ

دیدن بے قراری بلبل و پرسیدن احوالِ او و اظہارِ آں

پوچھا پنجرے میں شہ اس کوں توں کئے جو کچھ کہ جھتلا ہے
ہوا ہے کس بدل تو یوں نپٹ بے ہوش نادانی

دکھا بلبل جو وو دیساں تہیں رہئے — نپٹ درس کے دروازے بندے گئے
مند پنکھاں میں اپنے گھال لے کر — لگیا رونے کوں پنکھاں ڈھال لے کر
تپے اس پھول کوں کر یاد اپنے — لگیا رونے بلکنے ہور تپنے
کہ بولیں گے کوئی اس گل سوں یو بات — گذرتے سو مجھے حیفی میں دن رات
کہیں گے کون اس گل سوں مرا حال — ہوا سو حال میرا غم سوں پامال
بچھڑنے سوں ہوا ہے تلخ جینا — کمر بیٹھی ہے ہور پھوٹتا ہے سینا
دنیا دوزخ ہے مجہ اس حور کے باج — دسے دن رات ہو اس سور کے باج
پڑیا سو دور میں اس گل بدن سوں — ہو کر سلتے ہیں کانٹے تن یو راوں روں
یوں بن نیں ہے میرا کوئی محرم — جو بولے پھول سوں جا کر مرا غم
یوں کوں کہہ کہ اے خوش باش بالے — مرا دکھ پھول سوں ٹک بول بارے
اگر اچھتا تو بارے کا مرا تن — میں اڑ کر یاں تے جاتا کہ ہر یک فن
کہاں وو پاؤں جو میں اس تلک جاؤں — وہ انکھیاں کاں جو میں اس کا درس پاؤں
صبا اٹ یوں لگیا کرنے کوں زاری — دیکھ یک دن شاہ اس کی بے قراری
لے کر بلبل کے پنجرے کوں اپس ہات — لگیا شہ بولنے بلبل سوں اس دھات

ہوا ہے کی۔ ترا سر یوں پریشاں ؟ | پریشاں جیو ہور خاطر پریشاں

ہے تجہ میں کیا بدل بارے کی عادت | توں کی، پکڑا ہے بارے کی خصالت؟

توں کس کی نین کی خاطر ہے بے خواب | توں کس کی زلف کے بدلے ہے بیتاب؟

مرے دِھر بول توں کس کا ہے مجنوں؟ | ہے کس لیلی کی خاطر دل ترا خوں ؟

لیا ہے کوہ کن کا توں جو پیشہ | لگیا ہے کس نگہ کا تجہ کوں تیشہ؟

بھنور توں بول مجہ کس پھول کا ہے | توں بلبل بول کس مقبول کا ہے؟

دریا تے نین کے موتیاں کے تئیں رول | دیا بلبل جواب اس دھات موں کھول

بیان کردن بلبل پیش بادشاہ

بھلا ہے دکھ مرا کئی نا سنے تو | اگن کے پھول میرے نا چُنے تو

کسے کوں درد دیو دل ہیں جو ہے پور | زمیں ہے سخت ہور اسمان ہے دور

وہی جانے یو دکھ جس پر گھڑیا ہوئے | جو کئی پر ہے کے پھاندے میں پڑیا ہوئے

پچھاڑیاں غم سوں کیوں کھاتا اپے دل | وہی بوجھے گھڑیا ہے جس پو مشکل

نہ کیئے جاتا نہ آتا ہے کنے ہیں | نہ کیئے میں فائدا نا چپ رہنے میں

ہر یک تلتل ہو کر جاتا ہوں پیلا | پرت میں نیں مرا جلتا ہے جیلا

کہوں یو بات کیا میں جیب پر لیا | کہے تو بات کس سوں فائدا کیا

نین بلبل کے غم سوں شاہ کر نم | آپس کے دو کنول تے کاڑ شبنم

کیا لے غم کے بن کے درد کے جھاڑ | درنگ پو کام اپنا توں نکو پاڑ

شکر بن کھائے نیں ہوتا میٹھا کام | نہیں پڑتا ہے سچ بے مشورت کام

مرے دِھر بول اپنے جیو کی بات | کہ شاید کام تیرا ہوئے منج ہات

سنایا شہ انگے بلبل جو کچھ مطلب تھا اپنا

دیکھیا سو عشق کی شدت ہوا سو بے طرانی

دلاسا شاہ تے بلبل جو پایا | زباں مطلب کے باتاں سوں اُچایا

لگیا کہنے اول گذرے سو باتاں — برہ اس نین سوں کیتا سو گھاتاں

مرا تھا باپ سوداگر ختن کا — نہ تھا پروا اسے کچھ مال دھن کا
بڑا تھا بہوت سب سوداگراں میں — اتھا مشہور سالم بندراں میں
مناں سوں تھا روپا کھنڈیاں سوں سنا — تھیلا کھاں اشرفیاں کرڑاں سوں ہتا
قماشاں کے جدھر دیکھے بی پستے — رہے تھے لے دوکاناں پر دور ستے
ہریک کا لک کے ہریک کے اوپر مول — رکھے تھے سب نمونے کے بدل کھول
حریر و بافتہ سانو سری صاف — شعجر، تاختہ، دارائے زرباف
سمور و سندس و سرمک خطائی — سلیلی، صاحبی ہور کربلائی
خز و اکسون و اطلس دق و دیبا — خنک ہور طاش، خطئی سوف زیبا
مطبّق، نیک و سقلات و مخمل — قلم کاریاں و چھینٹا ہور ململ
پتیمبر وار چھینٹاں ہور سوسیاں — تھے شالاں خوب کشمیری و طوسیاں
بہوت نازوک ہندی بنجقولے — بہوت باریک تاواں ہور پتھلے
یونا ہو کر بھی سودے تھے دریائی — ہے جس میں فائدا دیوڑی سوائی
پتہ چلتے تھے کشتیاں ہور کھڑے تھے — دریا گرجی سوں سک کے گڈگڑے تھے
پیتے اس قافلاں کے تھے سکیناں — نہ ڈھوسک تنگ آئے تھے زمیناں
ستم دو دن جو گاڑیا تھا گرڑا وا — پڑے تھے بندراں سالم بڑا وا
کدھیں سودا لے کر جاوے عرب کا — کدھیں شیشہ لے کر جاوے حلب کا
کدھیں سودا لجاوے روم سوں شام — کدھیں جاتا بنگالے پر تے آسام
کدھیں واسط سوں جاوے سفرائن — کدھیں جاوے صفاہاں تے مداین
کدھیں تبریز تے شروان جاوے — کدھیں ہمداں سوں کاشان جاوے
کدھیں ارمن سوں جا منزل کرے طرس — کدھیں اترے جو یک منزل اچھے اوس
کدھیں اچھتا مقام اس کا سراندیل — کدھیں شیراز اچھتا ہور اردبیل

وطن گرچہ اس وو اچھا ختن میں — کدھیں دکان کھولے جایمن میں

کدھیں شیراز سوں جاتا دماوند — کدھیں جاتا بخارے سوں سمرقند

کدھیں کابل تے یو لاہور جاتا — کدھیں مانڈو کدھیں ماہور جاتا

تجارت کے بہت سودات سوں وو — گیا یک مرتبہ گجرات کوں وو

اتھا میں اس سفر میں اس کے سنگات — گھڑیا سو کیا کہوں اوس ٹھار پر گھات

مری اس وقت تھی اول جوانی — نوی انیڑی تھی مجھ کوں شادمانی

جوانی کے برس سو بیس لگ ہے — بندھے ہیں حد بڑے تا بیس لگ ہے

کہتے ہیں باضرورت تا چہل سال — بڑیاں کوں ہے سہج بیلاڑ کا حال

اتھی اس ٹھار پر زاہد کو بیٹی — بڑی یک خوب کئی عابد کوں بیٹی

چتر، چنچل، سرگ، کنتل، سہانی — نہ اس کوں کوئی تھا صورت میں ثانی

کہوں کیوں میں الک کوں اس کے سرکاں — سرک میں دل کشائی کے اتر کاں

بھواں کوں کیوں کہوں محراب تھے کر — وو کاں ہے تور محراباں کے اوپر

چندر آدھا کہوں گر تیں پشانی — چندر آدھا نہیں ویسا نورانی

کہوں کیوں اس کے میں پلکھاں کوں تیراں — ہوئے نیں کوئی تیراں کے اسیراں

نین کوں نرگساں کہنا ہے ناساز — چمن کے نرگساں میں کاں ہے وو ناز

نین نرگس کتے کا سو ہے زوری — کہاں ہے نرگساں میں لال ڈوری

کلی چنبیلی کی کر ناسک کوں بولیا — دیے تشبیہ میں ناسک کوں بولیا

کہوں رخسار کوں کیوں اس کے لالا — ہر یک لالے کے درمیانی ہے کالا

ادھر کوں لعل تھے کر کیوں کہوں میں — وو نرمی ناز کی کس لال میں نیں

دسن کوں کیوں کہوں انار دانے — اتھے اس پر دیوانے ہو کو دانے

ٹھڈی کے سار جگ میں سیب کاں ہے — پوا اس میں عشق کا آسیب کاں ہے

کہوں جوبن کوں کیوں میں تیغ تور — ہے قبے نور کے، اس پر بلا دور

کتے پھل گیند مج آتا ہے نمان — کروں گا پھول کے گیند اس پو قربان

کہاں ہے کروراں میں اس کے آثار
کمر کوں کیوں کہوں میں اس کی شرزا
سرو تھا کیوں کہوں میں اس کے قد کوں
میں سرتے پاؤں لگ اس موہنی کا
جو کوئی اس چال کو ہنس کر گیا ہے
ہوس اس دیکھنے کا مج کوں آیا
جو یاد آتی اتھی وو چلبلی منج
پیاری کا پرت پیارا لگیا سو
اول تھا حال کچ آخر ہوا ہور
لگے چشمے ہو کر نیناں ابلنے
لگیا سو بھار دل کوں باٹ کرنک
کلی نمتے ہوا دل تنگ ناشاد
دھوئیں آہاں کے ہو سر پر بدل چھائے
ہوو واوتار پدمن ذات بدلی
ضعیف ایسا ہوا اس درد سوں میں
سچ کر رہے جو کوئی تھے ہم تریاں
لگے کہنے ہر یک کئی پاکو بچھانا
جو اس کوں دیکھنے کا منجہ ہوا ذوق
ہر یک نس جاؤں اس دھن کی گلی کوں
سینے میں دم کوں لیے سانڈلے کر
نہ دیکھے کوئی تیوں آہستہ ڈگ ڈگ
تمرنگ پر شوق کے ہو سوار ہر نس
یکیلا اوس گلی میں کئی نہ دوجا

شوں میں کروراں کوں اس پر تے وار
کمر کے سامنے شرزا ہے، ہور زا
انیڑتے کاں سکت اس قد کی حد کوں
کہ تھاتیوں، کیا صفت کرنے سکوں گا
ہنسو گرتس پہ ہنس ہنس گر گیا ہے
تماشے کوں مرا دل سر اُچایا
تو ہوتی تھی سینے میں گدگلی منج
پرت کا ٹھنڈ ہور بارا لگیا سو
پرت کی چٹ پٹی مجہ کوں لگی زور
لگیا جیوں شمع ہو کر جیو جلنے
اسی پاتاں سوں بھیا دل میں ڈگ
ہوا ٹکڑے گریباں پھول کے ناد
گرم بھاپاں سوں ہوٹاں پر چھلے آئے
طبیعت کی مری سب دھات بدلی
اجل منج پیرہن میں ڈھنڈ سکے نیں
لگے دینے گواہی آستیناں
وو ہے جاتا فلانے کا فلانا
جو آیا دل منے میرے ابل شوق
بلو چھپ کر دیکھوں اس اچپل کوں
کمر کوں اپنی دامن باند لے کر
چلوں اس کا نہ تھے اس کا ند کوں لگ
پیادہ جاؤں گھر لگ دیکھنے رتس
چلوں میں چندنی کی دھوپ میں جا

کہاویں چندر بدن کے گھر طرف موں — ہر یک بنس نین کے تارے بکھیروں
ہر یک شب غم سوں وہ مہ جو اچھے جاں — دھویں سوں آہ کے باندوں کھلاواں
کروں ہر شب نیں سوں آب پاشی — اُساساں سوں کروں ہر دم فراشی
کیتک دن کے پیچھے امید کا سوُر — مرے نجتاں کے نیناں کوں دیا نور
نصیباں منجہ سوں جو آخر ہوے یار — مرے طالع کر آیا، سورک' بار
یکایک جھانک کر دیکھی مجھے نار — مرے بہر اس کے دو دید سے پرے چار
نظر کا باز اُڑیا سو اب نہ رک سک — ہوا میں حسن کی اس کے رہا ٹھک
گیا سو دشت کا آہو نکل کر — پڑیا اس مکھ کے گلشن میں پھسل کر
اسے دیکھ عشق سوں میرا جھلیا دل — ہمن دونوں کے دل رہے یک ہو مل
ہوئی سو مہربان آخر پری زاد — کروں جیوں یاد میں دو بی کرے یاد
کدھیں میں سر سوں چلتا جاوں اس لگ — کدھیں وو بی رکھے مجھ نین پہ پگ
کدھیں میں اس کے جاتا تھا قدم کن — کدھیں میرا کرے گھر وو بی روشن
کدھیں انیڑاوں میں اس گھر لیجا کر — کدھیں انیڑاوے وو بھی منجہ گھر آکر
کدھیں اس دھات سوں نیں سب گذرتے — کدھیں جا پر رہتے لوگاں کے ڈرتے
کدھیں کوئی نا سنے تیوں بات کرتے — ہلو باتاں اشارت سات کرتے
کدھیں دیکھ سکتیاں میں دیونو آتے — یکس کوں ایک نظراں میں چراتے
کدھیں دیکھیں یکس کوں ایک دیدار — بسار آنکھاں پلک کوں نا پلک مار
بہر حال اس سند سوں مل ہمیں دو — محبت سوں رہے تھے ایک دل ہو
یکایک یو خبر زاہد کوں انیڑا اُٹے — یوں اس کے دھیر جا جاڑی کوئی کھائے
نہیں کچ خوب جاڑی کا ہے جا کا — ہے جاڑی خور کا موں جگ میں کالا
نہیں آتی ہے جاڑی خوش خدا کوں — نہیں بھاتی ہے جاڑی مصطفیؐ کوں
نہیں جاڑی علیؑ کس تے قبولے — بزرگاں کوئی نیں جاڑی پوچھو
لگیا زاہد خبر سن تلملانے — آپس میں اپ جھاڑیاں غم سوں کھانے

حیا پر کا اُڑیا، کرسن کو سر پوش ہوے اس ہوش کے طبقاں فراموش
نکھیا ہے سو اٹپرتا ہے و لیکن رہتا نیں جیو روئے ہور تپے بن
پڑیا سو شرم کا گوھر نکل کر دریا غیرت کرا آیا اُبل کر
لئے دیکھ آبرو جگ میں نصیباں اچھا ہے آبرو کی آگ جیباں
کہے ہیں جیو تے پیارا اہے شرم خدا سب کا رکھن ہارا اہے شرم
ہو کر سب خلق کی کثرت سوں تنہا دو جا حجرے نیں خلوت سوں تنہا
کھڑیا یک پاؤں پر ہو سرو کے دھات پسارنے دو ہت جیوں ڈاک کے پات
منگیا صورت ہماری ہونے تبدیل منگیا مورت، ہماری ہونے تبدیل
تھے رحمت کے کھلے اس دن کواڑاں کھلے تھے فیض کے اس چمن کواڑاں
دعا جیوں تیر ہو، اس کی سحر کی سپیر میں ساتوں انبر کے گذر گئی
اجابت کے نشانے پر لگی سو قبولیت کے نشانے پر لگی سو
ہوا ہیں ماتمی کسوت سوں بلبل ہوئی زاہد کی بیسٹی صورت گل
رہیا ہے تو تے منج میں درد نا کی گئی نیں تو تے اس کی سینہ چاکی
ہے منج میں تو تے سنبل کے نمن تاب وو نرگس کے نمن ہے تو تے بے خواب
دعا سوں ختم بلبل بات کوں کر کہیا یوں مختصر اس دھات کوں کر

کہوں کیا میں تجے معلوم ہے سب
مرے سو بخت ہور تیری نظر اب

دربیانِ صورِ اصلی یافتن بمعجزۂ خاتم

انگوٹھی اسم اعظم کی پکڑ، شہزادت میں لینے
پھرایا گل و بلبل پر ہو پھر کر شکلِ انسانی

سنیا سو بات وو شہ یاد لیا کر خزینے دار کوں اپنے بلا کر
گیا، جا، اس انگوٹھی کوں لے کر آ دعا جس میں لکھیں ہیں جیوں اثر کا

اگر ممسوخ پر اس کوں پھرا دیں
تو صورت میں اوّل کی پھر کر آویں

دو شہ فرمایا تیوں جا ہیک خازن
کیا حاضر انگوٹھی کوں اسی چھن

انگوٹھی لے، وضو اوّل پکڑ کر
دہاں تے آیتہ الکرسی کوں پڑھ کر

گل و بلبل کوں شہ آنگے منگایا
دونوں پر اس انگوٹھی کوں پھرایا

خدا کے فیض سوں تھے جیوں اوّل وو
ہوئے پھر آدمی کی شکل سوں وو

یکس تے ٹیک تھے صاحب جمالاں
یکس تے ٹیک تھے روشن ہلالاں

کہے ہر کوئی دونوں کا نجھا موں
کہ یو لیلیٰ اہے ہور وو سو مجنوں

دونوں کوں دیک آیا ہر کسے یاد
مگر اسیچ تھے شیریں و فرہاد

مگر دنیا میں پھر کر آئے ہیں کیا
کتے تھے جن کو یوسف ہور زلیخا

دیکھت یو حال شہ ہو بھوت دل شاد
لگیا لب کھول ہنسنے پھول کے ناد

تجے کرتا ہوں میں کرتار سجدا
کریا شہ شکر کا دو بار سجدا

اوّل باری ہوئے ہیں پھر کو آدم
اثر کرتار ہے دوجا سو خاتم

دونوں کوں شاہ پھر دکھلانے کوں چاؤ
کیا جا واں سوں دونوں کو ملا بھاؤ

مراتب یک بڑا دے کر اسے شاہ
حضوریاں میں اسے جاگا دیا شاہ

صبا امطا شہ کی وو خدمت منے آتے
قصہ سوں روز شہ کا وقت بہلائے

بیان بادشاہ وزیر شاہ

کیا شہ اس حضوری تے یچھیں یک خبر یچ تے
کہ جس سوں دفع غم ہووے اچھے بھی راحت جانی

جو کوئی دھرتا ہے باتاں کا فراست
کتا ہے یوں حکایت میں حکایت

کہ یک نس اس حضوری کوں کیا راج
توقصہ بول کچھ سامنے آج

جو اچھتا عشق کا کچھ اس منے کام
کہ کاماں عشق کے ہیں سب تجے فام

پیرت ہور بھوگ کے اچھتا یو ذوفن
کہ یو وو لذتاں ہیں تج کوں روشن

ادب سوں شمع کے نمنے کھڑا ہو ۔ حکایت سوز کا یک یوں کہیا وو
سنا ہوں پادشہ تھا کوئی اوّل ۔ ستاریاں سوں زیادہ تھا اسے دَل
سرب دَل کا بَل اس پر تھا مسلّم ۔ بونداں مینہ کی دسیں تس دَل انگے کم
بزرگی میں سورج تے محتشم تھا ۔ اسے ذرّیاں ستی اگلا حشم تھا
وو شہ یک دیس مجلس کوئی بھرا کر ۔ جو بیٹھا تخت کے اُپرال آکر
خبر انپڑا اسے لیا ایسے میں شہ کوں ۔ کئے آگاہ آ ایسے میں شہ کوں
کہ یک کئی چین کا آیا ہے نقاش ۔ پچھیر نقش لکھ لایا ہے نقاش
سنیا جوں شہ یکا یک چین کا ناوں ۔ پڑیا غم میں پھسل کر عیش کا پاؤں
وزیر یک اس طرف لشکر لے سنگیں ۔ گیا تھا ملک لینے چین کا جھیں
خبر جس آئی تھی کئی دن تے واں کی ۔ سنی نیں گئی تھی بات اس کی زباں کی
اپس کوں جگ میں دکھلانے کوں بلکا ۔ کہاں بیٹھا ہے لے کر ملک بلکا
سپہ سالار اوپر بدگمان ہو ۔ ریشے سوں دسیا شہ جیوں کمان ہو
ہوا شہ غرق یوں اس فکر میں ہیں ۔ کہ جاتا ہے لہو جیوں میان میں ہیں
جو کئی پھیر پھیر کو بدلا وے ہے ایماں ۔ تیراں سارا اس کوں کرنا ہور قرباں
جو کئی ایکاریکس کا نا کرے یاد ۔ فلک چھیلو اُسے جیوں زنگ کے نار
اندیشا خوب نیں کر دل میں آکر ۔ ندیم یک تھا سو بولیا اس بلا کر
حکایت بول کر یک، دفع کر غم ۔ توں دل سوں ہر سنہ یو دفع کر غم

اوّل تے وو سمجھتا تھا حکایت
مناسب سات بولیا یک روایت

حکایت نقل روح

حکایت خوب یک شہ کن ہنرمندی سوں بولیا وو
سکایا تھا اسے جوگی منتر سوں نقل روحانی

قلم کرتا اہے نقل ایسے فن سوں
کرے جیوں روح کوں وو نقل تن سوں

کہ یک راجا بڑا کئی گور میں تھا
ہنر ہور فہم کے بی دور میں تھا

اتھا وو معتقد جوگیاں سوں دایم
ملے دو خاک کے جتے جوگیاں سوں دایم

تھے جوگیاں بھوت اس کے اعتباری
کرے ہر ملک کے جوگیاں سوں یاری

سٹیا تھا دوستی کا یوں وو پایا
سو یک دن ٹھیک جوگی کئیں تے آیا

لگا کاناں کوں مدرے ہور چیکری
سنگی یک ہت میں یک ہت میں کھپری

ہر یک مدرا سو جیوں سورج چندر تھا
گھلے کے ناد اس ہت میں چیکر تھا

سنگی قوس و قزح کے سار رنگ دار
کھپر تھا اس کنے خوش دل کے سار

لگا کر ایرا ایسا تن اوپر خاک
دسیاں یوں بھبیں سا جیوں ثریا ہے افلاک

اپے جا کر کوں لیایا شہ بلا اس
لگیا احوال پوچھن بیسلا اس

کہ کاں اچھتے تمیں کر بٹھا رتے آئے
کرم تھا جو درس ہمنا کوں دکھلائے

کیا جوگی، کہ اے شاہی کے ماتے
ہمیں ہیں کون آنے ہور جاتے

جو کچھ کرتا سو حق، کرتا نہیں ہور
ہے بات اس کے ہماری ذات کی دور

بہر حال اس رکھیا شہ دے مراتب
کیا گھی دود اس کوں روز رات تب

دیکھیا سو شاہ کا، جوگی بہت پیار
کیا میں بی کروں یک اس پر اپکار

منتر سکھلایا یک کاڑ کر بید
اتھا جس میں جو نقل روح کا بھید

منگے تو جسم میں ہر کس کے جانا
منگے تو پھر کر اپنے تن میں آنا

وزیر اس شاہ کنی تھا ایک کامل
ہر یک تدبیر میں تھا بھوت غافل

قضارا اس دیاں میں یک کبل کام
کھڑا سو بیگ آیا دے سرانجام

کیا شا اس یہ ہو کر بھوت خوشحال
جو کچھ منگتا سو منگ لے نیک اعمال

وہ پھر یوں شہ سوں بولیا سیس جھئیں دھر
تری ہمت سوں کم نیں سیم ہور زر

کرم بخشی تو اتنی نی کریا ہے
منگوں کیا تیری دولت سب بھریا ہے

ہنر جو شاہ اس میانی سکے ہے
جو نقل روح ازمانی سکے ہے

اگرچہ شاہ ہے حکمت منے یم ‏ ‏ نہیں قطرے سوں ہوتا ہے دریا کم
ہنر کے ہے گگن کا شاہ جیوں بھان ‏ ‏ نہیں سورج کوں یک ذرہ سوں نقصان
نظر رک مجہ کنے کے اپر شاہ ‏ ‏ عجب نیں ہے کریں تو اوس سوں آگاہ
سُنیا سو شہ سراسر اس سوں یو بات ‏ ‏ لگیا اندیشنے لاگال کوں بات
گیا میں یو ہنر جو اس کوں سکھلاؤں ‏ ‏ دِسے تیوں ہے موں میں جانسا نپیکیا آؤں
یو مایا یوں ہے دنیا اس کو آنیٹر ‏ ‏ کہے تیوں ہے سچتر آیا توں پر پڑ
بکٹ یوں ہے یو بات اس کوں دکھاتا ‏ ‏ ہے جاتی سو بلا کوں جیوں بلانا
ولے یو لیا ہوں میں ہر کچھ منگو کر ‏ ‏ حری بخشش سوں دل اپنا رنگو کر
نہ بولوں گا تو آتی ہے دردغی ‏ ‏ دردغی میں ہے حاصل بے فروغی
اگر شاہاں جو جھوٹی بات لیا نکے ‏ ‏ جگت میں کوں شاعروں کوں تپیا گے

یو پایاں سمجھ لے کر سب اول
کہیا اس سوں خدا پر کر توکل

بیان شکار کردن و سیر کردن

ہرن کے جسم میں جیوں شہ سٹیا پر دھیاں کچے میں جیوں
وہ سگ نے کینہ ور ہو کر دکھایا فعل شیطانی

ہوسنا کہ اس بچن کا اُٹھ ہوس دھر ‏ ‏ لگایا بات کے پنکھی کوں یوں پر
گوئی تے شرق کی جیوں سور کا آگ ‏ ‏ جو نکلیا موں سوں اپنے کاڑتا آگ
ہرن مہتاب کا کھایا دیکھ اس دم ‏ ‏ جو پھرتا تھا گگن صحرا میں بے غم
نکل کر باز آیا صعود کا جب ‏ ‏ ستاریاں کے اڑنے مرغابیاں سب
گیا شہ صید کا اس دیس آہنگ ‏ ‏ چرندے ہور پرندیاں کا دیکھ نیرنگ
شہی کا تاج اپنے سیس پر دھر ‏ ‏ خیال ایسے ترنگ

چلیا لشکر کوں لے سب اپنے سنگات — اتھا وو بی وزیر اس شاہ کے سات

بہر حال اس طرف تھا ایک جنگل — اتھے یاراں اس دناں میں پھول ہور پھل

نپٹ اوواٹ تھا جنگل جو کھول آنک — نہ تھا قدرت سورج کو دیکھنے جھانک

دسے وو اس روش چو پھیر چھا کر — کھڑیا ہے کیا مگر آسمان آکر

اگر بار اکدھیں واں بیس کر جائے — تو آفے سیس کوں واں بیس کر جائے

کرچھا یا تھا سو بن چار وکدھیں وو — سہادے میں دسیا سب کوں گگن وو

دسے یوں ہو کہ پھول اس ٹھار سالے — گگن پر جگمگاتے جیوں ستارے

دسے پنکھاں کے یوں اڑتے سو واں دل — چلے جیوں تول سوں پایے کے بادل

زمیں پر واں کی بستے تھے چرندے — گگن کوں ڈھانپ لیتے تھے پرندے

لے لشکر شاہ اس جنگل میں بیٹھیا — ستاریاں سوں چندر بادل میں بیٹھیا

ہوس کا درس ازبر کرن ہارے — سیہ گوشیاں کوں تختیاں تے آتارے

ہتیاں کی پیٹھ تے جھولاں کو کاٹے — چتیاں کے گل نے دیتے کھول ناڑے

سیہ گوشاں کے تختیاں بی اتارے — چرندیاں میں اجانے کو دھولارے

ہر چتیل چکاریاں کوں کرن جوڑ — لگادے تھونک پٹیاں وین ہوتی دوڑ

چیتے دکھلاکے ایسیں کر غلولے — پڑے ہرناں پہ ہو توپاں کے گولے

سیہ گوشاں کوں دیکھ وحشی سیہ گوش — ہوئے بے ہوش کر ہوشاں فراموش

کتے ہرناں پہ یوں کیتے اڑاناں — اگن کے جس روش اڑتے ہیں باناں

سیہ گوشاں چکاریاں پر پڑے یوں — کماناں تے جو تیراں چھٹتے ہیں جیوں

چیتے سب تن کے ٹپکیاں سات کالے — [illegible] یوں جیوں چرندیاں کے ہیں جالے

یک یک کوں دور تے یک یک کوں دکھلائے — بلوں نزدیک چیتے دشت جیوں نے

کتیاں کے دانت تھے بلکہ درانتیاں — چرندیاں کے تھے جنگل کی درانتیاں

ہر یک اونچی نوانیاں میں ہر یک ٹھار — جنگل کے وحشیاں کوں یوں شکار

لگیاں بہنے ندیاں لہو کی وہاں سب — زمیں لہو سوں چکر ہوئی جان تہاں سب

بڑے دیک جانور بھتیس کے ابیڑ ڈاٹ
محل تھا گیا پکڑ اسمان کی باٹ

بچانے کر اپس کوں اس خطر تے
چھپی پاتال میں جا گا تے ڈرتے

ہوا پر دیکھتے پنکھیاں کے زوریاں
چکائے پاؤں نے بازاں کے ڈوریاں

ہوس ناکاں دکھا کر اپنے انداز
کتے چمکار کر بازاں کو پرواز

کلہ انکھیاں یو تے بہریاں کی کاڑے
کنک ہوسیاں جو تھی اس حق میں گاڑے

لیونا ہو کر بھی یک دھر لوگ تھوڑے
چھوٹے کھول کر لگڑاں کوں چھوڑے

ترستیاں ہور شکریاں ملکے جھٹ پٹ
ہوئے جا کر پنکھیاں کے سات لٹ پٹ

ہوں پنکھیاں کے دکھلا دورتے موں
اڑائے یک طرف تے شاہنیاں کوں

دو شاہیں یوں چلے پنکھیاں کے دنبال
دعا جیوں کا ملاں کی جاوے اپرال

زمیں پر آئے یوں پنکھیاں سوں مل
قضا جیوں آسماں تے ہوے نازل

سینے پر نوک دھر پنکھیاں منے ٹھاب
لگے سٹنے گلے چنگل ستی چانپ

پنکھیاں کے پاؤ ہور پنکھیاں کے ٹھوسوں
دسیا میہوں ہور بارا ہو کے سب کوں

ہوا دیکہ حال پنکھیاں کا نظر سوں
رھیا کس کی نظر نا پڑ کو ڈھوں

دیکھت مرغاں کوں سارے گئے سوبھانے
چھپا سی مرغ جا کہہ قاف میانے

ہواداں کا پرندیاں سات کر صاف
زمیں واں کی چرندیاں سات کر صاف

ہوا رغبت جو گھر کا شہ کوں غالب
پھرا واں نے لے شاہی کے مراتب

کریا سو آخرا اپنا کام تقدیر
ٹلے پا شہ یک دھر ہور لشکر یک دھر

ٹہرپا شہ ایک دھر ہور لشکر یک دھر
قضا کیس گھڑی دیکھو شب اس سیر

وزیر اس باج نیں تھا شاہ کن کئی
زحل بن اس نہ تھا اس ماہ کن کئی

یکایک دیکھتا ہے باٹ میں تو
پڑیا ہے یک ہرن جیو اپنا کھو

رھیا ہے جیو سوں تن ہو کو خالی
نہ تھی کچ تن منے دم کی اکلیالی

ہلے کیوں کر کہ جیو کا کھیل نیں تھا
لیتی ساری تھی اتا تیل نیں تھا

کیا شہ تن ست اپنا اس منے جاؤں
ہنر کیا ہے سو پارے تج آزماؤں

جنگل پکڑ لاوں ٹک ہرناں کوں بارے — پھروں لے پنت سوں ہرنیاں کوں سارے

ہریک جا آہواں کوں دیکھ اکھلاوں — غزالاں کوں الیس کا زور دکھلاوں

ہوس اس بات کا جیوں من میں آیا — الیس کا جیو ہرن کے تن میں بھایا

ہرن ہو کر چلیا جوں سیر کوں شاہ — چلیا پھرنے کوں جوں اسمان دو ماہ

وزیر اس شاہ کے دیکھا جو تن کوں — سو لکھن جیو کے اس پیر ہن کوں

لکھی اس سلطنت کا دل میں آیا — حکومت کا ہوس اس دل میں آیا

دلی نعمت یو اپنے ہو بد اندیش — بدل دیکھو کیا کیوں نوش سوں نیش

نہ باقی رکھ کے ذرہ کچھ جسد میں — سٹیا جیو آپنا شہ کے جسد میں

مبارک تن میں شہ کے یو وو آیا — سنے کے جام میں جیوں زہر پایا

جسد اپنا کھڑگ سوں توڑ کر سٹ — ہرن کر شاہ کوں شتابی کیا چٹ

جو سوات آ کے اس کے دل میں داتی — مروت کی سٹیا انکھیاں میں ماٹی

نمک خواری کے اپنی سب دھرم چھوڑ — نمک کھا کر نمکداں کوں سٹیا پھوڑ

وفاداری کی سٹ دل تے صفائی — کریا صاحب سوں اپنے بے وفائی

چڑیا سو بات شہ کا پاک تن وو — سلیماں ہو چلا وہیں اہرمن وو

وو مکار اس سند سوں سلطنت لے — ہلوں وہیں تخت بیٹھا مملکت لے

چلا وو بد گہر واں تے محل میں تھی رانی کن

تیج اس کی خصالت کوں رکھی تھی الیس رانی

تھی رانی شاہ کو یک ستونتی نانوں — جیندر سورج کدھیں دیکھے نہ تھے چھانوں

تہیں پکڑی تھی وو گھر کی کدھیں باٹ — نہ دیکھی کیں پلک کے کھول کر پاٹ

کدھیں درپن میں جو مکھ دیکھنے جاتے — دیکھ اپنے نین کی پتلیاں کوں شرماتے

کدھیں ہوے کنگوی جو کھولنے بال — نمونا ہے نیچے کا کر دیوے ڈال

کدھیں نرگس جو پڑتی تھی نین تل — الیس کے کھینچتی تھی مکھ یو آنچل

سدا شاکر تھے اس کی گت پوچھیاں — سنوراں کھاتے تھے اس کی لوبیاں

وو ست کی ستونتی اوتار ناری ستیاں کا مال ست سوں رکھنے ہاری
جو دیکھی وو چلن ہور اس کی وو چال کہی خالی خلل سوں نیں ہے یو حال
کہ لگتا ہے منجے وو شاہ یو نیں سنبھالوں یار رے ممکن ہے ملک میں
نہیں وو خوب جو ہونا پشیماں سنبھالے کوئی دن تو کیا ہے نقصاں
وو کرنے کوں جو آوے سیج پر چال ہنر سوں دیوے ستونتی اُسے ٹال
غرض منڈی کے لے آوے تو وو فن کرنے بھانے سوں دفع الوقت وو دن
چڑیا سو دن پو دن وہیں بیرہ کا بھار اسے دکھلائی اپ سیں کر کو بیمار
نہ دی وو ست بھری کس بات کوں راہ پڑی برہے میں تس دن کھینچتی آہ
تھی آپس میں اپے روتی وو تپتی رہی نر جیو ہو اس جیو کوں جپتی
لگی گھٹنے وو چندر ہو کو دن رات سنو یاں تے کتا ہوں جیو کی بات

ہرن کا طیر ہو کر شہ اڑیا اپنے محل پر جیوں
پھر اک تدبیر سیتے وو دکھایا شکل انسانی

کتیک دن ہو ہرن وو شاہ بھولا رہیا تھا سب کسی سوں ہو ابولا
ہرن کے تن میں شہ کا جیو سماوں جو مشک اچھتا اسے نافے منے جوں
دل اپنا تنگ کر نافے کے نمنے گھٹے خون جگر نافے کے نمتے
جھکے تب دیکھ اپس کے پاؤں آپ تی بچکتا دیکھ اپنی چھاؤں آپ ہی
جو غم جس وقت دل میں یاد آوے ہرن کی شاخ نمنے پیچ کھاوے
نہ کرسک درد دل کس سات ظاہر عجیفتے ہوں ہر گھڑی وو شاہ صابر
بجز سایہ نہ دیک سنگات بھی کئی دریغی سوں کہے یوں دل میں ہو رہی
خدا اس کوں دیوے گا کیا بھلی یاٹ گیا ہے جن جنگل میں یوں گلا کاٹ
دیکھو اول وو کیوں خوبی سوں بلیش آ برائی دل میں ستی کیوں اندیشا
کرا اول گرم مجہ سوں دوستی کوں کیا مجہ سرد آخر دشمنی ہو
سمج نیں تھا بلا یوں لاگو بھاگا بلا میں بھاد غایاں دے کوں جاگا

بہرحال اس سندچندر روز تھا شاہ — سو دیکھا رہ میں ایک طوطے کوں ناگاہ

نہ ملتا ہے نہ چلتا سے پے ہوا تھا — تمام اڑنے سوں کام اس کا ہوا تھا

دیکھا اس شہ دل میں لایا اچے یو خوب — کہ طوطے سوں کروں میں ایسے منسوب

جو ہر کس کوں سکوں کہنے کوں مقصود — مرا اس کام میں بیگی اچھے سود

گنڈا اپنے دل منے اس بات کا ہار — ملن کے نادراواں کا ہوا سار

جدا ایک زندگانی کا کیا مست — خضر کے ناد کیتا سبز کسوت

کر اپنی روح کا طوطی یہ سایا — زمرد کے لوٹے پنجرے میں آیا

پھر اکر بھیس آہو کا، ہوا طیر — یکایک وہیں اڑا سو وو سبک سیر

شکاری کا وہاں نزدیک تھا گھر — پکڑ کر بیچتا تھا وو جناور

اسی کے گھر پوچھا ایراں اُتر یا — وہیں باتاں منے در حال آریا

شکاری دیکھ پکڑنے کوں بجد ہو — لگیا گرنے کوں پھاندا مستعد وو

تُرت راواں خیال اس کا سمج کر — اُچا گردن، مونڈی کوں اپنی کج کر

کیا یوں وو اپس کے راز کوں کھول — اٹھیا یوں وو بلند آواز سوں بول

کہ اے پنجرے ہمارے نت ڈھونڈ ہار — ہمن ایسیاں کے اپے نس دن طلب گار

پکڑنے کے بدل جیلیاں سوں رنج کوں — مشقت کھینچتا ہے کیا سبب توں

ستم آیا ہوں تیرے دام میں میں — آپی ہوا اس پڑیا ہوں کام میں میں

ولیکن بیچ توں مجھ، شاہ کے پاس — دو لک مُن میں نہ دیوے گر کم ہو یک کا بس

کر ایسا شرط راواں اس سوں ہر حال — کیا اپ سوں حوالے اس کو در حال

بچارا وو جو یک بار اس کوں پایا — لگا یوں اس کے تن میں جان آیا

شتابی سوں لجا اس، شاہ کوں دیے — پھر اپنے گھر کوں آیا مال و دھن لے

شکر ایسی وو شُن راویں کی گفتار — رکھیا حیراں ہو وو شاہ مکار

مٹھی باتاں سوں اس کا رکھ منواؤں — رکھیا اس ستو تی رہتی تھی جب تھا دلا

شکر کی اس، چھری ہے کر نہ جانیا — خرابی ہے کر اپنی نیں پچھانیا

اچھا چند روز یار سے واں وو راواں — دیکھی پنجرے میں سوں نت جھانکتا واں
کتک دن کے پچھیں فرصت جو پاکر — زباں آہستہ نرمی سوں اُچا کر
کھیا اُس دھن سوں یوں اے سرو آزاد — جوانی کا ہوا کی رنگ برباد؟
ہوا کی خم بنفشہ کے نمن قد؟ — جو کرتا تھا سدا اے سرو کوں رو
کلی کے ناد دل کی ہے ترا تنگ؟ — گل سوری نمن کی زرد ہے رنگ؟
رھیانیں زلف کے سنبل کرا تاب — گیا رخسار کے کی پھول کا آب؟
لگیا ہے تجہ کوں کس کے درد کا تیر؟ — ہوا کی غم سوں گل کر دل ترا نیر؟
ترے دو نیں کی دستے ہیں پایاں؟ — پڑے کی مہ کے نمنے کمھد یو چھایاں؟
چلے سو دل سوں اپنے مار کر آہ — دیتی پھر کر جواب اس دھات دو ماہ
کہ سب عالم اوپر روشن ہے یو بات — دلوانیں سو سہاوے کس سنلات
جو نیں جس کے اچھے کاموں میں تنبول — وہ کیوں کر خوب دستا موں سو توں بول؟
جو نا پھرتا اچھے جس تن منے دم — کیوں اچھتا، تو نخ اس کا بول عالم!
برہ میں جیو دینا بہوت آساں — ہے جینا پیو بن مشکل کہ کرجاں
پریشانی میں گرچہ میں علم ہوں — محبت میں ولے ثابت قدم ہوں
اگرچہ شمع کے نمنے جلی ہوں — ولے جاگے تے اپنے نیں ٹلی ہوں
جو طوطی تایم، اس یاری میں دیکھیا — محبت کی وفاداری میں دیکھیا
انجو موتیاں کے اپنے ڈھال کر ڈھال — کھیا سب اس کے دھر گذریا سو احوال
سنی یو بات جیوں وو پاک دامن — لگیا اس، آکے تیوں پھر تن میں جیون
سنی جو ماجرا بلقیس دوراں — لگیا اس، آکے تیوں پھر کر سلیمان
عجب کچھ دیس راحت کا اہے وو — بچھڑ کر گئے سو یاراں آملے وو
منز لیتی الپس کے نفع کا پوچ — لیتی تدبیر اس کے دفع کا یوچ
کہا طوطا وو یوں اس ست بحر سوں — حیا کے آسماں کی مشتری سوں
جو آوے گا ترے کن دو ملا جا — اُسوں یوں بول نیں ہو توں وو راجا

گماں آتا ہے تجہ پر مجہ کوں ہر چھن — کہ دھرتا تھا وو نقل روح کا فن

منجے گا ہے دیکھیا تھا [illegible] وو عاقل — دیکھا اس فن میں گر یوں ہے تو کامل

دیکھانے گر ہنر آئے [illegible] تو کافر — موی قمری کوں اس کے سامنے دھر

کرے جب سحر کوں نا ہوئے تیوں فام — وہاں تے میں سمجھتا ہوں مرا کام

حرم میں ایک دن آیا سو وو کول — سکی تھی جس روش سوں تیوں اٹھی بول

اچھل پڑ کر کہیا جھٹ آپر آ — توں کیوں منج آزماتی ہے سو ازما

موی قمری کوں لیا کر درمیانے — سئی سٹتے ہیں جیوں گئی آزمانے

ہنر کا اپنے دکھلانے کے تئیں زور — سٹیا قمری میں اپنا روح وو کور

وو طوطی اپنے اصلی تن کوں دیکھیا — جو خالی غیر سوں مسکن کوں دیکھیا

تمرت جیو کوں آپس کے اس میں پاڑیا — پکڑ کر تانگ قمری کی پچھاڑیا

سلیماں کے نمن پھر تخت بیٹھیا — خوشی ہور عیش کا لے رخت بیٹھیا

کھڑیا سو دکھ سراسر کھول کر موں — کریا اظہار اپنا حال سب سوں

دنیا پھر کر کرے سازِ عروسی — لگے کرنے کوں سارے تخت بوسی

یکایک کئی وزیر ایسے [illegible] آ — اوّل مدح و ثنا شہ کا بجا لا

گیا شہ سوں کہ ائے فرخندہ طالع — گیا بدبخت وو یوں ہو کے ضایع

جوں یک شہ بھل کو کئی عورت کے ایراں — ہوا جیوں سلطنت کوں کھو کے پامال

یوسن کر بات شہ اس دھیر کر رنج — ایسے یوں پھر پچھیا شاہ فرخ

بھولیا عورت پہ وو کوتاہ بیں کیوں — گنوایا بات سوں اپنے لگیں کیوں ؟

قضا سننے پوچھے کر شاہ کا من — لگا کہنے وو قصا شہ کے سامن

ہوا ہے عشق کا جس کوں اشارت — وو ایسے حسن کا لیا تا عبارت

گلشنِ عشق

۱۰۶۸ھ م ۱۶۵۷ء

از

نصرتی

ہوا اب ابتدا قصہ کنور منہر کے والد کا زمانہ جنن تے خوش ہور تھی جیسے بن نسل حیرانی

اول دور میں یک بلند بخت تھا — جیسے ملک شاہی کر اتخت تھا
سہے نانو بکرم جگ آدہار تس — کنک گیر سو تخت کا ٹھار تس
نہ بکرم کہ تھا وہ سحاب کرم — ڈوبیا تھا کنک میں کنک گیر جم
جواں بخت یکہ جواں مرد اچھے — پُرا و پکار پر کاج پُر درد اچھے
پتھر ہو سنا جس پرس چھانو نے — زمیں کا بل اُبلے دھن اُس نانو تے
دشیا جس کے گھر داس کی داس جم — ہوا قبال اچھے بندہ در پاس جم
دکھا اپنے طالع کی قدرت بلند — کیا تھا لگا جھل زحل کوں سپند
سعادت کے گوہر کرا مشتری — ادک بُدھ کے بازار کا جوہری
شجاعت پر اُس کے سو بہرام رام — سدا سرخ روئی منگے اُس تے وام
سورج تس جلالت کی جھل سوں جلے — چندر مہر انگے تس کے شہر موں گلے
جب اُس بزم کی چھب عروسی دکھائے — تو زہرہ ہو جیوں ڈومنی جلوہ گائے
سو غواص اچھے بحر گن گیاں کا — شہنشہ دسے شہر عرفان کا
دھرے صف میں اپنے چپ و راستہ — جتے فن میں ہر مرد آراستہ
عنایت جیسے رب بے ریب اچھے — کہ اُس دھات گنجینۂ غیب اچھے
جو خالی کریں بحر ہور بر کی کھسو — پڑے تس کے کونے میں جا یک رخن
دھرے بے گنت لشکر و پائے گاہ — جو دیا سو جتا پائدل ہور سپاہ
متی مست حلقے کے تھے بے شمار — پسینے میں جھلتے رہیں گے ہزار
ہو پرتھم نے یک چتر راج اپیں — کہا وے سو راجیاں کا سرتاج اپیں
جتے راج بھاری بدل بھارسے — لگیں فوج میں اوس کے سردارسے
سبھا ہر مُبا جب کرے داب سوں — جتے چتر دھارے تب آداب سوں

کمر باندھ خدمت میں تس صف بصف
لگا لگ کھڑے ہور رہیں ہر طرف

دھر نہار تھا سُور سا یک منظر
جنم یک روشن خاص ہور عام پر

دو بخش تھا ہر دل ریش کا
نگہبان یے کا نہ ہور خویش کا

نگر میں نوا کاج نت آئے دس
گھرے گھر بجے طبل شادی تے تس

دیا تھا خدا اس کوں سب کچھ مگر
ولے سخت محتاج تھا بن پسر

دل اس کا اچھے گرچہ سب یکہ سوں باغ
دھرے پن نت اس غم تے جیوں لالہ داغ

الپس عمر کا جب ڈوبے آفتاب
خلف چاند سا نیں سو نا تب مناب

گگن بادشاہی کیبڑا خوار ہے
یو تاریاں سے عالم پہ اندکار ہے

جفا اس اندیشے کا نہ سوس کر
کہے من میں یو آہ افسوس کر

اسی سوز میں کیا جنم کا چنار
بھسم ہوئے یک دن بھڑک دکھ کی تار

نہ دیکھے پن اس دکھ کے دریاز کو
خدا بن نہ تھا اس کوں ہمراز کو

خدا کی کرے باٹ میں خیر نت
لے نیکی دھرے بیر سوں بیر نت

سچیں اوس کے بخشش اتھو ان گنت
کرم کا مگر بحر تھا باج انت

کہ جب خازنِ شب چھپا دے درم
کرن مہر طبلک یہ دن کا حکم

تب اس شہ کے خارج مولک پار
رچیں آن کر نور تن کے ڈھکار

سدا ہر نگر کے جتے خاص و عام
ملیں شہ کے جب دان کارن تمام

دو نوں ہت سوں جڑ تخت بھر صبح یوں
کرے دُرفشاں صبح شبنم کوں جیوں

اُتر تخت جیون شاہ گھر بیچ ئے
تو مکھ دھونے کاج پانی منگائے

جو رانی اتھی شاہ کے تخت کی
شریک اس کے اقبال ہور بخت کی

ادب کی ادک شرط سوں دھن سجات
اپن طشت ہور آفتابہ لے ہات

سہیلیاں تے ہو جیوں انگے مکھ دھلائے
وہیں آن الوانِ نعمت کھلائے

بچھیں کسوت خاص ادک مان دے
بنا کر روانہ کرے پان دے

تو اس وقت وہ شاہِ عالی مقام
شہر بیچ آ شب کے لیوے سلام

زنبا اڑے اپس مکھ سوں ہر تن کے نیاو — بندھے خلق مرہم سوں ہر دل کے گھاو
شرب بادشاہی کی لیوے خبر — دھرے پیار ادک نت رعیت اوپر
رچتے بھی پڑیاں کوں کرے سرفراز — نوازے جسے پائے صاحب نیاز
صبا پر صبا ہوا ہیں سبے گمان — کرے خلق کا باؤ ایسا رواں
نکل باغ شاہی جو کھل پھول ہو — سو تب عیش میں اپنے مشغول ہو
دیکھو جاں اچھے جگ میں تس یوں کرم — تو کیوں تس پہ قایم ہے کوئی غم
نہ دیکھے تھو کوئی اس زمانے میں کاج — کیا تھا جو اُن حق کے کچ امر باج
جنے جگ میں یوں راست بازی لکھے — خدا تس کوں تیوں سرفرازی لکھے
نہ کس خیر ناچیز ہو جگ میں بس — کہ دیتا ہے داتا دھنی یک کوں کس
توکل پہ تس جس ہے ثابت یقیں — نہ رکھے تس کے مقصود دنیا و دیں
عجب ہے ہمارا دل ناصبور — جو پڑتا ہے امید سوں حق کے دور
جی حاجت جو موقوف اچھے وقت پر — وہ بر آئے جب اس کی ہو یک نظر

سبب فرزند ہونے کا جو یک درویش آگے پر
اسی کوں شہ چلیا ڈھونڈنے مسافر ہو بیابانی

عجب حق کے تقدیر کا کام ہے — نہ کس پر عیاں تس کے انجام ہے
بھلا ہے اسے تیغ سہنا بلا — خوشی دے پچھیں کر اول مبتلا
کہن ہار یو قصہ دل پذیر — کہی کھول کر بات یو بے نظیر
کہ یک روز وہ خسرو نیک فن — سخاوت تے پھر آسے دایم تمن
سو مکھ ہاتھ دھونے تے فارغ ہو سب — کیا اپنی رانی تے بھوجن طلب
وہ تب نار کندن کی چوکی پہ لال — دھری حرمت کا آن بھوجن کا تھال
سٹیا شاہ جیوں ہاتھ نعمت کے دھر — پکارا ریا تھے تل ملگ یک فقیر
لگیا شہ کوں آواز سن یو عجیب — کہ باقی ہے سائل اجھوں کیا سبب
انتر دوں پچھیا رانی نہ کرنے سوال — چلیا سامنے اس دہیں لے کے تھال

گیا جیوں جو منمو کہہ ہو چک جا امیر
نہ لے کچ بی جپ پھر چلیا وہ فقیر

کھیا شہ الیس دل میں ہے شدید کیا
کہ نہ لے چلیا بھیک ہے بھید کیا

وہیں دوڑا ئیں سیس دھر اس چرن
کھیا یوں کہ کہہ تج سوں ای شاہ من

کرم سوں ہٹک آکے پچھاں لگ اول
مجے دیکھتے پھر چلیا کیا بدل

یو شہ کے بچن سن غضب سوں شتاب
دیا یوں مٹھے لب سوں کر طوا جواب

کہ چل بیگ او جا مج چرن پرتے سیر
روائیں جو یوں پانچ کے گھر تے نیر

بچن سن یو شہ گھر مٹے پھیر کر
خجل ہو چلیا جیو کوں دل گیر کر

گیا تھا خوشی سوں جو لالہ عذار
پھریا رخ ہو سب زعفرانی نزار

چنتا غم کی پرسن سوں بازی کیا
کچھن زخم سوں پھوڑ تازی کیا

مل انجواں کے طوفاں میں شر شور سوں
اساساں کا بارا چھوٹیا زور سوں

چھوٹیا تس طوائے سوں بدھ کا جہاز
ڈوبیا صبر و طاقت کا سامان و ساز

پڑیا فکر کے بحر کی موج میں
ہوا ڈنگ ہر موج کی فوج میں

بھو جنگ تس میں بے طاقتی کا پڑیا
گلے داٹ جینڈ وا دک بس چڑیا

گیا ہوش تس بس کرے تاب میں
ڈوبیا جیو جا غم کے گرداب میں

دیکھت شہ کا یو حال لانی ہو ڈنگ
سو ہمدرد ہو دھر کے ترح کھولی انگ

کرامت بچن سوں دلاسا اول
سمج گئی یو قصہ ہوا سو سگل

دکھانے اسے دکھ تے سکھ کا کنار
نصیحت کا تختہ ستی بدھ بچار

کہی سن کے اے جگ پتی نیک فن
کھیا کیوں توں جپ میں ہلاکی میں من

نکو کچ اندیشے کے پڑ آب خیال
کمر بند ہمت سوں اپیں سنبھال

وہ درویش کوں بیگ ڈھنڈنے کوں جا
جکچ من کے مقصود سو اس تے پا

پچ فیض بخش اس ہما کا نشاں
سعادت کا جس اوج ہے آشیاں

پچھا دیکھ اندھارا اجالا تمام
ترد دکا سٹ جگ پہ جال تمام

جو یہو وہ ہما صید تج دام میں
کرے شاہ مات اس دلارام میں

توں آوے تلگ عقل سوں کر علاج
چلا توں گی ہیں نت ترا ملک و راج

تجھے تل ٹنگاتی ہوں ہیں یک جرس
پھر آوے سفر کر توں جب ہو سرس

نشانی سوں آکر ادھی رات کوں
بجا مار تب تیرا اپس ہات سوں

سنوں میں وہ گھانٹی تے آواز اگر
بولالیوں کر بہت سوں درباز کر

بچن نار جب عقل سوں کی سنوار
وہی نقش کر شاہ دل کے منجھار

ڈھنڈانا امید کر دل تے تج
لمن جاؤں درویش سوں دھر کے تج

پھرا کر سو شاہی کرا بھیس کوں
چلیا یوں وہ جوگی ہو پردیس کوں

کنتھا سخت محنت کا اپ گل کیا
سو کچکول ثابت توکل کیا

چڑھایا سو تن پر قناعت کی راک
سنگی کر لیا آہ کے دم کی ہاک

صبوری کی مُدری دیا گوش کوں
کیا چلم زنبیل ادک ہوش سوں

یوں راحت کی دنیا کوں ہرگان کر
لیا راکھنی یگ تلیس آن کر

لیا حرص کے بھاوڑے کوں بغل
جلانے ہوس کی دھونی نت سگل

اپس نفس تئیں ران کر سنگ کیا
بھبوکا کر جگانے سنگاتی کیا

دھریا خوب ہتیار کر ہات کے
گھنیری چکر تیز دعوات کے

کمر بستہ ہمت کا بھاری کیا
اٹل قصد کی ہٹ مُتاری کیا

دھرن جلد ہر کام میں تیز بات
لیا ہوش خیالاں کے چیلے سنگات

مگر پاک نعمت کی اس کھاں کوں
ہو خادم منگن پوت کی دان کوں

کر اس دھات اپس من کے تئیں مستعد
رضا لے چلیا کام پر ہو بجد

رکھیا سرو آزاد ہوبن میں پگ
لٹکنے لگیا چرخ کی باؤ لگ

رھنے تازہ سب کھ وہ یکدھیر تے
بھگانے لگیا نین کے نیر تے

دھرے ترم پک یوں جھلے دکھ سوں
پڑے پھول نازک پہ جیوں شب تے اوس

کیا قوت مٹے کوں بھوک پیاس کا
نت اپنا چ اہیں رگت ماس کا

سدا بھوک ہور پیاس کا سوں ڈک
دسے شیر تے جلد تر ہو سُیک

کرن تل اوپر خارتس ہور چمن — سبک سیر ایسیں کرے جیوں پون

کھٹا وے سو گھٹ ہو گھٹن دن کو باٹ — ہریالی یہ سوے سٹے نس کوں کانٹ

اتھی بچھیں سو نہالی ہریالی غلاف — فلک اوڑ نا نو پدر کا لحاف

بپت نس کوں دن تے پڑے جب دھنی — جلا گرم دل رہی ہوس کی دھونی

دہ محنت کا کنتھار کیئے گل پکڑ — جو نس دن کے بیوند سوں ہو گرچہ چیتڑ

ریاضت کی نت راکھ سوں مانج تن — رھیا سکھ ہو کاڑی سا روشن کنچن

مناجات میں حق کے ہت کھول جم — رکھے پُر توکل کا کچکول جیم

رکھ آسن کی راحت کوں مرگان کر — بجا وے سنگی آہ کی دھیان دھر

کہ اس نفس کا سگ جو بہر جوش لیائے — جو من بہائے تو تند اسے قوت بھائے

جو کئی نا سزا کوئی زبان چھوڑ ڈھیل — کرے صبر تئیں حلم کی دھر زنبیل

سنجل یا بلیات و آفات کے — پھر آوے چکر مار دعوات کے

خیالاں کے چلیاں سوں تحقیق کر — چلے بات مشکل پڑے جان اگر

گیا کئی ملک چھوڑ ڈھنڈ ڈھنڈ النگ — سٹیا بات کے ڈاٹ میدان تنگ

سو پیاسے تمن دھوپ کی یا سراب — چلیا دھیان دھر بولتا آب آب

ڈھونڈ یا ڈونگراں کئی سو غاراں میں جا — دیکھا بیچ بن بیچ ماراں میں جا

نہ پایا سو وہ لعل کس کھن میں پن — نہ دیکھا وہ کس مار کی پھن میں من

نہ لگیا پرس تس اجالے میں ہات — نہ ظلمت میں پایا وہ آب حیات

رھیا جیو باقیچ گھٹ کے تن — نہ دسنے لگیا آپ ایس جیو پون

ولیکن رہتی کچ گھڑی سو بیت — کرے سب وہ ثابت توکل سوں پیت

قضا اللہ یک دن خوش یک بن میں جا — لگی دھوپ سو دور دیکھیا نجھا

دسے جو من یک باغ سوں بے نظیر — دیکھت خوش ہو اچل کے جا اس کے دھیر

سو جنت ہے ہر تسار سے چھانو سچ — ہوا ڈاٹ نہ ہوئے نس دن سیج

لگے ہیں سو میوے بھرے رکھ بلند — سو رکھن بیٹھی مل کریں جم انند

گلاں سے چمن ہر منور اچھیں — سو باسلاں سوں بن سب معطر اچھیں

جنم جگ جو تھے رکھ سو گلشن کے پاس — ہورتے تھے اگر بھید نس دن سو باس

چمن بیچ جو کچھ وہ سنگ جم اچھے — سو رنگ مشک عنبر تے کچھ کم نہ تھے

سو وہ دل جلیا دیکھ آرام پا — رھیا پال پر بیس دھر تھیا لونجا

گھڑی خوب یک واں گمیا نیں جلگ — پریاں سات اوتریاں واں اُلگ

سگل بن وہ یک بار روشن ہوا — رتن کھن اُجالے سوں گلشن ہد

سورج نور سوں تس رھیا ہو سیاہ — اد کے تاب سوں جل گیا قرص ماہ

ڈریا شہ کہ آئی قیامت مگر — کہ ساتوں ستارے پڑے دھرت پر

لطرمل پڑی نور سوں جھانپٹی — چھٹی تن میں تس ہول سوں کانپتی

تلگ وہ پریاں تن سوں کسوت اوتار — گیاں تیرنے حوض کے جل منجھار

کتک وقت پرشہ جو پھر ہوش پا — اسی ٹھار بھی دیکھتا ہے بجھا

کہ موتی نکل سب صدف میں تے بھار — ڈھلکتے ہیں نقرے کی تھالی منجھار

یقین تب ہوا اس کوں یو ہیں پریاں — ہور آیاں ہیں یاں تیرنے گن بھریاں

پچھیں دل میں اپنے یوں تحقیق کر — کہ ہے ان کوں نوکھنڈ کی سب خبر

پریاں نے اوتاریاں سو کسوت سگل — ہلوں دست کر مار بیٹھا بغل

کتک وقت کو جب پریاں تیر کر — دیکھیاں اپنے کپڑیاں طرف پھیر کر

دیکھے ٹھار پر نیں ہے کسوت کہیں — دگر ہے تو خالی خلل تے نہیں

یکایک ٹھکیاں ہور رھیاں بے قرار — کہ یو کاں تے بیٹھا ہے آدھن بسار

تب ان سات تاریاں کوں یکبار آن — سیہ کر سٹیا دھر کے غم کا گران

ولیس ہیں اپیں ہور رھیاں فنگ یوں — کہ اب تیر تے جا سکے بھار کیوں

پریاں سخت عاجز ہو پوشاک بلاج — پھرا رخ کوں سر بھوئیں دھریاں لا علاج

کھیاں کون ہے توں سو کہہ بیگ بات — ہمن شرم پر جیب جو کیتا ہے گھات

اگر عیش دنیا کا ہے تج یہ بابر — یکس کوں ہمن میں سوں کر اختیار

پڑے جس پری پر ترا بول آ — ہو خوشنود لیویں ہمیں بات اُوچا
پریاں کی یو سن بات شہ دھر کرن — لگیا بولنے یوں اُو نن سوں بچن
کہ نیں آج سو دھن یہ کچھ مج طلب — پڑیا ہے مرے سر و لے یک سبب
فقیری منے گرچہ یوں آج ہوں — ولے یک بڑے ملک کا راج ہوں
سر سکھ سوں مج گرچہ دل باغ تھا — نہ تھی نسل سوں بن پڑیا داغ تھا
قضا اللہ درویش صحرا نشیں — مری یار گہ پاس چل آ یقیں
کرم کا سوا ول جگا چراغ — چپ آخر گیا داغ پر دے کے داغ
وہ پہنے کی گفتار درویش کی — کری تازگی پھر کہن ریش کی
ہیں آخر ہوا اس درد سوں لا علاج — نہو خوب جان اس کے مرہم باج
وہ گلشن کوں پانی الیس خار کر — یوں ہوکے کرتا ہوں جگ تل اوپر
ولے مج یہ دن ادک ہوتے رنج — جو کس کھنڈ کے کنج میں ہے وہ گنج
تمن رہ نمائی تے انجن جو پاؤں — تو ہو مج عیاں بے شک اس ٹھن کا ٹھانو
جو ہوتل عنایت مج اس گنج تے — غنی ہو چھٹوں فقر کے رنج تے
پریاں سن بچن یو گھڑی چپ رھیاں — ہور اپنے میں آپیں تصور کیاں
جگت میں خیالاں کے قاصد تمام — رواں کر گیاں سچ اسی کا مقام
لگیاں یو لنے یوں یکس یک کے دھیر — فلانے ہج بن بیچ ہے سو فقیر
دھنی نعمتاں کا دھی آج ہے — جسے جن ہور انس کا راج ہے
چرندے درندے ہو یک دل تمام — اسے سیوتے ہیں جنم مل تمام
اپسی ملیں اپیں خوب کر یوں بچار — کیا شہ کے سب سامنے یوں قرار
کہ اے شہ کچھ اس بات کا غم نہ لیا — ہمن کسوتاں بیگ دے ویں پھرا
گھڑی یک توں پھر بسیں دھر جمود چپک — لیاویں توں مارتیں تلک یک پلک
ہمیں ہور یک وعدہ کرتیاں اب — پھرے گا توں مقصود پا اس تے جب
یک یک زلف کا تار ہر تن اتال — جو دیں گیاں سو جیوں جتن رکھو سنبھال

وہ تاراں ملا سب ہمن تانوں سوں — حیلا نیچ ییں سب ہمن ٹھانو سوں
تو لے حسب کی ات سوز دھر آئیں گیاں — سلامت ترے ٹھار نیٹر آئیں گیاں
سنیا سو لگی شہ کوں یوں خوب بات — پھرا دی وہ کسوت وہ تاراں کے ہات
وہیں پھر کے بیٹھیا انکھیاں موند کر — تلگ وہ پریاں کسوتاں سوں سنور
اپیں گرد ہوش کو میانے دھریاں — وہاں تے ہوا میں چلیاں وہ پریاں
نہ کئیں فکر سے پل کی بستی کیاں — یقین وہم پر پیش دستی کیاں
اوتار اس کوں درویش بستی کے ٹھار — اپیں ہور رھیاں غیب اس بن منجھار
عجب جگ کا خالق سکت دار ہے — جہاں پروری جس سزاوار ہے
کہ جس کام کا نیں سمجھتا سونا نو — دکھایا وہ ویسے کی صورت کا ٹھانو

صفت درویش روشن دل کی ہور اس کی عنایت کی
ہور آوے شاہ لگ فن سوں چلائے راج سورانی

ہنرمند اس باغ کا باغباں — کرنے فن کی یوں برسوں شیریں زباں
گیاں چھوڑ وہ شہ پریاں تنکوں جیوں — وہ پایا اس سرتے تن من میں جیوں
دسیا جب نظارہ کیا جو کدھن — وہ درویش سرمست کا مست بن
مگر جگ تے گوشہ پکڑ عزم سوں — سنواریا تھا باغ کی بزم کوں
سُہیں حوض پُر سر چمن میں ہرے — طبق سبز میں جام جیوں مئے بھرے
بھتا تھا نہ چمناں میں جو گرد آب — وہ لبریز تھا جام تے نت شراب
وہی ہو ہر یک رُکھ کے تن میں اثر — مستی ہو کے جھلتے اچھے ات بے خبر
سُہاویں کلیاں یوں کنول کیا سر نگ — کو پیالے چین کیاں سے بھریاں رنگ رنگ
پیالیاں سوں خوش چنپئی جا بجا — رکھے بزم مئے بھر ہو ساقی صبا
دیکھت مئے وہ نرگس نمن نکھ بیمار — کلاں ہو کے مستی سوں رنگیں عذار
کریں خار اپس عشق کا جوش ہو — عرق بیچ رھیں غرق مدہوش ہو
لٹاں چھوڑ سنبل کے خوش بال کیاں — نگاراں ڈولیں مست چھل ڈال کیاں

کلیاں پر ٹھنڈا نیر سٹ چھب سوں ویں
ہنسا تس مکدر او نلیند یاں کے تیں

کرے بزم کوں تازہ پھر بے درنگ
دھرے جشن میں سر تے خوش راگ رنگ

ہو مطرب پون برگ کا دف بجائے
پپیہا و کوئل نول تان اوچائے

سو سُر خاں دیویں کھینچ سُر خوش گلا
کریں کُوک کوکے دلاں مبتلا

خوش آواز گنجشک مل چھب سوں سب
کلیاں کے نمٹے رنگ ہر رکھ کوں تب

لگیں ناچنے مور ہو بے خبر
کریں حال لوٹن نکل رقص پر

ہوا دھر کبوتر کولاٹیاں میں آئے
پراں جوڑ تالیاں سوں دستک کھلے

دک خاختیاں کے دلاں ہو کے چاک
اُچاویں ہر یک دم وحدت کی ہاک

بسنہار ہر جنس کے جانور
ہر یک بھانت کر نقل شیریں ثمر

پرندے درندے چرندے تمام
چہیے بن کا ہئے خانہ جن کا مقام

ہوئے خود اچھیں حال خود میں عجب
سو ہر تن وہ درویش کا رکھ ادب

زہے طبع کا صاف درویش اتھا
رہ راست میں جس قدم بیٹھ اتھا

کرن زندگانی کی راحت اتیج
اتھا سیج سنگار بے شک کی سیج

محبت کا جم تن کوں جبڑوا شراب
دیا تھا جنم من کوں مستی سوں تاب

مُوحّد ہو بن یک نہ جانے دوجا
کہیں ملحد اس جن جو دوجا پوجا

یکٹ دھیان کی دھن پہ خوش آن بیت
اتھا کنج خلوت کی عشرت میں مست

جگا کر اپس شمع سے نور کوں
رکھیا تھا سو پروانہ کر سور کوں

تو ہر صبح دیپ ہلا تا نکل
پڑنہار تھا تس نظارے میں جل

دھراپ من کے منکے پھراہات میں
رکھیا تھا الیاں رازکی بات میں

تل یک فصل و درس تے پڑتے پید دور
اتھے من تمن دل کے چک دھن حضور

خوش یک حال میں رہ کے نس دن نپٹ
ہوے غم اتھا جگ کے دھندے کوں مٹ

سمجیں کاں اسے جگ کی پروا اچھے
پچنے خط میں معشوق کوں پالے

سب اس بزم کا بھاو خاطر میں آج
ادب سوں چلیا بیٹھ مجلس پچھان

سو کر تیغ تس بزم پر تے گون — وہ درویش کوں دیکھ کیتا سرن
لگنتا لگنتا چل صف بصف — ہل اس خادماں میں رہیا یک طرف
یقیں سرو آزاد کا دھر کے ہات — کیا قائمی جوڑ چھاتی پہ بات
پون نیر کی مے کا تن میں اثر — ہو سرمست ڈولتا رہیا بے خبر
گیا بھول آپس کوں اپیں دھیان سوں — او ٹھیا جو تے بہت دھو کے ان ماں سوں
دل اس کا صفا اپنا درپن کیا — اپس ٹھار نت تس میں رہنے دیا
ہو قطرہ پڑا اس صاف دریا منجھار — صدف میں ہیرے کی کیا بستی ٹھار
سمج پن وہ درویش روشن ضمیر — ستم کی کیا کد نہ دیکھ اس کے دھیر
ہر یک روز محشر کے دن تے کٹھن — ہو گزرے جو چھ ماس یوں رات دن
ہوئی دیکھ لی شہ تے خدمت عیاں — تب یک دن وہ درویش ہو مہرباں
لگیاں بولنے یوں کہ اے شہ فقیر — تمنے سر پہ ہر دکھ سو دیکھا اس کے دھیر
یک او تار پھل ہے سو اس کے اوپر — توں کر تیغ تس پر طلب کی نظر
پڑیگا اوپر تے یوں رہ بہت پیار — وہی لے کے لینے نگر کوں سدھار
تجھیں جمع دھر کر توکل پہ دل — کر اس خرچ یک ٹھار رانی سوں مل
نہیں شک جو ہو فیض پروردگار — تج امید کے دکھ کوں آوے تو یار
یوں سن بات کر شاہ سر تے سرن — پھر یاں واں تے ہور کھو پر لکھیا نین
لیا ریا سو بہت آپڑیا تس منجھار — بجا لیا بہت شکر پروردگار
نکل بزم تے بن کمیری بھار آ — تب یک ٹھار تے ڈھونڈ کر آگ لیا
معنبر سو وہ زلف کے تار کوں — جلا تے وہ ساتوں پریاں ٹھار سوں
نکل آ کے حاضر ہویاں شاہ کن — پھریاں شاہ کوں لے واں تے دھریون
کنک سے گیر کانن سو بے جان تھا — بلا کی میں پڑ جگ پریشان تھا
مسیحا نمن اس کے تن میں پریاں — پھر یک دم میں نیا روح سر تے بھریاں
سغنواں ٹک شہ کی کہانی کی بات — چلائی وہ کیوں ملک کیا کر کے گھات

کہ جس رات وہ شاہ کیتا سفر
جرس ٹانگ آپی رات یک بام پر

محل بیچ پردے بندھائے ٹھار
کری یوں نگر میں خبر آشکار

ہوا ہے یکایک جوشش درد مند
بچن بول سکتا نہیں ہو کے مند

سدا دھیان یک ٹ پن کا دھرتا ہے بس
نننگ آئے دیکھے تو کس کا درس

جب ارکان دولت سنے یو بچن
پریشان ہوئے سب کے من جیوں پون

اسی وقت ہر ٹھار قاصد بٹھلائے
جو تھے جگ میں نامی حکیماں بلائے

چتے جاں جوسی بی سن آئے کر
دکھانے لگے سب مل اپنے ہنر

منتر ہور جنتر سوں سمجھ اس کی راس
اتارے سٹانے لگے بے قیاس

دیویں بھیج لکھ کاں سحر دعوات کے
جلانے فتیلے طلسمات کے

حکیماں بی کر داروان خوب راس
دیویں بھیج سب بی وہ رانی کے پاس

ولے دھن وہ تعویذ و طومار نت
وہ سب داروان رکھ کے یک ٹھار نت

دکھا درد کا طبع کوں پیچ و تاب
ہریک بھانت ہر روز دیوے جواب

تجھے جگ تو لیو غم نہ سہ کیا عجب
ایہیں سبتے رنجور اچھی شہ سبب

وہ کئی دن تو یوں جگ سوں دلگی اچھے
پڑے لیں تو ہر شب اننگی لیچھے

ہوا کہ صبح جوا تھا سور لال
تپیرے دکھ کے چھایاں میں چندر سے گال

اتھا مکھ سو سورج کے درپن نمن
ہوا رنگ دھر عین چندر کا تن

برہ کی جلن باٹ ہر رین نت
ستارے گرے رہنما نین نت

بہت تھی اسی دھات رانی یہ پن
برس بعد یک آئی فرخ زین

خدا کے کرم سوں وہ پھر شاہ آ
تجھے پریشانی کی گھاٹی بجا

جو یک ٹھار جاتی بیراں کر نشاں
رکھیا تھا چھپا کر جو تیر و کماں

اسی ٹھار شہ آ کماں جاتی کر
چلایا لگا تیر لس گھانٹ پر

جو رانی اتھی سال کی روزہ دار
جرس کی زباں تے صدا سن ایار

چل آپی کھولا در ہوئی سیر بس
سو پایا شہ کے درپن کی نعمت سرس

بیزہ کی قیامت کی گھڑات عذاب
گنہ گار بختاں تے ہوے حساب

بکبٹ باٹ کا لگ انگے پُل صراط
نچل سک تِل یک عقل کا احتیاط

بلایاں کی جا سخت دوزخ میں پڑ
ادِک دھوپ کی آگ میں جا بِسُر

نورا نا تن اس کا جو تھا عینِ ماہ
ہوا تھا وہ دیجور شب تے سیاہ

سو ہونے میں تِس پر خدا کا کرم
وہ رانی ملگ طبع فرخ قدم

دی بھوما نِ مل جب کی گت تے اسے
پکڑ ہت نکال اس بہت تے اسے

دھرن جنتِ عیش کے کام میں
لیجا حوضِ کوثر سے حمام میں

لباسِ گدائی کو کر تن تے دور
دُھلا آنگ تس تن کرے رشک حور

پنا کسوتِ تازہ تن کے منجھار
لیجائی آرم بسار مندھر سنوار

سنوارا بیس کھولی نہ لگ موج نین
پھر آ بیس ملی ہو کے جیوں حورِ عین

لے بھو صدق سوں ناؤں کرتار کا
نکالیا وہ شہ میوہ او نار کا

دو لوتِل وہ امید سوں بانٹ کر
کیے خرج سکھ سیج پر نار و نر

جو تھا گن نول شہر میں نیسان کا
ہور اس نار میں بحر عمان کا

جو بادل خوشی کا مدن رت سوں بھر
برستے وہ گلبھیر دریا اُوپر

خدا کا کرم ہو کے تب بے شمار
جمیا دُرّ مبارک صدف کے منجھار

نول سیج پر یا کے رنگ رس گھنے
لگے تب یکس حال یک پوچھنے

جو یچ کام اوّل تے آخر گھڑیا
وہ سب کھول شہ سر تے قصہ پڑھیا

دیکھت لیج اُدک شہ کے ہر بین میں
لے آنے لگی نیر لیس نین میں

کیا شاہ نے جب وہ قصہ تمام
لگیا پوچھنے پھر کہ اے نیک نام

ترے پر بی کیا تھا سو احوال اول
چھپیا تجھ نکو راز کا گنج کھول

کہ مج بن اتھا کیوں نیوا احوال جگ
چلیا ہے لو کیوں راج کہہ آج لگ

بچن سن کے وہ نار گلبھیر من
لگی بولنے کھول اپنا بی فن

کرن قصہ اظہار تس رنج کا
کھلے در تد او ی کرے گنج کا

نکالے سو تِس در کوں کر پیچ باز | بھوجنگ سا تِس دھن کا قعہ دراز
دیکھت زہر آلودہ شہ قصہ سب | ہوا دنگ بے ہوش ادک لگ عجب
تردد یہ اس کے بیٹھا مرحبا | دیا [illegible] سوں چھاتی لگا
پیتے مِل دونوں حظ سوں بھر جام جب | سوے سکھ سوں کر دکھ فراموش تب

بیانِ مجلس آرائی و آنا تخت پر شہ کا
وہ شہ کوں دیکھتے ہوئی سو جگت کی جگ میں ہلال

صبا شرق کے پال کے پل تے تھوک | نکالیا جو کنچن کی جیب تم تے کوک
ابلتا نکل نور کا نیر تب | ہوا ریز عالم میں جوں دصیر سب
تہی تھا سو یو جگ کا حوض غدیر | بھریا شش جہت سر تے کنچن کا نیر
سیاہی کو چھاتی تے دھویا فلک | زر افشاں کسوت تے پکڑیا جھلک
کواڑاں کھلے خلق کی نین کے | دھرے سُد جو نخوت تھے رین کے
ہوا سُو صبا سُن یو مژدہ نول | بجے شہ کے دربار طبل و دُہل
ہوئی بات مشہور یوں خلق دھر | کہ شہ خوب ہو آج لیتا ہے نیر
سنی سو خبر یو خوشی کی سعید | ہوا سر تے عالم یہ یک روز عید
تنے تن پہ ہو تہے نوے کسوتاں | گھرے گھر ہوئیاں مستعد نعمتاں
خوشی کے ہوئے بانگ چاروں طرف | ملے سب نجھنے ہور بڑے صف بصف
مگر یو خوشی عیسوی فن کرے | کہ جیو ہر خوئے تن میں سر تے بھرے
لے عالم کوں ارکان دولت سب آئے | محلے محل خوش آرایش کرائے
بچھانے بچھا جا بجا ہر محل | دکھائے زنگار رنگ گلشن پچھل
بھنور جگت کے جیوں پر پلک کی پسار | پڑیں تس ادپر تو رہیں سُد بسار
ہر یک جنس باجے لگے باجنے | دمامے لگے گاجنے ساجنے
شکر شکر کی خلق کوں ہر گلی | لگے بانٹنے لاڈو راج ات بلی

ہوا انجمن جگ تے جب زیب دار
بیٹھا شاہ تب آ کے مجلس منجھار

تھنے ہور بڑے دیکھتے رت کا مکھ
کیے جیو بلبل ادک پا کے سکھ

جو تھے روزہ سب درسنیاں کے نین
ہوئے سیر سمجھے کہ ہے عید اپن

کرن شاہ نظارہ ہر یک سب
تماشے ہونے لگے ات عجب

خوشیاں سوں بٹے ڈھال ہور گج متی
یکس یک سوں جھوجن لگے اپ مستی

بھڑے سینگ سنگ کا وہ ہمدست ہو
ہرن چھٹ چیتیاں اپر پڑے دست ہو

کبوتر کیے باری آ باز سوں
پیے جوت سورج کے پرواز سوں

جلیج جس منے تھا سو کامل ہنر
رجھائے دکھا شاہ کوں سربسر

پچھیں شاہ عالی نظر بے گمان
کیا جگ پہ سورج نمن درفشاں

جڑت ہور جواہر ترنگ ہور ہتی
ادک جگ پہ بخشش کیا جگ بتی

وہ کان دولت جو ہمدرد تھے
جو اس دکھ کی گرمی سوں دل سرد تھے

وتیاں کوں بی شہ کرتے کر سرفراز
گھنے ملک و دھن دے کیا بے نیاز

چلے دل جو نہ سہہ کے غم کا زوال
زمانے تے تھے سو پریشان حال

وہ پا چھاؤں شہ کے کرم کی اپار
منگے حق کنے یوں دعا ہت پسار

کہ یا رب بلند چرخ تے بے نظیر
توں اس دکھ پہ بھیج اپنی رحمت کا نیر

کہ سر سبز ہو جم یو دکھ نام دار
دھرے زندگانی کا خوش میوہ یار

کہو کوئی بی دیکھیا جو داتار پاس
منگیا ہونے ان نیں پرو یا ہے آس

جنے صدق تے حق سوں حاجت دھرے
وہ بے شک رواں سب وہ مطلب کرے

بیاں شہزادہ پنجیا سو ہور اس کا ناؤں منہر رکھ
جنم کا لکھ پتر دیتے جو طالع کھول کر گیانی

درافشان غواص بحر سخن
نکالیا ہے اس دھات دُرّ عدن

جو خوبی سوں پورے بھرے ماس نو
بدھیا وہ گہر بحر میں چھب کی تو کی

سعادت کا ہو وقت غوّاص جب ۔۔۔ نکالن منگیا جگ میں گوہر عجب

قبیلے پہ سب شادمانی ہوئی ۔۔۔ زمانے پہ پھر نوجوانی ہوئی

ملیا خیل خانہ وہ رانی کے پاس ۔۔۔ شکل جاو کرنے لگے بے قیاس

اوپچ کی گھڑی بوجھنے تیں تول ۔۔۔ منجم ہو تے بھار حاضر سگل

ہوئی دائی حاضر نزول دعا کی ۔۔۔ ہنر ور سعادت بھرے بات کی

جو تربیع و تثلیث کے گھرا تھے ۔۔۔ ستارے وہاں سعد سب بھرا تھے

گگن سعد تاریاں کی تاثیر سوں ۔۔۔ ہوا تھا ادک لوح تکسیر سوں

جو تھے نحس اکبر سو وہ بے گماں ۔۔۔ ہوے سعد با سعدیت کا قراں

ایس تخت پر چڑھ دھر شرف آفتاب ۔۔۔ جگت پر کیا تھا کرم بے حساب

اسی پیچ پاکسوتاں بے بدل ۔۔۔ ہوے تھے سگل جلوہ گر کوہ و تل

نویلا رنگ آمیز ہنگام بھیج ۔۔۔ بچھایا اتھا بھیں پہ پھولاں کا سیج

خیاور بی ہر جنس ہر بھار میں ۔۔۔ گمیں رقص و نغمے سوں گلزار میں

سو ویسے سعادت بھرے وقت پر ۔۔۔ تولد ہوا شاہ کے گھر کنوَر

سمجھنے منجم گھڑی وہ سرس ۔۔۔ سہیلیاں جو جتیاں اتھیاں دھر جرس

بجایاں جرس جلد اُسی وقت سب ۔۔۔ لیے لکھ منجم اسی پل کوں تب

سکیاں دیکھتے اس نول سور کوں ۔۔۔ انکھیاں سب کی موچیاں گیاں سور سوں

کیا نور تد جگ میں ایسا جھلک ۔۔۔ رھیا ہو کے ظلمات جو تھا فلک

کتے وقت کوں جب دکھیاں ہوش پا ۔۔۔ سٹیں کر کے جیو کے رتن رونما

خوشی کی خبر جیوں کرشمہ پاس آئی ۔۔۔ چھو گیا خوش ہو یوں تن میں کسوتے مائی

ایپں اٹھ کے آ دیکھ اس سور کوں ۔۔۔ دیا روشنی نین کے نور کوں

ہوی ریزگیوں دائی پر نور تن ۔۔۔ جو اس کن منگیا کھول دامن گگن

کیا سکھ وطن واں عزیزاں کی سار ۔۔۔ گیا دکھ سو دندیاں نمن جگ تے بھار

دمامے یو شادی کے گاجن لگے ۔۔۔ ہر یک بھانت باجے بی باجن لگے

سکر بانٹ کر شکر دی بارگاہ · گنایا بڑی میزبانی یو شاہ
ہریک خلق پایا نے تے عیش و ہو · ہوا عید نوروز پھر یک نوا
پچھیں شاہ پھر آ کے مجلس طرف · بلایا انگے سب نجومیاں کی صف
جو سر تس میں جس نانو تھا گن ندھان · جسے حل اتھا زیچ و پتک پران
کیا خوب تر دھرا ایس من کوں ٹھانو · رکھو شاہزادے کا یک سعد نانو
پچھیں خوب تقویم پر دھر نظر · رکھیا نانو اس کا سو منوہر کنور
پچھیں اس کے طالع دکھا کر خیال · ہوا خوش سچ بخت میں بے مثال
قوی بخت کا تس ستارہ دسیا · شہ یک جیتر کا ہونہار دسیا
جیسے مان نو کھنڈ کے راج سب · دیویں کے رعیت نمن باج سب
کریگا جہاں زیر شمشیر سوں · پھر آوے فلک تیں جو کچ پھیر سوں
خوش اس کی عدالت کمیری دور میں · اپر سے نہ حال یک رتی جور میں
نہ اس امرتے تھا اس سکیے یون · نہ جیر تھو خاک بی دھر سکے کوئی گگن
نہ دیکھینگے تس ظلم سیتے کدھیں · بھتے نیر پر کوئی چین جبیں
کریگی زباں قید اپنی اگن · نکر سی بہم کچ بی تس امر بن
ہنر کا تو دریا وہ سچ آئے ہت · نگاے سو چودہ رتن پھر سکے مت
اتھا گرچہ بے مثل یوں بخت ور · ہے اس سر وِس آیا اٹل ایک خطر
کہ چودہ برس دس یہ یک ماس ہو · خطر ہونے بار اتب اس پاس ہو
اوجاوے بلا کے جو خطرات دھوں · چلے اڑ کے یو باغ شاہی تے یوں
پھریگا سو بچاں سوں کئی ملک پر · بھو لینگے خوش اس روپ پر کئی بھنور
پڑینگی گھنیری بپت کے زوال · پھر آوینگے اس گل کوں کملا کے حال
سلامت ولے سب کے ہاتاں تے پھیر · پھر آوے ہو پرورده اس بن کے ڈھیر
ولیکن سو ہے لادوا یو بلا · کریگی سو پر جاں اسے مبتلا
منجم یہ جو عین تھا نو بہار · یو باد خزاں پایا ہوا خار زار

سو ہو تیج احوال اس کا تغیر — پوچھیا شاہ درحال دیکھ اس کے دھیر

کہ اے گن ندھاں اب کتا مج سوں ٹک — یکا یک تجے کیا دسیا سکھ میں دک

دہیں شہ کوں تسلیم کر گن ندھاں — جو طالع میں نکلا سو کیتا بیان

جلنگ بخت کی اس کے سنتا تھا جس — اسی سنگ چڑھتا دسیا رنگ رس

وہ جب آکے اپڑے خطر کے بچن — مکدر ہوا او و بج شہ کا بی من

مجالس میں تھا تب حکیماں کا صف — نہ سک پوچھیا دیکھ ان کی طرف

کھیا کیا ہے دنیا ستے وہ بلا — دوائیں جو کوئی اس سوں ہو مبتلا

حکیماں ایس من میں خوبیں بچار — سو وہ عشق ہے کر کئے سب قرار

کہیا شاہ پھر یوں کہ اے خوش مقال — رکھیا جائے کس فن سوں بی یو سنبھال

جو ہے یک سہاس پر خطر کا برس — وہ ہر کیوں توں بی سہتے ٹلتا ہے بس

کھے تب حکیماں کہ کئی دھات ہیں — نپاتے سو وہ عشق کی ذات ہیں

اول سب میں ہے خوبرویاں کا سنگ — خوش آواز خوش رقص خوش لاگ رنگ

کتب عاشقاں نہ بی لے آئے عشق — رنگ آمیز ہر جنس سر جائے عشق

بھی ایسیچ کی دھات کر تبد آج — رکھیگا تو یو عقل کا ہے علاج

حکیماں کہے سو دانشنہ کے چھند — کیا شاہ ہر یک بچن وہ پسند

کھیا یوں نکھوں کر کہ جگ ستے نہاں — نہ دیکھے کدھیں خواب میں آسماں

جسے ایسی کنک بھیتے ہوتی نہ ہوش — تو کاں کر سکے عشق تس من میں جوش

مجالس کوں یک دہرتے کے سرفراز — کیا اس تردد کیری درکوں باز

بیان اوجلا سنوارے محل جال اکھ منہر کوں
لگے تھے پرورش کرنے بلاتے کر نگہباتی

سٹن ہار خوش طرح یو بے بدل — کھیا ہے سخن صاف یوں پر محل

منگیا شاہ جیڈل ککلوت سوں — چھپا پالنے آپنے پوت کوں

بندھانے محل صاف خوش طرح کا ۔ کمت گاہِ عشاق ادک فرح کا
بلایا وہ گل کار کل کاروان ۔ بڑای بڑای کی صنعت گران
ہنرمند فرہاد سے سنگ تراش ۔ دھرن ہار ایس فن میں شیرین تلاش
لیے خشت ہور گچ کوں چونے کی ٹھار ۔ زواد و صدف ہور بلور آب دار
اگر ہور چندن کا چوبینہ پاک ۔ پتھر تس میں بلور کے تاب ناک
بنا کاخ فرخ گھڑی یوچ کر ۔ ہٹے بانٹ بھر رنگ خوش صحن پر
بندلے پلشیہ ورخوش خوشیاں سوں تمام ۔ طلبیاں کی مُرتی دھر نہار بام
چھجے کھن کے منڈوے بلند سر گگن ۔ سفید آبگینہ ڈھلا سے انگن
چمن چوترے صحن میں سیج لیے ۔ گلاباں کے گل کے سیج چوبچے
پیا صاف الماس موتی ملا ۔ گلا وا کیے ہور دیے یوں جلا
چلا خوب پا جیوں وہ روشن ہوا ۔ چندر سور کا عین درپن ہوا
دِسے دن کے پر تو تھے توں تمام ۔ گگن ہور سورج تس میں جیوں جم کا جام
لگے نبی کوں یوں عکس ماہ و فلک ۔ چاپیلہ کر میں جیوں جاپ یک ڈھلک
بنائے وہ جیوں آرسی سا محل ۔ صفا صدر تس میں کیئے بے بدل
پلنگاں رکھے جڑ الماس کے ۔ بیات اسی گل ہیچ کاشی کے
صنعہ براں و کرسیاں دھرے ٹھار ٹھار ۔ ڈولارے ہنڈولے لگے زیب دار
صفا سیج ہر یک جو تھی دلفریب ۔ پر تو کی تھالیاں سوں تھالاں کوں زیب
پلنگ پوش اندھیار پان پردے تمام ۔ وتیاں کوں بی اجلے تھے تھاں پہ کام
طواسیاں صفا صاف تکیے تمد ۔ اچھے لوٹ پا لشت اچھے بے عدد
جیسے شمع فانوس اس میں انوپ ۔ بلند عود سوزاں و پہری سو ٹپ
دھرے طرف ہر یک جلانے کوں شام ۔ شفاف و بلوریں و چینی تمام
دھرے نور پر نور ہر ٹھار صاف ۔ ہن او جلیچ کوئی زنگ نہ تھا بے خلاف
گگن کی نشانی بی جانے کوں چھپ ۔ دیئے جو رڈاگن بھر کے اجلے منڈپ

سنوارا گیا جب محل یوں تمام ‏‏ — دیے شاہزادے کوں تہواں مقام

اچھے سو جکوئی سرخ زرباف پوش — سو اُس پاس جانے کوں ہوئیں صفاپوش

جو ہر بست شہزادہ کارن کیے — امولک رتن صاف تس میں دیے

چھپار کھر کے پھل پھاٹک کے پاؤں سوں — لگے پالنے نت بہت چاؤ سوں

ہر یک دن صفا نور تس تے ملا — دھرے پہلے چندر تے چڑتے کلا

ہو ماں باپ تس سور کے درسنی — سدا سیونے تیں مجوسی بی

نہ دیکھے لگ اس حسن کی بھان کوں — ملیں نانہ تلک چک وہ ان پان کوں

ہر یک دن کا کر شکر پروردگار — کریں خلق پر روز گوہر نثار

برس چار پر چار دن چار ماس — سو ہونے میں لیائے معلم کے پاس

کنور تھا نپٹ بحر عرفان کا — ہر یک موج تس فوج گن گیان کا

کہ جس علم کے ابر تے بوند آئے — دھر اس من کی سیپی میں سکر دکھائے

کیا علم تحصیل ہر بھانت کا — ہوا خط بی مشہور تس ہات کا

سکھیا سب بی ترکش بندی کے ہنر — ہوا گوڑسا دن میں رستم تے ور

سو ہر یک ہنر میں سیورن ہوا — اپن یک کہ لکھو بھار بھنجن ہوا

پن یک تل نہ تھا فہم دنیا کا بھاؤ — پو عالم میں ہوتا سو کیا مکر و داؤ

سدا شاہ یوں گرچہ فرزند کوں — کیا پرورش ات چھپے چھند سوں

جو نکلے تھے پن اس کے طالع میں گھات — سو بھا بھول انپڑی یکا یک وہ رات

جو کچ حکم نازل ہے تقدیر سوں — پھرا کون کرتا ہے تدبیر سوں

شہ کی کنگش ہے وزیراں سوں جھنجھاراں لے دیک
کئے فوجاں جو غنیماں پو تعین ہم سوں اٹل

جو یک روز فرخندہ فیروز تھا
ادک حسن میں رشک نوروز تھا

یک بیک روپ لے دھرت ہور آسماں
ہوا تھا زمین و زماں نوجواں

ہوا دیکھ گلشن میں پیر مردگی
دیئے تھے مسیحا ہو پھر زندگی

قبا ابر کی بر میں پینا گگن
کرے تھے ہرے تن پہ کسوت دھن

صبا کر کہ مشاطگی خوب ادیک
سنواریا ہر یک بن کی محبوب ادیک

صفا کا لوے بن کی چوندھر جیوں
دِس آوے نظر میں او دیکھے تو یوں

کہ بینی ہے محبوب رنگ رس بھریا
تلکٹ کے کنارے کا والا دھریا

زمیں لے کر گلشن کے مکھڑے کوں کھول
ہر ایک پھول لبست بینی اموُل

چمن مانگ سنبل پٹیاں میں چھوڑا
بندی جعد ریحاں کا سبزہ جوڑا

کرے تیل شبنم کوں کر ملکہ منجن
ڈبل تے بنفشے کی پینی انجن

دیا سب کو رنگ پان کا لالہ لال
دسیا نقطہ مس دانت چھلنی کا خال

ہوے سیونتی سیس پھول رتن کے
گل اورنگ کاری ہے یا قوت کے

دسیا زیب و خوبی سوں ماتھے اپر
ٹیلا یا ج دیا قوت کا خوش نظر

دسیں پھول سرنے کے جھمکے الگ
رہے بالیاں ہو کہ نیچے ڈھلک

کرن پھول خوش گل قلنفر ہوئے
چنبیے آن کھلے کانکے در ہوئے

گل افتاں جڑت کے ہیں جھال
کموں ہوئے بل کری میں کے لال

جو بنا پر کی جالی دسے جیو کی بیل
مکٹ مال ار کند کے غنچیاں کے جیل

رہیا ہو درس دیکھنے بار بار
گل چاند صاف آئینہ تاب دار

طرح پان کا پھول فالج ہوا
چوا پھولسری کا چہ راگج ہوا

بانے مسد رنگ بنا میں خوباں کے قد
کریں نازنی سرو خوش لاف بد

گلاں سوں تو یوں جلوہ کریں اینک | رکھے تھے وہ جی خوب میویاں تے انگ

سیہ ابر ہو نور برسیا سو تند | ہوئے سیب اس صاف پانی کی بُند

جو دا کان کے خوش رنگیلے دسیں | منور قندیلاں کے جھبیلے دسیں

ہوا حقہ لعل ہر یک انار | دسیں جامنیاں عقد نیلم کے سار

بھریا کوزہ ہر آنب کا نیرسات | جھوئے بین بین بھاکر آب حیات

لبالب دسے جام میں خوش گلاب | ٹپکتا ہے انجیر سوں شہد ناب

ہوئے شالواں شربتی کم کمی | لباں نرم کھرائی تے قندی جمی

پھلی جل میں شالو کے کھرائی ٹھنڈی | جمبتے جوں کہ امرت دہی کی ہنڈی

بھنسی طرفہ صندوق ہے خانہ دار | بھریا میوہ ہر خانہ بھتر دل بہار

کلیاں پر دکھیں انہی اتفاق سوں بند | ہر یک نارنگی کے جھبیلیاں تے گنبد

جو بن پر ہوس کر تھنیاں جنجلاں | دیکھیں ترک کو جوتی میں امرت بھلاں

ہر یک موز کی چھاک چپے پر ہوڑ | دیکھیں دلبراں اپنی انگلیاں جوڑ

ترشی ہور شیریں جو خوک دسے | ہرا بروے محبوب بے شک دسے

بنے دیک بن کے بنے خوب دہات | منگے شاہ گنتے کوں خلوت سنگات

زہے شہ کا خلوت سرا دل نشیں | گلستاں سوں ہے صدر مخمل زمیں

چندر جیہ بچیا پر چمن صد گلن | رنگا رنگ تارے دسیں پھولبن

شہنشاہ نس ٹھار فرما کہ صدر | گگن کا رکھے تس نشیمن کوں قدر

دیکھت تخت پر شہ کوں خوش سار ہوں | بڑھا وا بینکی گاتے آواز سوں

دل و جاں سوں بچن بھول کے شاد لیں | نظر ہور نیج سوں لیا رنگ رس

کھڑا انبہ اقبال ہو شہ کے پاس | کرے خدمت آ بچھن ہو کر داس

فلک دوڑ نے شاہ کے حکم میں | کھڑا کہکشاں سوں کمر بند ابیں

گئے آ کے عمرا حضوری تمام | کھڑے خرمی ہو دھر اپنے مقام

دو رستہ کھڑے صف بصف آ دیر | تنے مست گج ہور گنتے نرہ شیر

جکوئی تھے سو مخصوص درگاہ کے | ہوئے مجلس شاہ جم جاہ کے
کہن پیر و برنائے نوخواستہ | ہر یک فن میں ہر مرد آراستہ
یک یک آصفِ دہر والا لقب | زمانے کا لقمان و عالی نسب
ہر یک بو علی خوب تدبیر میں | نہ بوزر جمہر ان کی تقریر میں
سرب پائے سو تربیت شاہ سوں | سب انپڑے سو شہ ہت تے جم جاگوں
کتک وقت کوں شاہ و ملک دکھن | کتے خاص خلوت کے خوش انجمن
ہوئے دور نا محرماں تب تمام | رہے ملک کوں دین ہار انتظام
ہر یک مرد مخصوص اخلاص کا | وہیں پیش خدمت میں شہ کے ہوا
ارسطوئے دوراں چہ کہنا جسے | تو او عین عبد المحمد دسے
سہے بات جس حل عقد شہی | سکت ملک کوں جس کی کار آگہی
زہے رائے زن رائے سوں لے مدد | یوں پر بند نہار حکمت سوں سد
بڑا دوربیں چشم خورشید کا | ادکہ نکتہ داں جام جمشید کا
دیوتہار کر عقل سوں بے نفاق | کبوتر میں ہور باز میں اتفاق
بلسیا آئے جس عہد پر ساؤ چور | دیوے عقل و لشکر سوں شاہی کوں زور
حق آگاہ و حق بیں ادکہ حق پسند | عقیدت منش شہ سوں اخلاص مند
اچھے نیک نفسی جم اس جیو سوں مل | نظر میں امانت دیانت ہیں دل
سکت جس دکھے دل کو آرام بخش | سخن نامراداں کوں نت کام بخش
سپہر سخا مہر فیض و کرم | دسے بحر دل موج تس کف ہے جم
جم اس ابر بخشش کو یا زندگی | دیوے علم کے باغ کوں زندگی
فضیلت کے تن کا ہے جیو جس کی ذات | ہر یک علم کوں ذہن تس کا حیات
طبیعت تے جس بات میں رس بھرے | من امریت شیریں سخن سوں کرے
کھڑگ جس کے ہت جس کا فرمان ہے | ترنگ پاس تس ملک میدان ہے
گنیا رہ پہ جس صدق سوں دل کے دھاؤں | کریا اپنا ناموس رکھ شہ کا ناؤں

اسی صف میں تھا آصف نامدار — دکھن کا سپہدار عالی وقار

حکومت وزیر شہ کامراں — مسمی محمد اخلاص خاں

کہ خوشبو ہے ریحان اخلاص کا — خلاصہ ہے اس گلشن خاص کا

جتے رازداراں ہیں ات مختصر — مقرب شہنشہ کا ہور معتبر

جواں مرد خوش خلق و نیکو نہاد — بلند بخت اقبال عالی نژاد

دکھن میں زرگی کوں تس گھر ہے ٹھانوں — جلنت میں ہے تس جگ میں تعب کا نانوں

دھرے دل میں جس لکتے دولت مندی — کرے فخر تس ہت تے ترکش بندی

دیوے بحر دل جس کا بادل کوں آب — لیوے تس جلالت تے بجلی نے تاب

دھرنہار جم قرب شمشیر کا — نہ سر پنجہ ہوئے تس کے سم شیر کا

دھرے فوج شیراں کی یو شیر مرد — کیا جس پہ دہم تس کیا مار کرد

کھڑگ رن میں کھینچے تو جب یو شجاع — سورج پنبہ نمتے جلے لک شعاع

بڑے نام و ناموس و اوشان سوں — فدا کام پر شہ کے نت جان سوں

انتھا خان شہزادہ خدا جس مدد — علی کا خلق مصطفی جس کا جد

بھڑ آب ہو جائے جس باک تے — چھپے سنگ میں آگ جس دھاک تے

لکھیا ہے فلک جس کے پیچھے ہیں جس — کھڑک دیکھ جس فتح پاوے امس

نکو طبع و خوش خلق و ہمت بلند — قوی بل سوں بازو کے اقبال مند

جکوں ملک در بستہ تھا سپے کلید — اسی فتح کوں رہنما یو رشید

سٹنہار او کھیل ایس جیو پہ ہور — مخالف کے دل کا طلسمات توڑ

جب آتا ہے شہزادہ سوں اودھان میں — اپرایت لیوے اتد کی ٹھاں میں

کواتے جو تھے گج ہتی اہل نغز — سٹیا پنجہ سٹ کا ناتی سرتے مغز

نظر شہ کی جاں وہاں ملک تس گذر — رکھے واں قدم جاں چلے نا نظر

اگن کا جو جھگڑا ہے تس فوج جاں — زباں آگ تس تیغ آتش فشاں

پڑے یو اگن جس کے دل پر بھڑک — گھر اس کا جلے دل تے بھڑکا بھڑک

بجوا ہے خاصے سوں یکدست فوج ‌ ‌ ‌ مگر ہے یو شہزادگی گنج مست فوج

فدا حکم یو شہ کی یو مہابلی ‌ ‌ ‌ علی کا نواز یا مدد جم علی

اتھا یوت بہلول خاں کا عظیم ‌ ‌ ‌ او عبد الکریم بن عبد الرحیم

بڑا نامور ہور بڑا فوج دار ‌ ‌ ‌ خرچنے کوں جیو تعداد کہ بات ادھار

سدا سر پہ ہو شہ کا سایہ بلند ‌ ‌ ‌ دھر تہار منصب کا پایہ بلند

بجھنار دولت کے رنگ رس کا نغز ‌ ‌ ‌ ادک کاردانی میں ہشیار مغز

عمل ہات کا جس کے نیت راستی ‌ ‌ ‌ نہ رہی تس قلم تے کم و کاستی

دستہار دریا بحق فوج تس ‌ ‌ ‌ کیا مار کر ونٹ لگیا موج جس

بزرگی جم اس کی ڈنڈی پر دسے ‌ ‌ ‌ کھڑا رہے پہ سوندل کوں ڈونگر دسے

برسنے تے جس دل ڈنڈی گھوتے صبر ‌ ‌ ‌ فرنگیاں بجلیاں میں تیراں کا ابر

بڑے کامگاراں خوانین خاں ‌ ‌ ‌ سعادت نکش ہور شجاعت نشان

رکھن شاہ کی دستگیری کا ناؤں ‌ ‌ ‌ لڑنہار گاڑا ادک گاڑ پاؤں

جھوجاراں جو نامی اچھے بے نظیر ‌ ‌ ‌ اٹھے ایک تب دکھن کے وزیر

یک یک فاضل و ہر افضل اپنک ‌ ‌ ‌ کمرتہار ہیت دکھا فتح جنگ

یکٹ بھان ہارے ترنگ صف میں چل ‌ ‌ ‌ جماعت جماعت اٹل خاص خیل

یکوجی جو شہ جی کا فرزند تھا ‌ ‌ ‌ وزیراں میں نامی خردمند تھا

سمج دار ادک راج کاراں منے ‌ ‌ ‌ مہابل ہے دولت کے بھاراں منے

دیکھت فوج میں جس کے بھالیاں کا بھار ‌ ‌ ‌ مغل ہوے ایس دل میں نت خارخار

ڈورے کھانٹ کے گھوڑ چھوڑے کتے ‌ ‌ ‌ اٹل جادواں دھاک توڑے کتے

کھڑا اڑے کتے باندرے بھونسلے ‌ ‌ ‌ اندل کاڑ و جنگ تھا یہ دکھ ندا کلے

شہنشہ دکھن کے جھنجھاراں کوں دیکھ ‌ ‌ ‌ بھروسے کے اس کامگاراں کوں دیکھ

کہے خوش ہو یوں غیاث گردوں جناب ‌ ‌ ‌ کہ لے رخت شاہی کے حکم لناب

رہنا گھر دکھن کا تمارے تے تھانپ ‌ ‌ ‌ کہ میں سلطنت کے تمیں آج گھانپ

ہوا ہے مغل آج بد عہد کُل
اچانے یہ ہیں یہاں تلک آکر غل

اگر بیش رو اہل تلبیس ہے
اسے رہنما اہل ابلیس ہے

دیکھایا یو بد عہد کوں او کنشت
ہتیلی میں اپنی طمع کی بہشت

دیکھایا دریا کوں کر ایک سراب
رکھیا نام زہر ہلاہل گلاب

اگیٹی کوں سمجھا دیا لالہ زار
انا راں کے داتے دسے تس انگار

کیا سو مہم یا ہمن سے مدد
ہوا پھر ہمن سوں بد اندیش بد

اگر متفق بد سوں بد جنس ہے
ہمارا مدد خالق الیس ہے

اسے گرچہ مل بت پرستی اچھے
ہمن قرب ربی کی مستی اچھے

پناہ اس کے گرد یہ کفار کا
ہمن سے ہے مدد حضرت آثار کا

جو تھوڑے ہمیں لے تو او کیا گماں
ولے تیر شمشیر ہے درمیاں

سکندر ہوں میرا ہوا سد ہے آج
نہ سمجھیں او یا جوج جہاں آئے یاج

اچھے خار و خس کے اگر یک ڈھگار
او سب جانے بس نھنا یک انگار

تمیں خیر خواہاں جو شاہی کے ہیں
جو منظور ظلّ الٰہی کے ہیں

ملے نیں ہے لگ او انگے انکے جاد
سدا انکی تعظیم کرتے بلاو

کھلاؤ یکیس سر کا یکے سر کوں مغز
پلاو یکیس یک کوں خوناب نغز

یکیس یک کے گل ہار او انتڑیاں کے ہار
سلو گیند یکیس سر کی یک تلہار

کھلا و کچل خوب مہرباں کوں پان
چھڑک لہو سرنگ کر سلو بے گمان

بچھا بچلاں زنگ کے نت یک تلہار
کرو نت دسن بھاں گوہر نثار

جو آویں یہاں لگ تو ملیں خوب لاٹ
جہنم کوں بھیجوں فنا کیجے یا ٹ

ربسر گئے ہیں بڑا کا بلے دیکھ دود
اجل لے سنگات اپنے آتے ہیں کود

لیا خون اپنا الیس سر لبا
اپیں ہو جو مطبخ میں آوے سما

رکھو آج مردی سوں یک مرد نام
تمن تانوں سوے ہور ہمارا سو کام

سنے جب وزیراں نے یو شہ سوں بات
ہے ہم تھکے سب شجاعت سنگات

مشرف ہوشہ کی زمیں بوس سوں | بدھانے الیس نام و ناموس کوں

اٹل تیر شہزادے اسی آن میں | یکس یک تے آ جلد او دھان میں

کہے سب کہ تجہ شہ کے ہم ہیں فراز | تیرے دولتوں سیتی ہم بے نیاز

زمانے میں شاہ یگانہ تہیں | حقیقت میں شاہ زمانہ تہیں

کوئی بندگی تے تجہ آزاد ہے | ہر احسان کا مندہ دلشاد ہے

غریباں نوازی میں تجہ بندگی | تیری بندگی مایہ زندگی

تیرا گھر ہمن جم ہے دار القرار | تیرا سایہ طوبی تے خوش باردار

تیریاں نعمتاں کھا سکے ہم تمیز | نمک او یہی وقت کرنا ہے چیز

مغل اصل نامردین حیلہ گر | شجاعت ہماری ہمیں سب پہ ور

مغل کا ہے ہتیار تیر و تفنگ | ہمن قبضہ جمدھر و گرز افرنگ

لڑیں جب مغل لے عرابے کا اوٹ | ہمیں بیس دل میں کریں لوٹ پوٹ

کہاں رہی یہ اوسان او چھوڑتے | ہمیں کو نہ ہتیار سوں چھوڑتے

مغل آکہ اول جولت کھاتے ہیں | دکھن کی لڑائی تے کچواتے ہیں

پاپ یک موت کے وقت فرزند کوں | کہیں یاد رکھ یو تے اس پند کوں

دکھن پر مہم ہوئی نوشتہ لوزگار | کہ زنہار نیں پھر او آنے کے ٹھار

لو آنے سو اکثر ہیں او بوت عاق | کرینچ ہیں ماداں لیاں پد طلاق

شہا آج امرت ہے تیرا کرم | جس امرت تے جینا ہے دو جگ میں جم

جتے یہاں ترے کام پر ہوئے چیز | جنم جگ ادھر پائے جیونا عزیز

بچن سخت ہمت کی جب فرد فرد | کیا اختیاری سوں ہر شیر مرد

وہیں نامور خاں شہزادہ اینگ | کیا عرض تسلیم کر بے درنگ

کہ ہے شکر تجہ ساد لاور جواں | ہوا کیں نہ شاہاں میں صاحب قراں

لیجا یا تہیں سابقاں پہ سبق | لڑانا و لڑنا ہے تیرا جہ حق

دلیراں کوں تجہ جال کے پند ہے | تیری تیغ پر آج سوگند ہے

شجاعت تیری دیکتیں بے خلاف
سٹے سب سپاہی تہور کی لاف

سکر آج شاہاں پہ شاہی تجے
دلیراں کہے شہ سپاہی تجے

سبھوں نے توں صف جنگ میں پیچ دست
ہوا تیغ انگے تیرے گج مست بیت

جو جوہر صلابت بد اندیش کام
پھرا شہ تے گڑھ کوٹ لشکر تمام

کیا تھا شر انگیز ہو کر کہ لاگ
سلگنا گھرے گھر تے فتنے کی آگ

بجانے کھڑگ آب سوں اوانگ
لڑیا صف بہ صف جب توں مو دال بنگ

مہابت سوں تیری صلابت تے اٹ
گیا ٹھاٹ یوں جو ہوا سینہ پھٹ

جو تھی ملک ملنار کی جگ میں ہاک
نہ تھا بیس جس میں سکندر کوں لاک

چکلنے میں جس ملک کا جا کہ حد
لگیں کئی ہزاراں طلسمات وسد

توں توڑیا سو ویسے طلسمات توڑ
لیا تخت راجے کے ہت تے مروڑ

نہ ٹھاری جہاں عقل واں تجہ مقام
چلے نا نظر جاں کرے واں توں کام

سکندر بی نارگ سکے تجہ رکاب
تو بعضے سلاطین کا کیا حساب

تجہ ایسے کے ہت کاہوں میں سرفراز
اسے کام کا رن لکھیا ہے نواز

کہ لڑتا ہوں میں یوں مغل سوں ملک
لڑے ناد کوئی نیں لڑیا آج لگ

چل آتی ہیں بے فکر ہو چیل پیل
انگے ہو رکھیں بندگاں کے جیل

جو بھری کی سرکوب منزل دھروں
لگو لیاں ہمن سب کوں گولا کروں

کھد پڑوں تو دنبال کر ملک بدا
بھگیں خشک لب تالنب نر بدا

کیوں آتی ہیں یاں لگ کے سکل کر بند
رکھوں کوند ڈھر تھیا تجہ نیں کر کہ بند

چلیں تو طیا تجہ اس سوں ابرالوں جال
کروں نت تجی والی کو کرلی کا حال

کھیلتا ہوں سانپ سا سیس دم
کہ تا پیچ کھاتے رہیں ہو کہ گم

کہیے ہور بنگا کروں یوں تلف
نظر نا پڑے دانہ پانی علف

دیکھیچہ تک بیجا پور جھانک
پیا دے پھریں لیکہ ٹٹواں کوں ہانک

ہماری سپہ پن کی تو کیا بڑائی
جو اچھتیں ہمیں شہ لک آدے لڑائی

سپاہی پہ اچھا علی کی مدد
اگر لک مغل آئیں تو کیا ہے حد

عجب بول میں ہے یو شرزے کے گن
کرے کام کہتا سو اس تے دو گن

شہنشاہ کر بات سب کی پسند
سبھوں کوں کر یک ٹھار ہور دیکہ بیند

کیے حکم یو سب پہ عالم پناہ
کہ لشکر پہ بارے کردن ٹک نگاہ

چلانے کوں جیسے مخالف کوں ٹھوک
وزیراں میں ہور خاص کب ہے لوک

کیا حکم جوں شاہ عالم نواز
چلیا لوک مجرے کوں گردن فراز

سپاہی دکھن کے بڑی داب کے
تیرا و ہیں شمشیر کی آب کے

بنی ہاشمی مصطفٰے کے خلف
شریفاں و سادات صاحب شرف

حسینی و حسنی و علوی کتے
مدینی و مکی و رضوی کتے

انجو آتشی قادری سرمدی
بخاری و بحری کتے مشہدی

عرب شیخ و انصار فرخندہ کیش
صدیقی و فاروقی و نوری قریش

جنیدی و جیلم و انبی امور
و برکھاری خلجی اوٹ ہمت تور

جھنڈی وال و اسحان و برّیا متی
کھنٹال و کچلی سٹی سوختی

ہر یک جنگ میں فتح پانے نوی
زبردست مشر زیاں کی صف مہدوی

بہادر سرا ڑور گجرات کے
و ہیں کشمیر سو ندل میں خوش دھا کے

جیون یور کی ہور کتے پارٹی وال
جیو نظر اں نیں جنگ بن کچھ خیال

دکھن کے جھو جار ال میں اتے کینہ اتش
مغل کے جو ہیں کال اہل حبش

اماری و لوری ادکہ نام جو
کرا کی و داموہ کوں کا اکو

اتاری و نکری جگ آفات کی
جو نا سارقی کالہ کا قات کی

دلاور جتے مولوان نا نوں کے
زبردست و ثابت ادکہ پاؤں کے

دھریں جیو تے ناموس پر بہوت پیار
دیویں رج سو دے میں جیو نقد دھار

کہیں سب پڑیا ہے ہمن شہ پہ کام
کہ جیو خرچ کر آج رکھتا ہے نام

پٹھاناں جو دہلی کے ہیں نام دار
مغل تے او کہو کے ہیں پیاسے ایار

روہیلے ہیں ترکش بنداں روہ کے — لڑے سخت ہواسیاں کوہ کے
ٹنی و لوڈی سرانی ینی — لہانی و سورانی وسٹربنی
میانی و ملکی و جسوانیاں — بلوچ استرانی و سرجانیاں
غرنی و غلزائی و اغواں کتے — غزہ خیل و غرغشتی افغاں کتے
ترین و دلیزاک و سرخ و کینو — تراہی جمند خویشگی ناجیو
لداخیل و یوسف زئی و ناغڑاں — اوڑنی و کنڑرانی و کھوکیاں
خلج سوروینی و کاکڑ کتے — نیازی و بابی و بابر کتے
ستی ناصر و تانک و سروانیاں — مہندی غوری شروانی جلوانیاں
مہراٹے کتے ذات وکنی دصات کے — لڑے پاؤں لے کے لینے ہات کے
سینپا کی دجگ تھاپے جادو نیوار — اندل کار و نلوار و نیپال کار
میہطے کھرارے و کھنڈاکلی — بندہی پاندری نم کلی بھونسلی
بکٹ کھانٹے گھوڑ پھوڑے اموڑ — یورانٹے و نکانٹے دوردوبی پھوڑ
پتولے ورن کھورے پوڑس سنگار — بھیوسے و چوہان و جاندولی کار
کتے لومتے بان پاتے کتے — لوکاٹے وچاٹے و ساٹے کتے
کھتارے کتے ہور کتے ہنبراں — نہدی برگی دگولی و ہنگراں
دسے تا او جلدی کے وقت اپنے آپ — برادر ہے ساواں کے جوراں کے باپ
ہر یک ماد واں انکی گویا پری — دکھا دے جندر کوں اپس دلبری
کریں پھر جو کاویاں کی خوبی عیاں — پڑے بیچ بیں دیکھ آپے لواں
کریں دوڑ میں آکر بارے سوں پات — منڈا سالے اس کا اڑیں پات پات
چیل پن سوں جاں انکے تل گرگڑیں — پچھیں شعلہ باری کی بجلیاں پڑیں
ہر یک نیزہ بازی میں راقت لڑا — کھلے گاجندر ہت تے کاڑے کڑا
جو دھن نوج کے نازہیپے نیٹ — تو نیزیاں کی انگلی سوں کھولیں گھونگٹ
پھلے برق انداز رومی تمام — تفنگ سوں کر تہار بادل کے کام

جھوجاراں کتے بھانت ہتیار کے　　حضور آئے سب مرد اوجار کے
سلح میں ہر یک تن مکمل دسے　　یکس یک تے جلوے میں بادل دسے
بڑے دھاؤں دکھنیاں کے کوتہ ہتیار　　ہتیاں کوں پھراتے یہ بانکاں سوار
پٹھاناں کے سوندل پہ کرڑی کماں　　مہراٹیاں کے جھگرے پہ اول اٹھان
دیکھت سب کوں شہ کی نظر خوش بھریا　　سپاہاں کے طالع کی ہوئی برتری
کہیے شہ دکھن کے ہیں پادشاہ　　تمیں بھان کی میراث داراں سپاہ
سپہ ہیں تمن جگ میں مشہور ہے　　ولے ٹیک کی بی خبر دور ہے
دیکھا نا سپہ یہاں کانت بھانچہ روپ　　کہ نا خوب دیسے سورج باج دھوپ
مغل نا سپاہی سپاہی سوں کام　　نہ لیویں سپاہی کا خوبیں سلام
دکھیں نت سکے باپ سوں اودماغ　　دماغ ان کا ہوے اہل عزت کوں داغ
سمجھتا ہے جو مرد سپاہی کی قدر　　سپاہی جو سمجھے سپاہی کی قدر
حکوئی جیو جو بیچیا ہے عزت کے کاج　　منگے کیا ہمن پاس کرنے مان باج
سپاہی کے ہم تیک کوں مان دیں　　سپاہی کوں صف میں اول پان دیں
سپاہی تے ہے پادشاہی کو زور　　دسے صف کی خوبی سپاہی تھے ہور
نہ یک دل سپہ تس بزرگی ہے جھوٹ　　بڑا او ہی نیں جس کے لشکر میں پھوٹ
خزینہ سپاہی ہوئے میرے پاس　　گہر دان ہوں میں یعنے مردم شناس
کیا ہوں ہر یک تن کوں چن چن کے پیار　　رکھیا سوں تمن کام پر اعتبار
جلی آج لگ ہو یکس یکتے سات　　تماری زباں ہور ہمارا سو بات
ایس بول رکھنے جسے لاج ہے　　او سب کام کرنے کا وقت آج ہے
ہمن گھر پہ کرب آ مغل سا غنیم　　چلیا ہے بد اندیش ہو کر عظیم
اچھی جس ہو میراث حب الوطن　　اتے جیو دے گھر کوں رکھنا جتن
مجے نسام پر جن دسیا بے نظیر　　کیا پل میں میں اس سپہ کوں وزیر
جنے کام پر خرچے ایس جیو کیا　　کرب ہے بی میں اس کوں دولت دیا

دلیراں یو سب سن لچ اپنی مروڑ — لگے بولنے جیو کی پروا کوں چھوڑ
ہمیں سات پیڑی کی ہیں یاں قدیم — سنے ہیں کہ ہو گئے ہیں شاہاں عظیم
ولے کئیں پڑیا نیں فلک کی نظر — کہ کوئی شہ ترے سان صاحب نظر
تجہ ایسا تو شاہاں میں صاحب جمال — نہ دوسرے بی عالم میں ہوئے تجہ مثال
تیرے خلق کوں خلق تسخیر ہے — بچن کی کرامت سوں توں پیر ہے
ہمن جیو تجہ خلق کے ہات میں — کئے ہیں فدا انکوں تجہ بات میں
اتھا اسم شاہاں کوں گر شہریار — تھہایا او تجہ ناؤں لے نامدار
کیا پیار سوں شہریاری تہیں — دسیا حلم کی جگ میں بھاری تہیں
سپاہی پنے کا تہیں قدر جان — بڑھایا ہے جگ میں سپاہی کا مان
تجہ انگے سپاہی کوں نیں جیو عزیز — جیا تو بڑا ہوئے مرا تو بے چیز
سلامت توں اچہ کیا تیماں کوں تم — کہ جم جم کرے پرورش تجہ کرم
ہمن سات پیڑی تے کھا تجہ نمک — بدی سو دہر ہیں ترا ایس دل میں لک
صلابت ہماری ہے رستم کی دھات — ہمن یک انگے کیا ہیں دس لیو ذات
ہمن تیغ سوں کیوں کریں دوستی — کہ رجپوت افیونی مغل پوستی
تھہا آج اگر ہند دنیاں کی یہاں — گنوراں لے آتے ہیں ہو گلہ بال
تیری فوج کی تو ہیں غازی ہمیں — کریں عید گر تیغ بازی ہمیں
دیکھیں لک گنواراں او دنبیاں کوں بارو — کریں ذبح لاکھاں کوں ہر دم بچھاڑ
کہ اس گلہ بانی تے دھنگرا اٹھے — سنے تو دہنی تس [illegible] و تا پچھٹے
دلیراں کے دل شاہ یوں آزما — بچن کا خلاصہ ہر ایک تن میں پایا
نظر میں یک یک تن کوں کیا دیکھ مان — ایس بات سوں سب کوں دے دے کہ پان
بڑی سرفرازی کا دکھلا امید — سکھا کر دیئے جیو خرچنے کے بھید
وہیں شہ وزیراں کو کر سرفراز — فرنگاں سوں مل خلعتاں دے نواز
کہیے لے آئیں فوج ہر صوبہ دار — ارسطوئے دوراں یہ دے اختیار

یکس یک کے جب سوں بہادر تمام
کرو متفق ہوکہ صاحب کا کام

جتے بات سوں دے کہ ہر تن کو چونپ
روانہ کئے توکل یہ سونپ

دئیے جب رضا سب کوں شہ مہبلی
اٹھے سوچ بولے مدد یا علی

ارسطوئے دوراں تو ہے حق پسند
کہ خلق خدا سوں ہے اخلاص مند

اول خوش خلاصی سوں دل سیکے بات
کھیا ہو ہمیں آج یکس یک کے سات

آپس میں سنبھال آج خوب اتفاق
غنیماں کو جیو نے تے دینا فراق

لئے نوگزی سات فیروزہ انگ
دمامہ لئے فتح کا طاس سنگ

لکالک لئے بان کاری و بان
لئے کوہ دارو کی گولیاں کی کھان

لئے جق سلاحاں دھرن بار آڑ
ہتھیاراں لئے خوب پکھرڑی سوباڑ

بہوت پادشاہی خزانہ لئے
نکل ویں مخالف طرف رنج کئے

تلک خان شرزے نے قابو بچھان
مغل یک کیا باد ہویک اٹھان

جھڑپ نیں دیا لک پو باڑا ببڑا
ہل دل علی کا چلیا کڑ کڑا

چلے رج سوں دکھنی دلاور جواں
وزیراں چلے نامور بیکراں

یک یک عمدہ یک ملک کا صوبہ دار
وزیراں ہر یک پاس کے کامگار

دھریں من میں دکھلا کہ یوں جوپ تول
بڈھانا ہے آج اس غنیماں پہ بول

بڑا دل مغل کا نہ اسنیڑ یا چہ لگ
دہیں خان شرزہ پچھاڑیا تلک

کہ دکھنی وزیراں چہ ہیں تول میں
لوہا مارتا ہوں اتن جول میں

دیکھوں آزما بازی قسمت سیر کوں
نکالوں ترنگ کوں بی تک پھیر کوں

ترنگ کام پر تیز یا دھرتا ہے کیوں
دندی پر کھڑگ کاٹ کرتا ہے کیوں

بھلے بھائی سب مل لڑو نہار ہیں
لوہا سر کشاں پر کر نہار ہیں

پچھانے یہ سب کوں مغل بدنہاد
مرا ناؤں اول رکھے سب میں یاد

کہ قابو یہ ہو اس تردد میں تھا
یک اوچار کرنے کی خوش بد میں تھا

خدا ہو شہ تس پاک نیت یہ شاد
کرم کر کے یوں مکے دیتا مراد

کہ جب جب حق ناؤں دینے یہ آسکے
تردد بی دیکھ تس دل میں لیائے

فرہنگ

فرہنگ

آ

آنماسٹ	اپنائیت
آچھتگی	ہوگی
آڈ	عداوت، دشمنی
آداب	سلام
آدمیں	آدمی
آدھار	سہارا
آسودا	آسودہ، مطمئن
آشتی	شانتی
آفتابہ	ایک قسم کا ٹونٹی دار لوٹا
آگل	اگلے، آگے
آگون	اگنی، آگ
آنب	آم
آنگ	جسم
آنگے	آگے، سامنے
آیاں	آئیں
آئینہ	آئینہ

الف

اُ	وہ
اُبھرنا	باقی رہنا
اَبولا	خاموش، گونگا
اَپار	بے حد، بے انتہا
اپاریں	نکالیں
اَپارنا	نکالنا
اُپاس	فاقہ۔ روزہ
اُپر	اوپر
اُپڑوپ	اعلیٰ، بہت خوب تر
اَپچھوپ	نادر
اَپَس	اپنا، اپنے، اپنی
اَپسیں	اپنے آپ، اپنے آپکو
اُپکار	احسان
اَپن	ہم، اپنا، اپنی
اَپناچ	اپنا ہی
اپنک	اپنا، خودکا، خود
اپنگ	اپنا

لفظ	معنی
اپیں	آپ ہی، خود ہی
اَت	بہت، زیادہ
اِت	اِس
اِتّا	اتنا، اب
اُتار	صدقہ
اُتال	اب، اسی وقت
اُتاول	بے چین، بے قرار، حد سے گزرنا
اُتر	جواب
اُتم	اعلیٰ
اُتم سود	زیادہ سمجھ، سمجھدار
اتھی	تھی
اُٹ	اُٹھ
اُٹکہ	اٹھ کے
اُجال	اُجالا
اَجت	سورج
اُجلے	سفید
اَجھوں	ابھی
اُچار	راز، تعریف
اُچانا	اٹھانا
اُچانے	اٹھانے
اَچپل	چاق و چوبند، خوش مزاج
اَچکل	خوش نصیب
اَچوک	بلاشبہ
اَچھریا	حوریں، پریاں
اَچھنا	ہونا
اَچھو	رہو
اَچھیں	رہتے
اَچھے	رہے، رہو
اخلاص خاں	بیجاپور کا وزیر، سپہ سالار
اَدِکسا	ادھک، زیادہ
آدو	سورج
آدھار	سہارا، وسیلہ
اَدِھر	لب
آدھیرات	آدھی رات
اَدیک	ادھک، زیادہ
آدیکھے	دیکھے بغیر
اردگان	نجوم کی ایک جدول
ارگند	ایک قسم کا پھول
ارڑانا	چلانا، چیخ کر رونا
ارڑائے کر	رو دھو کر
ارسری	مقابلہ بسو کشتی
ازات	آزاد

اُسانس	آہ
اُساساں	آہیں
اَسپاس	آس پاس
اُستوار	سیدھا
اَسنگت	ہجر، جدائی، فراق
اَصلا	بالکل
اقرار	وعدہ
اَگن	آگ
اَگن	ایک خوش آواز چڑیا
اَگیٹھی	انگیٹھی
اُلنگ کر	پھاند کر، اُچک کر
اَلنگی	چاہنے والی
اُلو لگ	اب تک
اُلیانی، الالی	جوش، جذبہ، ولولہ
اُمت	زیادہ
اَمرت بچن	میٹھے بول، میٹھی بات
اَمرت گھڑی	نیک گھڑی
اُمنس	جوش، امنگ، ہمت، خواہش
اَمول	انمول، لاقیمت، بیش قیمت
آنّ	رزق

اُن پان	دانہ پانی، روزی، تواضع
انپڑنا	ملنا، پانا
اَنت	بھید، راز
اَنتر	فرق
انٹ	ہاتھ، راز، کمر
انجن	سرما
اَنجو	آنسو
اَنجواں	آنسوؤں کی جمع
انجھو	آنسو
اَند	اندر راجہ
اَند	آنند، آرام
اندرے	اندھیرے
اندکار	اندھیرا
اندھارا	اندھیرا
اندھیرے	اندھیرے
اَنگ	جسم
انگ	آگ
اُنگل	انگلی
اَنگے	آگے، سامنے، مقابل، مستقبل
آن مان	(الومان) اندیشہ، خیال
اُنن	انھوں نے، اُن

اَننگ — بے شرم
اَنُوپ — انوکھا
اَنیاؤ — ناانصافی
او — وہ
اُوبال — جوش، جذبہ، غصّہ
اُوتالا — بیقرار، اوچھا
اوٹ — آڑ، پردہ
اوٹھیا — اُٹھا
اوجال — اجالا، روشنی، اجالا کرنے والا، روشنی کرنے والا
اوچا — اٹھا
اُوچار — غلبہ، حملہ
اودِھان — دوڑتا ہوا، جوش سے
اُدگن — قبول کرنا
اوڈر — اُڑھ، اوڑھنا
اوڑنا — لحاف
اوس — اُس
اوساسان — آہیں
اوگن — بدخصلت
اَوگھڑ — ناسمجھ، بے سلیقہ
اول دوریں — قدیم زمانے میں

اَوّل لیچ — اول ہی، پہلے ہی
اونٹ وال — اونٹ والا، شتربان
اونٹن — اُونٹنا، کڑھنا
ایتا — اب
ایتال — اب
ایراپت — ایراوت، راجہ اندر کا ہاتھی
ایزار — ازار، پاجامہ
ایکیچ — ایک ہی
ایلاڑ — اس طرف، کمتر
اِیوں — یہ
اِیوتے — اِن سے
اِیونے — انہوں نے

ب

باٹ — راستہ، راہ
بارا — ہوا، آندھی، طوفان
بارندگی — بارش
باڑ — تیز دھار
باڑی — کھیتی
باڑی — کھیتی

باڑی والا	کسان
باغی جناں	باغ جناں
باشک	سانپوں کا بادشاہ
باتو	قاز
باقیج	باقی ہی
باگ	شیر
بالشت	تکیہ
بالشاں	تکیے
باتیجے	خیال کرے، خیال کیے
بانہ	کپڑے، لباس، وردی
باول	دیوانہ
باؤ	ہوا، کام، زندگی
بابا	ڈالا
بپت	بپتا، مصیبت
بتتر	بدتر
بتنگ آنا	بیزار ہونا
بتولا	پٹولا، ایک قسم کا سلک
بجالیا	بجالایا
بجد	بضد، اٹل، مستحکم
بجر	پتھر
بجے گا	بجھے گا

بچارن	سوچنا
بچاڑیا، بچاریا	سوچا۔ مشورہ کیا
بچن	بات
بچنا	بولنا، بات کرنا
بچھانا	بچھونا، بستر
بچھانت	پہچان
بچھاتے	بچھونے، فرش
بڈانا	بھگا دینا، ہرا دینا
بدل	بدولت، بدلنا
بڈونت	عقلمند
بڈھ	عقل، عقلمند، ایک ستارہ
بڈھاوا	مبارکبادی، بدھائی
بڈھاتے	بڑھاتے
بڈھاپا	بڑھاپا
بڈھن	بوڑھا
بڈھی	بوڑھی
براں	وقت، باری
برچھیک	بچھو
بردولا	دولائی
برقا	برقع
برکالیے	برے برے بلیاں بلاور

	بلاڈُو
بِرہ	جدائی، ہجر
بِرھے	بِرھے
بِرائی	بِرھنی
بزار	بازار
بِس	زہر
بَست	وستو، کپڑے، لباس، چیز
بَستاں	وستو، لباس
بستی کرنا	قیام کرنا، رکنا، ٹھہرنا
بِسرنا	بھولنا
بِسلانا	بٹھانا
بِسلائے	بٹھلائے، بٹھائے
بِسلایا	بٹھایا
بسواس گھات	وسواس گھات، دھوکا
بسیاں	لمبی
بِسکاین	حنظل، ایک کڑوا پھل
بِکٹ	مشکل
بِکنا	منہ بسور کے رونا
بکھانا	بتنگڑ کرنا، پھیلا کر بیان کرنا، بیان کرنا
بَل	طاقت

بلا دور	صدقہ
بَلی	قوی، طاقتور
بلمیاری	بلہاری، صدقے
بَناں	دولہا، محبوب، سجن
بُند	بوند
بَندہ	غلام
بندی خانہ	قید خانہ، زنداں
بَنگام	ہنگام، ہنگامہ، وقت، موسم، دفعتاً
بَلنے بَن	بن بن، جنگل جنگل
بنڈرنا	گھومنا
بنڈا، بنڈی	چٹان
بوجن ہار	جاننے والا، سمجھدار، عقلمند
بوری	بُری
بولالیوں	بلالوں گی
بوتبڑی	چیخ پکار
بومڑی	واویلا
بھا	ڈال، ڈالے
بھار	باہر، بوجھ، اعلیٰ
بھان	سورج، کمان
بھان ہارے	تیر انداز

لفظ	معنی
بھانا	ڈالنا، انڈیلنا
بہانا	حیلہ، بہانہ
بھانت	طرح، قسم
بھانو	سورج
بھاؤ	انداز، ڈالو
بھایاں	بھائی کی جمع
بھایاں کرنا	نخرے کرنا
بھنا ہوا	بھُنا ہوا
بِھتر	اندر
بَھتر	جوڑ، توڑ
بھترول	بھتر، اندر
بھجنگ	بل کھانا، سانپ
بھدرا	کینہ ور، ثقیلی
بھرت	بھرواں، گھنا
بھری	بحری، شکاری پرندہ
بھڑت	بھیڑ
بھڑکا	شعلہ
بھڑنا	مقابل ہونا
بھسم ہونا	راکھ ہونا
بھگ	بھاگ، قسمت
بھگے ہات	ٹوٹے ہاتھ
بھنجن	توڑنے والا
بھنور بھوگنا	مصیبتیں اٹھانا
بھو	بہت
بھُوت	بہت
بھوجن	کھانا
بھوجنگ	سانپ
بھوکا کر	پھونک کر
بھوگ	ہوس، خواہش
بھوگی	بوالہوس، عیش پسند
بھَومان	بہت عزت والا
بھونڈے	بدوضع، خراب، برے
بھُوئیں	زمین
بھید	جادو کا جنگل
بھیں	زمین
بھی پڑیاں	پامال، گرے پڑے
بیت	بیتنا۔ گزرنا
بیتھیا	بیٹھنا۔ بیٹھا
بے درنگ	بلا تاخیر، فوراً
بے ریب	بے شک
بیٹھین	بیٹھا
بے شک	مضطرب، پریشان

بیبے فام	غافل، بے عقل، بے سمجھ
بھوبیچ	بہت ہی
بیگ	جلدی، جلد
بے گماں	بے شک
بے گنت	ان گنت
بیگی	جلدی
بیل	نسل
بی	بھی

پ

پا	پاؤں، قدم
پاچ	کانچ، زمرد
پاچھے	پیچھے
پار	پھر، باہر
پاڑتا	پھینکنا
پاڑو	شکار
پال	گھاس، مینڈھ، منڈیر
پانڈر	پیلا، زرد
پائیا	پالیا
پت	برابر
پتال	پاتال
پیت ورت	پتی ورتا
پتھایا	بخشش کیا
پتیانا	بھروسہ کرنا
پٹھا	بھیجا
پٹے	کپڑے
پچھیں	بعد میں
پچھن	بعد
پدم	کنول
پراپت ہونا	حاصل ہونا
پران	جان
پراوپکار	احسان کرنے والا
پریت	محبّت
پرتھم	زمین
پردرد	غم گسار
پرس	پارس
پروش	آدمی
پرسن	پرسند خوشی
پرشن	پرشن، سوال
پرتو	قاز کے پر
پرک	پرکھ، آدمی

پرکاج	کام نکالنے والا، کام بنانے والا، کارساز
پَرگور	پرایا جسم، دوسرے کا جسم
پرم	پریم، عشق، محبت
پَرمل	خوشی، خوشبو
پُرواپکار	احسان کرنے والا
پروار	پریوار، خاندان
پرورده	بامراد
پَرونس	غیر جنس
پسار کر	کھول کر، پھیلا کر، پچھاڑ کر
پسرنا	پھیلنا
پس میں	بعد میں
پَشتانا	پچھتانا
پُکاریا	پکارا
پَن	مگر، لیکن
پُن	ثواب، نیکی
پنا کر	پہنا کر
پَنائے	پہنائی، وسعت
پنبہ	روئی
پینت	پنتھ، راستہ، مارگ
پُتنگڑ	لڑکا

پَنکھی	پنچھی
پَنگرا	بچہ
پُنگڑیاں	بچے
پُوت	بیٹا
پُوچ	پوچھ
پُور	پُر، بھرا ہوا
پُورتی	حیثیت، پونجی
پوکارن	پکارنے
پوکارنا	پکارنا
پون	ہوا
پُونچ	دُم
پون ساز	ہوا کی طرح
پھانجہ	پھندا، جال
پھاندا	پھندا
پھتر	پتھر
پَھترا	پتھر
پَھتران	پتھر
پھرا	پلٹ کر، واپس
پھر آوے	لوٹا وے، واپس کرے
پَھنکڑیاں	پنکھڑیاں
پُھکے	پھول گئے

پُھگ	پھول کر
پُھگڑا	منت
پُھلوں	پھولوں
پُھوگیا	خوشی سے پُھول گیا
پُھولباڑہ	چمن، باغ
پھیر	دوبارہ، پھر
پھیر کر	لوٹ کر، واپس ہو کر
پھیلے	پہلے
پینا (پےنا)	پہنا
پیچھو	دوسری مرتبہ
پیکھن (پےکھن)	دیکھنا
پینچ	پیچ وتاب
پینی (پےنی)	پہنی

ت

تاریاں	تارہ کی جمع
تانی	کمسن، ننھی بچی
تٹو	ٹٹو، چھوٹا گھوڑا
تثلیث	نجومیوں کی اصطلاح قمر اور سعد کے درمیان کا حصہ
تَد	تب
تُرنت	تُرنت، جلدی، فوراً
ترختا	تڑپتا
ترکش بندی	تیر کمان
تُرن	سہارا
تِرن	تیرنا
تُرنت	جلدی
تُرمتیاں	ایک قسم کا شکاری پرندہ
تُرنگ	گھوڑا
ترٹخیا	پھٹ گیا
تِس	جس سے، جس کی
تِس جس	جس کسی کے سرکار
تقا	قوی
تکٹ	زریں اور روپہلے چھاپے کا موٹا کپڑا
تنگ بگی	تلملی (تل ملی)
تِل	لمحہ، پل
تَل	نیچے
تَل	وادی
تَل اوپر	نیچے اوپر
تلملن	تلملانے، تڑپنے
تلیں (تلے)	نیچے، میں، اندر

لفظ	معنی
تُم	تالاب کا پُشتہ
تُمکن	(تم + کمنے) تمہارے پاس
تُنک	باریک
تَو	تب، تواسیاں، غالیچے
تُوجے	تجھے
تُوج	تجھ
تھانب	تھام
تھانبا	ستون
تھانپ کھانا	تھر تھرانا
تھانو	(ٹھانو) جگہ
تھپانا	چھپن
تھفنے	تھاشے
تھنڈا	ٹھنڈا، سرد
تھنڈا انیر	شبنم
تھنڈگی	ٹھنڈک، سردی
تھنڈی	(امبیل) ایک قسم کی چیز جو چاول کے کچھ اور پنیچ سے بنائی جاتی اور ٹھنڈک کے لئے گرما میں پی جاتی ہے۔
تُہیں	تو بھی
تے	سے، کے
تری	استری، عورت
تیزی	گھوڑا
تیواسی	طواسی، ایک قسم کا کپڑا
تینچ، تیونچ	ویسے ہی، ویسا ہی، تیوں ہی

ٹ

لفظ	معنی
ٹاک	(ٹک) ذرا
ٹکیاں	ٹکے سکے
ٹنگانا	لٹکانا
ٹھار	جگہ
ٹھان	جگہ، مقام
ٹھانک کرنا	ٹھکانا کرنا، رہنا
ٹھاؤں	جگہ، مقام
ٹھکریاں	(ٹھیکریاں) مٹی کے برتن یا کھپریل کے ٹوٹے ہوئے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے
ٹھکنا	(ٹھٹھکنا) ششدر رہونا حیران ہونا
ٹھگلانا	دھوکے میں رکھنا
ٹھوپنے	ضرب، مار

ٹھیر	ٹھہرنا، رکنا
ٹیک	ٹیلا
ٹیلا	ٹیکا

ج

جاب	جواب
جالا	دام، جال
جامدار خانہ	توشک خانہ
جان	جوان
جان ہار	جاننے والا
جتا	جتنے
جتا تھا وتا	جتنا تھا اتنا
جتے	جتنا
جتی	جتنے ہی
جترس	گھنٹہ
جترم	ہمیشہ
جٹرت	جواہر
جڑت	جڑاؤ ی
جٹس	طاقت، قوت
جعد	جوڑا
جگ	زمانہ، دنیا
جگ آدھار	دنیا کا سہارا، دنیا کا پالنے والا
جگندے	جاگے ہوئے
جلگ	جب، جب تک
جم	ہمیشہ
جم خانہ	آبدار خانہ
جمنا	سجنا، آراستہ ہونا، سنورنا
جناور	جانور
جنس	قسم
جنک	باپ
جنگم	سادھو، سنیاسی
جنم	سدا
جنتے	جیسے، جن کے
جودا	جدا، علحدہ
جول	پیٹ
جوں	جیسے
جوئی	آب جو، چشمہ
جھال	تپش، لو
جھانپنی	جھپکنا، چندھیانا
جھرے	سوتے
جھکا	جبہ

جُھل	جلن، حسد، رشک
جُھل	درد دھوبی محبّت
جھلیا	جھیلا، برداشت کیا
جھنکر	جھگڑا
جھوجاراں	جنگجو، فوجی، سپاہی
جھوجھن کرنا	زور آزمائی کرنا
جھونٹ	جھوٹ
جے	جو، اگر
جیبھ	زبان
جیندڑو	کف، سانپ کے منہ سے نکلنے والا کف
جیو	دِل، جان، زندگی، حیات
جیوں	جیسے، مانند
جیونے تے	جینے سے، دل سے
جیونی	جانی عزیز، چہیتا
جی	جس کسی کی

چ

چانپ	دباتا
چَپ	بائیں
چُپ	بلا وجہ، بے سبب
چُپ	خاموش
چِت	دل، فکر
چِت دھرنا	توجہ دینا
چَتر	ہوشیار
چِتر	نقش ونگار، تصویر
چترراج	شہنشاہ
چَرن	پاؤں
چڑ	زیادہ
چَڑ	چڑھ
چَڑ آیا	چڑھ آیا، سبقت لیا
چڑنا	چڑھنا
چُک	کچھ
چَک	آنکھ
چکا جوت	آنکھوں کا نور
چک چار ہونا	نظریں چار ہونا
چَنچل	شوخ، چنچل
چُپکل	بھینچنا
چَپکلنا	وسعت دینا، بھینچنا آغوش میں لینا
چلنت	عادت و اطوار
چمناں	چمن کی جمع
چنت	چنتا، فکر
چنتا	فِکر

چند	چاند
چندر	چاند
چندرچہ	چادر، چاندنی کا فرش
چندنا	چاندنی
چوب کر	چُبھ کر
چوبے	چُبھے
چوپھر	چاروں طرف
چوترا	چبوترہ
چوڑ	چھوڑ
چوکدص	چاروں طرف
چونپ	اُمنگ
چوندھیر	چاروں طرف
چونے	چُننا، منتخب کرنا
چونیا	چیدہ، چیدہ، چند، چنندہ
چھاچھا	چھاچ
چھب	جھلک، ادا، انداز
چھتردھار	راجا
چھتردھارے	تاج وتخت والے (مراد راجا)
چھجا	چھت، بالکنی
چھجے	چھجا کی جمع
چھلے	چھالے
چھند	فریب، مکر
چھوٹک	نجات
چھوٹیا	نجات پایا، چھوٹ گیا۔
چیکڑ	کیچڑ
چیل پیل	چہل پہل

ح

حُب	محبت
حُج	حجت۔ حیلہ، بہانہ
حد	سکت۔ مجال
حرص کو جلانا	نفس کو مارنا، لالچ سے بچنا
حمیلا	گجرے
حیفی کھانا	افسوس کیا کرنا

خ

خوار	خوار
خرمی	خوشی، خوش خوش،
خلق	خلقت
خوار	ہیچ۔ بے حقیقت
خوب ہو	صحت پا کے
خوجے	خواجہ سرا
خوش بُد	خوش فہمی
خیل خانہ	خاندان کے لوگ

د

لفظ	معنی
داب	رعب
داٹ	شدید، گنجان
دارو	دوا، شراب
داس	غلام، نوکر
دان کارن	داد و دہش
داونی	دوپٹہ
دائم ثمن	ہمیشہ کی طرح
دٹاوین	ڈانٹیں
ددا	دایہ
ددانی	نوکرانی، انّا، دایہ
دُدھا	ڈرا ہوا، جلا ہوا
دُرجک	زیور کا ڈبّہ
درس	درشن، نظارہ، جلوہ
درسنیاں	درشن کی جمع
درونا	دل، سینہ
دِستا	دکھائی دیتا، نظر آتا
دِسے	دیکھے
دِشا	نیک گھڑی
دِشیا	خوش نصیبی

لفظ	معنی
دعوات	دعا کی جمع، وظیفے، اوراد
دُکھ	دکھ
دُکتے	دکھ سے
دُکھوں	دکھوں سے
دُگ	پریشانی، الجھن
دَل	جمعیت، گروہ
دِل ریش	زخمی دِل
دِل کی صفا	فرحت، صفائی قلب
دُنبال	پیچھے
دُنبیاں	بکریاں
دَند	دشمن
دَندی	دشمنی
دن دیپ ہار	دن کو روشن کرنے والا
دَنگی	حیراں
دُماں	صبح سے شام تک
دنیاں	دنیا
دولنا	ڈولنا، بہنا
دھا	دوڑنا۔ لپک کر جانا
دھات	طرح
دھاکوں	دھمکیاں
دھانا	پڑنا
دھانس	ڈسنا

لفظ	معنی
دھانوں	ڈھنگ
دھائیا	داخل ہوا
دھر	سمت، طرف، سے
دھرت	دھرتی، زمین
دھرتری	زمین
دھردھیر	طرف
دھرنا	رکھنا، چھوڑنا، ترک کرنا
دھرنہار	ڈالنے والا، رکھنے والا
دھریا	رکھا
دھڑ	تن، جسم، ثابت، سالم
دہلارا	آندھی
دھن	دولت، عورت
دھندا	دھند، اندھیرا، گہرا
دھندہ	کاروبار، سنسار
دھیر	طرف، سمت، میں، اندر
دھیرک	دھرج، دلاسا، تسلی
دھوونے	دھوتے
دھونی	دھواں
دوابخش	چارہ سحر
دوج	دوسرا
دوجا	دوسرا
دود	دودھ
دودھرتی	دوطرف سے
دوس	برائی
دوکھا	دوڑا
دونی	مقابلہ
دوھا	مقابلہ، سامنا
دوئے	دونوں
دیٹھا	دیکھا
دیک	دیکھ
دیکہ	دے کے
دیکھت	دیکھ کر
دیلا	دلاکر، دے کر
دین	دن
دیوا	چراغ
دیوُونگا	دوں گا
دیہہ	دینا، دے

ط
ڈ

لفظ	معنی
ٹانڈے	ٹانکا
ڈھین باز	بازی ہارے
	بازی ہارنے والا
ڈوبا	ڈوبا ہوا، ڈوبا
ڈومنی	زن

ڈونگر	چٹان، پہاڑ
ڈونگھے	گہرے
ڈونگے	گہرے، مہرا
ڈھانک	ڈنک
ڈھکار	ڈھیر
ڈھگار	ڈھیر
ڈھنڈ ڈھنڈ	ڈھونڈتے، ڈھونڈتے
ڈھنڈنے	تلاش کرنے، ڈھونڈنے
ڈھون ہار	اٹھانے والا

ر

راتوا	رات
راج بھاری	بادشاہ
راج تھل	راج ترک کرنا
راجیاں	راج کی جمع
راس	سیدھا، صاف، انبار راست سچ
راساں	انبار
راست راستہ	سیدھا، دائیں، دہنا
راسریاں	رسیاں
راک	رکھ
راک	راکھ
راکھی	کھڑاؤں
رام ہونا	غلام ہونا
ران کر	راندہ کر کے، دھتکار کے
رانواس	محل، گھر
راوت	بہادر
راؤل	جوگی
راوال	طوطا
رائے	بادشاہ، درباری امیر
رَج	راج
رَچ	رچنا، بنانا
رُچ	جذبہ
رَچ رَچ	آہستہ آہستہ
رَچیں	جمانا، سجانا، آراستہ کرنا
رخن	رُخ، طرف
رسیدے ہوئے	کامل ہوئے
رَک	رکھ
رَکت	خون
رُکھ	درخت
رگت	رگت، خون
رُندنا	پامال کرنا
رَوا	جائز
رُوپ	چہرہ

رُت	موسم
رُوکھ	درخت
رہواسیاں	رہنے والے
ریز ہونا	لٹانا
ریش	زخم
ریشا	ریشہ، بال
رِی	رعیت
رَین	رات

ز

زخم تازی کیا	زخم تازہ کیا
زنب	دم
زَنگ ہونا	زور
زُوادو	ایک قسم کی خوشبو
زُورسادن	کشتی، ورزش
زُورسادھن	ورزش، کشتی
زیچ	زائچہ

س

سَانت	ساتھ
سَاتو	ساتوں
سَاج	سج، سازوسامان
سَار	طرح، مانند
سَامن	سامنے
سَاند	دراز، دراز
سَاندرے سَاندرے	آہستہ آہستہ
سَاو	ساہو، دولت مند، قرض اور رہن کا کاروبار کرنے والا
سَرانا	مکمل کرنا، ختم کرنا، پورا کرنا
سَراگا	ختم کرے گا، مکمل کرے گا، پورا کرے گا۔
سَرانے	سرھانے
سبھ	سب
سبھا	دربار، مجلس، محفل،
سُبتیت	عُمدہ
سِپارش	سفارش
سَپورن	مکمل، کامل
سَپن	سپنا، خواب
سُتا	کھینچ آتا، کھینچ گیا
سیچکار	وقعت، قیمت
ستمی	ظالم، ستم ڈھانے والا
سُتے	سوتے ہوئے
سٹ چلے	چھوڑ گئے
سٹکا	موٹی لکڑی، عصا، ڈنڈا

سٹنا	چھوڑنا، ڈالنا
سٹیا	ڈالا
سجات	نیک بخت، سگھڑ، اچھی ذات والی
سجن	قیدخانہ، قفس
سچیں	بے شک، سچ مچ، واقعی
سنچیچ	بہت زیادہ، شدید
سد	دیوار
سُد	ہوش
سُدبُد	سدھ بدھ
سُرنگ	
سراہا	ختم کرنا
سراون	سراہنا، تعریف کرنا
سرب	سب، تمام، کل
سِرتے	پھر سے، دوبارہ سرے سے
سُرج	سورج
سرخواص	صدر خواص، خواصوں کا افسر
سرس	کامیاب، زیادہ
سرک	گانٹھ
سُرگ	سورگ، جنّت
سرگھنڈ	سر، پیشانی
سُمرن	سلام

سرنا	زیب دینا
سرنے	پھول
سُروپ	خوبصورت، خوبصورتی
سرونگ	سراپا (مرہٹی)
سریر	شریر، جسم
سریراں	تخت
سسا	خرگوش
سعد	نیک، خوب
سُک	سکھ
سکت	طاقت، مجال
سکت دار	قادر، طاقت ور
سگلی	تمام، سب
سُکھ کر	سوکھ کر
سُگل	تمام، سب
سُلی	سولی
سلکھن	اچھے اخلاق والی
سلول	سلونا، خوبصورت
سم	برابر
سم اچار	سماچار، خبریں
سمد	سمندر
سمج	سمجھ
سُنا	سونا

سنبھال	سنبھال
سنچریا	آہٹ، آواز
سندیہہ	شک
سنک	سنکھ
سنکات	ساتھ
سنگی	شنکھ
سموکھیہ	روبرو، آمنے سامنے
سنور	طریقہ
سن ہار	سننے والے
سپنے	سونے میں، خواب میں
سمدنے	سپنے
سننے لگ	سننے تک
سوباس	خوشبو
سود	زیادہ نفع
سود	سُد
سوزنگ	گلشن
سور	سورج
سورات	حرص
سوس	سوچ، فکر
سوس کرنا	محسوس کرنا
سوسرخاں	پرندے
سولکھن	اچھے صفات، نیک خو، شائستہ اخلاق

سوں	قسم
سونٹا	ڈنڈا
سوندل	جنگ
سوندی	جوڑ، دراڑ
سونے کر	سن کر
سُہنا	زیب دینا
وسُہند	ایک خاردار جھاڑی
سُہے	زیب دے
سی	گائی، گئے
سیا	کالا خرگوش (سیاہ)
سیر	سَر
سیس	سَر
سین	خواب
سینا	سینہ، چھاتی
سیندھنا	کنویں یا باؤلی سے پانی کھینچنا
سیوٹ	بے حد، بے انتہا (ہریٹی)
سیوک	غلام، نوکر
سیونا	سیوا کرنا، خدمت کرنا

ش

ششتا	گرمی

شتاب	شہاب
شب تیز	شب دیز، مشکی گھوڑا
بشتاب	جلدی
شرزہ	شیر کا بچہ
شر شور ہوا	تر ابور ہوا
شدید	بجید

ص

صبا	صبح
صبوری	صبر
صدرے	سدراہ
صفا	صاف، پاکیزہ
صلابت	ثابت قدمی

ط

طائب	تائب
طبلک	آسمان
طپانچیاں	طمانچہ
طشت	بیسن، ہاتھ منہ دھونے کا برتن
طلخ	تلخ
طبنیاں	کھڑکی
طواسیاں	غالین، قالیچے
طور طور	متغیر
طومار	نقش

ع

عجائب لگنا	عجیب معلوم ہونا
عرابے	ارابا، توپ گاڑی
عرق	شبنم، پسینہ
عشراق	اشراق
علف	چارہ، غذا
عیسوی فن	معجزۂ عیسوی

غ

غدیر	گہری
غطے	غوطے
غلبلا	غلغلا، شور
غمخار	غمخوار، غم خوار

ف

فام	فہم
فرخ	مبارک
فرنگ	بندوق
فرنی	فیرنی

فن — مکر، عقلمندی، سمجھ بوجھ
فند — دھوکہ فریب

ق

قاعِد — قیدی
قاید — قید
قضااللہ — اچانک، اتفاقاً
قِفا — پیچھے
قل قال — قیل و قال
قماش — ایک قسم کا کپڑا، سازوسامان
قوت — غذا

ک

کاج — کام
کاخ — محل
کارن — کے لئے
کاڑ — نکال
کاڑیا — نکالا
کاس — تانبے کا سکہ
کال — کالے، کالا
کالج — کلیجہ
کام کارن — کام کے لئے، تقریب کے لئے

کھانب — درخت کا تنہ
کانٹھ بازی — کاٹھ کی ہانڈی، لکڑی کی ہنڈی
کاں سے — طشتریاں
کاورڑی — بزدل
کُبل — مشکل، دشوار، شاید
کُپال — پیشانی، سر
کپٹ — دغا
کِت — کہاں
کُتوال — کوتوال
کِتے — کتنے
کِتیاں — کتنے ہی
کَٹ — راز
کَٹن — کٹھن
کُجات — کم ذات
کچ — کچھ
کچکول — کشکول
کچوانے ہیں — جھجکتے ہیں، کراہت کرتے ہیں
کد — کب، کدورت
کدھاں — کبھی
کرا — کا
کُرب
کرتار — کارساز، پروردگار

لفظ	معنی
کرڑی کماں	سخت کمان
کرسی	کرے گا
کرکر	اس لیے، اس سبب سے
کرم سوں ٹھہک کر	قسمت کے مارے
کرن	کرنے، کیا، کان، کرتا
کرنش	کورنش، سلام
کرونٹ	کروٹ
کسوت	کپڑے، لباس
کسوتِ خاص	خلعت
کسوں دھیان	کس کا دھیان
ککڑی	مرغی
گلگوت	تدبیر (برائی کی) آپس سوچنا حرص، خواہش
کلف	قفل
کلنگاں	قلنگ کی جمع ایک بحری پرندہ
کن	کون، کیسا، کوئی
کن	کان
کنا	کہنا
کنبلی	کمبل
کنپے	کلپنے
کنٹھ ماں	کنٹھ مال، گلے کا ہار
کنٹھ	گردن، گلا

لفظ	معنی
کنچن	سونا، زرد، پیلا
کندن	سونا
کنشٹ	ادنی، سب سے چھوٹا، حقیر
کنک	سونا
کنور (کنور)	شہزادہ
کنی	کہتی ہوں
گو	کہو
کو	کوئی
کواتے	کہلاتے
کواڑاں	دروازے کے پٹ
گوپ	غصہ
کوپیاں چینی کیاں	چینی کی پیالیاں
کوتری	کتا
کوٹ	قلعہ
کوٹھری	کمرہ، حجرہ
کورس کیا	مار ڈالا
کوس	دو میل کا ایک کوس
کوک	کمر
گول	قول
کول	مکار، لومڑی کی طرح چالاک
کولا	لومڑی

گونی	کونلی
گوّن	کون
گوں	کھوں
گونڈن	قید، حبس
کھاتپ	تنا
کھان	کان، معدن، خزانہ کھانا
کھاں	کان
کھاندا	کندھا
کھاوے	کھلائے
کھتر	کھٹا
کتھے	کھوتے
کچھواکے	گھبراکے
کھدیڑنا	تڑپانا، پٹک پٹک کے مارنا
کھرانی	کھارا، کھاری
کھرگ	تلوار
کھڑگ	تلوار
کھن	معدن، کان، خزانہ
کہن	پرانا
کہن پرورد	بوڑھا غلام
کھندا	کاندھا
کھنڈے	کھن، طبق
کھنڈیاں	کھنڈی بیس کی ایک کھنڈی کثرت، توجہ

کہن بار	کہنے والا
کھید پریا	بھگایا
کیری	
کھیلڑی	مصیبت، تکلیف
کہیے	کہتا تھا
کھیا	کیا
کئی	کہے
کی	کیوں
کی	کہہ
کیت	کہہ
کیا	جسم
کیتا	کتنا
کرے	کبڑے کا
کیلی	مخمور
کیڑا	کا
کیند	گیند
کہئں	کہیں

گ

گانٹھرن	گانٹھ پڑنا
گانڈا	گنا، کنڈیریاں
گاہنارے	(گان ہارے)

گانہارے — گانے والے
گاؤدی — نادان، کم عقل، بے وقوف
گج — ہاتھی
گج متی — بڑا موتی
گج مست — مست ہاتھی
گرجن — بازگشت، گونج
گرد — اطراف
گڑھ — قلعہ
گلے داٹ — گلے تک
گلے — پگھلے
گل کار — میستری، راج
گل چاند — گلِ چاندنی
گل — گلا
گت — کھیل تماشہ
گت گاہ — بازی گاہ
گتے — گزرتے
گنا — گزارنا
گن بھریاں — پُرفن، سلیقہ شعار عورتیں، سگھڑ عورتیں
گنبھیر — غور شدید
گند — بدبو
گندانویں — گوندھے ہوئے

گن ندھاں — عالم، فاضل
گنے — عقلمند
گوڑ
گون کرنا — جانا
گھرسنج — سخن سنج
گھنے — زیور (گہنے)
گہنے — زیور
گھابرا — گھبرایا ہوا، پریشان
گھات — داؤ، وار، نشانہ
گھانے — ڈالتا
گھال لینا — چھری بھونک لینا
گھانٹ — گھنٹی
گھانٹی — گھنٹی
گھاؤ — زخم
گھٹ — کم، کمی
گھوٹ پکڑنا — مضبوط پکڑنا
گھربیچ — گھر میں
گھرداس — خانہ زاد
گھرے گھر — گھر گھر
گھڑات — گھڑیاں
گھنسدل — مضبوط دل
گھنیری — بہت، کثرت سے، زیادہ

گھوڑ	کچھرے کی کنڈی گھورا
گھوڑ پھوڑ	سوسمار (ایک جانور)
گیان	خیال

ل

لانپ جھانپ	آنکھ مچولی، میں ملاپ اختلاط
لاٹ کرنا	لوٹنا، زیر کرنا
لاڈوں	لاڈ پیار سے
لاف بد	غیبت
لاگ	(لگ) اَنک
لانچھ	لالچ
لبد	(لابد) بے شک لازمی
لبدانا	مائل کرنا
لت	لات
لٹیا	لوٹا، واپس آیا
لک	لاکھ
لک لکاتی	چمکتی، دمکتی
لکھن	لچھن، عادات اطوار
لکھن	لاکھوں
لگا لگ	صف بستہ، ایک کے بعد ایک
لوسح	تکلیف
لوح	تختی

لوک	جگ
لونچے	نوچے
لئی	بہت
لیتا ہے نیر	غسل صحت کرتا ہے۔
لیجا	لے جا
لجاون	لے جانا
لجاویں	لے جائیں گے
لجائی	لے گئی
لیکھ	لے کر
لیہہ	لے لیتا ہے

م

ماٹی	مٹی
مادہی	مادہ
ماراں	(مار کی جمع) سانپ
مارکی	معرکہ
مارگ	راستہ، راہگزر
ماس	گوشت
ماس	مہینے
ماگ	مارگ، راستہ
مان	عزت، اعزاز
مارا	[illegible]

لفظ	معنی
مان راکھیا	مات
مانج کر	جلا دے کر، چمکا کر
ماندے	تھکے ہوئے
متی	مست
مینج	میرے
مجھے	مجھے
محبوب در	درِ محبوب
محا	مقام
مد	شراب
مُندری	کان کی بالی
مدن بان	پھول
مدھم	اوسط
مرگ	ہرن کی کھال
مرگ	موت
مرگان کر	ترک کر کے، سنیاس لے کر
مرگ پوست	لاش، جنازہ
مستعد ہونا	تیار ہونا
مسخراگی	مسخرا پن مسخرگی
مسلم	بالکل، واقعی
مشتاقت	مشقت
مشاہدہ	مشاہدہ
معتاد	بندگی
مک	مکھ
مک مکاتی	بھکتا
مکٹ مال	مکٹ، سر کا زیور
مکر و ماؤ	مکر و فریب
مکہ	پہرہ
ملک	زمین، جاگیر
من آس	من کی مراد
منا، مناں	منع
مناب	
منتاں	منت کی جمع
منجھار	منجدھار، بیچ میں
مندھر	محل
منڈاسا	پگڑی، عمامہ، شملہ
منکے	تسبیح کے دانے
منگن	مانگنے
منگہار	مانگنے والا
منگے	مانگے
منے	میں
موچنا	بند ہونا
موک	مکھ، منہ
موہت	عاشق
موی	مردہ

موئے تن — مُردہ جسم
مہراٹے — مرہٹے
مہلدار — محل دار
مہتہ — طعنہ
میگھ — بارش، بادل
میل کر — مِل کر
میلا — مِلا
مین — ادنیٰ، ذلیل
میہوں — میہنہ

ن

ناڈلے — جنبش نہیں کی، حرکت نہیں کی
نازنی — نازنین
نافام کر — نہ سمجھ کر
نانو — نام
نائب
نبارڑے — بنائے، نکالے
نت — ہمیشہ
نیٹ — فوراً، بالکل، تمام، سراسر
نپاڑا — تصفیہ کیا
نہا — غور سے
نہانے — غور سے دیکھنے
برنچھل — صاف، خالص
نچل سک — نہ چل سکے، مر سکا
ند — ندی
ندھاں — خزانہ
ندے کر — نا دے کر
نردھار، نرادھار — بے سہارا
نرمل — صاف، شفاف
نرنکھار — جس کی صورت نہ ہو، بے شکل
نرہ شیر — شیر نر
نزیک — نزدیک
نس — رات
نسوس کر — نہ محسوس کر
نفا — نفع
نقرہ — چاندی
نقل — نخل، کھجور کا درخت
نک — ناخن
نک — ناک
نکو — نہیں
نکو کرو — مت کرو
نکھیتر — ستارے
نکھند — مکمل
نلاجا — بے شرم، بے حیاء

لفظ	معنی
نُما	بتا، دِکھا
ننھے	چھوٹے، کم سن
نُوا	نیا
نول	عجب، انوکھا، نیا، جدید
نوپار	نُو تہہ، نو طبق
نُورانا تن	نورانی تن، حسین
نوکھنڈ	نُہ، فلک
نِوایا	جُھکایا
نِہہ	محبّت
نہ کرسی	نہ کر سکے
نہ کسں خیسر	کسی کی نیکی بھی
نہ کہہ سکے	نہ کہنے سے
نٹھاٹنا	چھوڑنا، بھاگنا
نٹھاس	دوڑ
نٹھاسنا	دوڑنا، بھاگنا
نِٹھالی	توشک
نٹھنوا دپن	بچپن
نیاؤ	انصاف
نِیب	نیم
نِیر	پانی
نِیراس	نراس، ناامید، مایوس
نِیر پانَن	باولی کا پانی
نیر سیندھن	باولی سے پانی کھینچنا
نیر ٹرنا	لٹکنا، فکر میں لگے رہنا
نیکا	بھلا، چنگا، درست، صاف ستھرا، عمدہ، نیک، خوش، اچھا
نیک فن	خوش اخلاق
نیکل	نکل
نیکھا	نیک، اچھا
نیل کنٹھ	نیل کے کنارے
نیں	نہیں

و

لفظ	معنی
واز آئی	باز آئی
والا	ایک قیمتی باریک کپڑا
واں	وہاں
وُتیاں کو	اُنٹوں کو
ور	حاوی
وراس	پلٹ
ورتمان	زمانہ حال
ورہوتا	حاوی ہونا
وزا	وضع
وضا	وضع، طرح

وعدا — وعدہ
و لے — لیکن
ونواس — بن باس
ووں — ویسے ہی
ویناگ — مصیبت
ویراگی — بیراگی، سنیاسی
ویل — وقت، گھنٹہ
ویں — تب ہی

ہ

ہاتھ پاؤں لینا — کوشش کرنا
ہاک — ہوک، آواز، نعرہ
ہانک مارنا — چلاّنا
ہاکاسوں — آہوں سے
ہوا کو نکلنا — سیر کو نکلنا
ہت — ہاتھ
ہت پاؤ — ہاتھ، پاؤں
ہت متاری کیا
ہودج — ہودہ
ہرتن — ہر شخص
ہری — ہاری
ہست — ہاتھی

ہلاکی — ہلاکت
ہلو ہلو — آہستہ آہستہ، دھیرے دھیرے
ہلوں — آہستہ
ہمن کوں — ہم کو ہمیں
ہنڈی — ہانڈی
ھور — اور
ہوڑ — بازی، شرط
ہُوڑ — جاہل، احمق
ہوسی — ہوگی
ھوَل — پریشانی فکر
ہُوں کہنا — تصدیق کرنا
ہیا — دل
ہیتاں سوں — ہیبت سے
ہویلدار — فوج کا ایک ملازم حولدار
ہیچ — بے عقل، بے وقوف

ی

یاں — یہاں
یاں لگ — یہاں تک
یانہ — یعنی
یکتل — ایک لمحہ
یکٹ — ایک، واحد

یکس کو یکس	ایک سے ایک	یکیاں	معاوضہ، قیمت
یکوجی	شواجی کا علاتی بھائی جو ملازم سرکار بیجاپور تھا۔ شاہ جی کا دوسرا بیٹا	یکیٹ	تن تنہا
		لو	یہ، ان
		یئی	یہ، ہی
یکّہ	یکتا۔ منفرد، اکیلا		

